THE

High School
HISTORY OF INDIA

(From the Earliest Times to 1926 A. D.)

تواریخ ہند

زمانہ قدیم سے سنہ ۱۹۲۶ تک

BY

Manmatha Nath Ray M. A., L. T. (All)

PART I.

FIRST EDITION.

Nand Kishore & Bros,
PUBLISHERS & BOOKSELLERS,
Chowk, Benares City.

1927.

دیباچہ

میں بہت خوشی کیساتھ آج اس ہائی اسکول تواریخ ہند کو اُردو زبان میں پیش کرتا ہوں۔ اس زبان میں تالیف کرنیکی ضرورت یوں ہوئی کہ طالبعلموں کے لیئے مدرسے کی تعلیم میں اُنکی مادری زبان کا استعمال بہت رائج ہوگیا ہے۔ میرا یہ پورا خیال ہے کہ تواریخ ہندوستان کا عمل اثر جتنا مادری زبان کی وساطت سے ہوسکتا ہے اُتنا غیر ملک کی زبان سے کبھی ممکن نہیں اسکا باعث یہ ہے کہ تواریخ کی سچّی تعلیم صرف گذشتہ زمانے کے غیر متعلق باتوں کا بتانا نہیں ہے بلکہ خاص منشا اُسکی تعلیم کا یہ ہے کہ گذشتہ حالات کو جو علاقہ بالفعل کے حالات سے ہے وہ سمجھایا جائے۔

مجھے پورا یقین ہے کہ جبتک لڑکوں کی روزانہ زندگی سے تواریخی تعلیم کو علاقہ ہوگا اسوقت تک نہ تو شہروں میں بود و باش کا طریقہ انھیں معلوم ہوگا اور نہ طریقہ تعلیم قابل اطمینان اور فائدہ بخش ہوگا۔ فی الواقع روزانہ زندگی میں مُلکی معاملات سے بہت بڑھکر مذہبی جماعتی معاملات۔ کاریگری تجارت ادبیات و طریقہ تعلیم اور ایسی ایسی اکثر ضروری باتوں کے جاننے کی احتیاج ہے۔ یہ کتاب اس مقصود کو پیش نظر رکھ کر مرتب ہوئی ہے۔ اسلئے ذیل کی باتوں پر خیال کرکے۔ یہ تالیف شائع کی گئی ہے۔

(۱) بشرط امکان جغرافیہ و تواریخ اور سبب و نتیجے کا باہمی علاقہ صاف صاف دکھایا گیا ہے۔

(۲) ہر خاص زمانے کے بیان کے آخر میں اسوقت کے مذہب جماعت کاریگری تجارت ادبیات اور ایسے ایسے امور کا مفصّل بیان ہے۔ اس تفصیل میں ہم ہندو بودھ جین اور دوسرے مذہبوں کے بیان کے ساتھ ہی دین اسلام کے احوال بھی ظاہر کرتے گئے ہیں اور ہر زمانے کے گذشتہ اور مابعد کے وقت کا علاقہ بھی ان امور میں لکھا گیا ہے۔

(۳) ہند کے واقعات جدید کے ساتھ قدیم اور درمیانی حالات کا نزدیکی علاقہ بھی تحریر کیا گیا ہے۔
اس کتاب کا پہلا حصّہ بہت تامّل اور احتیاط سے لکھا گیا ہے۔ اسکے ترمیم کرنے میں سنگی لگتا ہے۔

ذی علم جماعتوں کے رسالوں کی تقریریں اور معتبر تصنیفات کے علاوہ پوران - سمرتی تنتر اور پالی کتابوں سے بھی استنباط کیا گیا پس میں متوقع ہوں کہ اسمیں بہت سی نئی باتیں مندرج ہوئی ہیں - درمیانی زمانے کے بیان میں بھی بہت سی ایسی باتیں درج کی گئیں ہیں جنکا تذکرہ خاطر خواہ ابھی تک نہیں ہوا تھا -

یہاں میں بہت مسرت کیساتھ اظہار کرتا ہوں کہ اس کتاب کے تالیف میں مجھکو بنارس سنسکرت کالج کے شہرۂ آفاق پرنسپل معظم پنڈت گوپی ناتھ صاحب کبیراج سے بہت امداد ملی ہے - پنڈت صاحب موصوف کے علم کا بیحد خزانہ میرے لئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے - شاگرد و اُستاد کے تعلق سے میں انکے احسانات کا حق کبھی ادا نہیں کرسکتا -

اس تواریخ کو اُردو میں مرتب کرنے کے وقت مجھکو ادیب نامی و شاعر گرامی مولوی مرزا محمد محسن صاحب پروفیسر عربی فارسی و اُردو - ہندو کالج سے بہت مدد ملی - میں ان کا بھی مرہون احسان ہوں میں بابو بنایک پرشاد صاحب بی - ٹی ٹیچر انگریزی مشن ہائی اسکول رام نگر بنارس انسٹیٹ کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے بذریعہ نظر ثانی اس کتاب کی زبان کو نہایت ہی عام فہم اور بامحاورہ بنا دیا ہے اور جنکی توجہ سے اتطباع کی نگرانی بوجہ احسن ظہور میں آئی -

میں متوقع ہوں کہ یہ کتاب مقبول ارباب علم و دانش ہوگی - ناظرین سے التماس ہے کہ اگر کوئی امر اس کتاب کو زیادہ تر مفید بنانے کا خیال میں آئے تو از راہ مہربانی مجھکو آگاہ فرماویں میں بہت شکر گذاری کے ساتھ اُسپر نظر کروں گا -

بنارس
جون سنہ ۱۹۲۷ء

مصنّف

فہرست مضامین

پہلا حصّہ — ہندوؤں کا عہد

نمبر شمار		صفحہ

دوسرا حصّہ — مسلمانوں کا دور

مغلیہ شاہنشاہی کی سرگذشت

نمبر شمار		صفحہ

(*Frontis piece.*)

Buddha Deva

THE

High School

HISTORY OF INDIA.

پہلا حصّہ

ہندوؤں کا عہد

مُلک کی بناوٹ کا اثر اُس مُلک کی تواریخ پر

(۱) ہمارا وطن - ہمارا مُلک کیسا عجیب مُلک ہے جنکو جلانے والا سورج آگ برساتا ہے
اور رات کو چاند کی ٹھنڈی اور دلفریب چاندنی روشنی اور آرام چاروں طرف پھیلاتی ہے
کبھی ہوا کی گرمی جان کو تڑپا دیتی ہے - اور کبھی سیاہ گھنگھور گھٹائیں گھر آتی ہیں اور ایسا
موسلا دھار مینھ برساتی ہیں کہ راحت بخش خنکی سے جانداروں کی جان میں جان آجاتی ہے -
کہیں بلند عالیشان پہاڑ مسلح سپاہیوں کی طرح ہمارے جان اور مال کی حفاظت
کرتے ہیں - کہیں لق ودق چوکور میدان کسانوں اور سپاہیوں کی روح کو راحت

بخشتے ہیں - جہاں اس غضب کے ریگستان ہیں کہ انمیں بالو کے دانے اس طرح اڑتے ہیں جیسے آگ کی چنگاریاں - کہیں اونچے اونچے چھتنار درخت اپنی لاکھوں پھیلی پھیلائی شاخوں کے سائے میں مسافروں کو پناہ دیتے ہیں - کہیں خوفناک جنگلوں میں مردم خوار درندے اور انواع و اقسام کے چرندے نظر آتے ہیں - کہیں صلح پسند آریوں کی بستیاں بسی ہوئی ملتی ہیں - غرضکہ ہمارا وطن سختی اور نرمی کو ایک ساتھ ملا کر روئے زمین پر پیدا ہوا ہے -

ہمارے ملک کا نام - ہماری اس مقدس پیدائش گاہ کا نام بھارت ورش ہے اس کا نام پہلے پہل فارس کے باشندوں نے ہند رکھا - مسلمانوں نے اسکو ہندوستان نامزد کیا - آخر یونانیوں نے اسے "انڈولی" موسوم کیا - قدیم روایت ہے کہ دشینت کے بیٹے بھرت کے نام پر یہ ملک بھارت ورش کہلایا - ایران کے لہجے میں سین کو ہائے ہوز سے بدل دیتے ہیں - اسلئے دریائے سندھ کو انھوں نے دریائے ہند کہا - تمام ملک کا نام بھی اسکے بعد ہند ہو گیا - مسلمانوں نے ہندوستان کہنا شروع کیا - مگر ان دنوں ہندوستان فقط شمالی ہند کا نام سمجھا جاتا تھا - ایرانیوں کے بعد جب یونانی آئے انھوں نے اس ملک کو انڈولی کہا - یہ لفظ ہند کے لفظ کی بگاڑی ہوئی شکل ہے - آجکل تمام دنیا میں - انڈیا - کہلاتا ہے -

تواریخ سے جغرافیہ کا علاقہ - بہت سے ملکوں کی تواریخ پر اس ملک کے جغرافیہ کا اثر ہوتا ہے ملک کی وسعت اور موضوعیت کے مطابق وہاں کے باشندوں کا طرز معاشرت ہو جاتا ہے - جن ملکوں کی آب و ہوا اچھی ہے زمین زرخیز ہے لوگ

پیٹ بھر کے کھاتے ہیں اور کھانا اُنکے انگ لگتا ہے۔ اُس جگہہ کی آسائش بہ نسبت اُس جگہہ کے جہاں کی آب و ہوا خراب زمین اُوسر ہے وہاں کے لوگوں کی شائستگی سے ضرور زیادہ اچھی حالت میں ہوتی ہے۔ بلند فلک فرسا پہاڑ وسیع ناپیدا کنار جنگل لمبے چوڑے طوفان خیز سمندر جس مُلک میں ہیں وہاں دوسرے ملکوں کے لوگ اور اُنکے بڑے بڑے ملک گیر لشکر آسانی سے آنہیں سکتے اِسی سے وہاں کی تواریخ ایک خاص طور پر بنجاتی ہے۔ جیسے لوگوں کی زندگی اور بود و باش کی حالت کا اثر اُنکی چال چلن پر ہوتا ہے اِسی طرح ملک کا جغرافیہ وہاں کی تواریخ پر اثر ڈالتا ہے۔ ہمارے ملک کے جغرافیے کا اثر بھی یہاں کی تواریخ پر بہت کچھ ہے۔ اسلئے ہم اِس ملک کے جغرافیے کی وہ خاص خاص باتیں جنکا اثر اِس مُلک کی تواریخ پر بہت غالب ہے بیان کرتے ہیں۔

روئے زمین پر ہندوستان کہاں واقع ہے۔ نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کا برّاعظم ایشیا کے دکھن میں بس گیا ہے اور یہ اِس کے دکھن کے تین بڑے بڑے جزیرہ نماؤں میں سے بیچ کا جزیرہ نما ہے۔ اِن جزیرہ نماؤں کے لوگوں سے ہندوستان کے لوگوں سے بہت میل جول رہا اور یہ ہمارا ملک شائستگی کے وہ بڑے کا مرکز بنگیا۔ ایشیا کے ملکوں میں عرب فارس کے ساتھ بہت موافقت رہی اور اِس موافقت کا اثر ہمارے ملک کی تواریخ پر کم نہیں ہوا بہت ہوا۔

ہندوستان کا حدود اربعہ۔ نقشہ دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہندوستان کی شکل مثلث کی سی ہے۔ اسکے اُتر میں تبت اور ترکستان ہیں پورب میں برما سیام

اور چند مقام ہیں - دکھن میں بحر ہند کی دو شاخیں دو بازوؤں کی طرح دہنے بائیں پھیلی ہوئی ہیں - پورب میں خلیج بنگالہ ہے اور پچھم میں بحیرۂ عرب ہے - پچھم میں افغانستان بلوچستان - اور کچھ جگہیں ہیں - لیکن غور سے نقشہ دیکھو تو یقین کر لو گے کہ ان سرحدی ملکوں سے ہمارے ملک کا علاقہ بخط مستقیم کبھی نہیں تھا - اُتر کی طرف ہمالیہ پہاڑ ہے کہ دنیا بھر کے پہاڑوں میں سب سے اونچا ہے - یہ عالیشان دیوار تبت اور چین کو ہندوستان سے الگ کر دیتی ہے پھر کوہ ہمالیہ کی دو زبردست شاخیں دو ہاتھوں کی طرح پھیلکر ہمارے ملک کی پورب اور پچھم طرف نگہبانی کر رہی ہیں - پچھم میں کوہ سفید کوہ سلیمان - اور کھر تھر کی پہاڑی ہے ان سے افغانستان اور بلوچستان ہمارے ملک سے جدا ہو گیا ہے - پورب کی طرف ناگا - پٹکوئی - کھاسیا - جنیتیا - گیرو - کی پہاڑیاں چین اور برما والوں کی راہ روکے ہوئے ہیں - ایشیا کے مختلف ملکوں سے الگ ہونے ہی کے سبب ہمارے ملک کو ایک برّاعظم سمجھتے ہیں کہ اپنا وجود بذات خاص رکھتا ہے -

ہندوستان سے خشکی کا سرحدی راستہ - اگرچہ ہر طرف سے الگ کر دیا گیا ہے مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ گرد و نواح کے ملکوں سے اس ملک کو بالکل ہی علاقہ نہیں - اُتر - پورب اور پچھم کی پہاڑی کی زمین دریاؤں کے پانی سے گھسکر نیچی ہو گئی ہے - انھیں مقاموں کو درّہ کہتے ہیں - ان درّوں سے اکثر لوگ آمد و رفت رکھتے ہیں - آرام کا سفر اگرچہ ان راستوں سے نہیں لیکن اور ملک والوں سے اس ملک کا علاقہ ضرور ہے - اسکے علاوہ سمندروں میں جہازی راستے تو ہمیشہ کھلے ہی رہتے ہیں

(Chap. 1.)

Physical Map of India.

پچھم میں بلوچستان کے دکھن سمندر کے کنارے کنارے ایک راستہ ہے اس
راستے کا نام ساحل مکران ہے۔ فارس کے لوگ قدیم زمانے میں اسی راستے سے
آیا جایا کرتے تھے۔ بلوچستان میں ایک درّہ بولن ہے اور یہ درّہ افغانستان سے دریائے
سندھ کے کنارے کی زمین تک آنے کا راستہ ہے۔ اسکے سوا گوشہ شمال و مغرب میں اور
کئی ایک درّے ہیں جیسے خیبر۔ لوچی۔ گومل۔ یہ درّے افغانستان اور اسکے شمال و
مغرب کے ملکوں کے بیچ میں ہیں۔ یہاں یہ کہنا ضرور ہے کہ یہ تمام راستے نہایت تنگ
ہیں اور اس باعث سے انکے آس پاس کے مقام بھی بہت خشک اور اُوسر ہیں
اسلئے ان راستوں سے سفر سخت دشوار ہے۔ پھر بھی اس وجہ سے کہ یہاں کے
سب پہاڑ نیچے ہیں (انکی بلندی صرف قریب آٹھ ہزار فیٹ ہے) قدیم وقتوں میں
درّہ خیبر سے یکے بعد دیگرے اکثر قومیں ہندوستان میں آتی رہیں۔ آجتک بہت لوگ
درّہ خیبر اور درّۂ گومل سے اس ملک میں آتے جاتے ہیں۔ شمالی سرحد کی حالت
ان سے جدا اور مختلف ہے۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ ملک کے اُتر کی طرف ہمالیہ پہاڑ دنیا
کے پہاڑوں میں سب سے اونچا ہے۔ یہ قریب انتیس[۲۹] ہزار فیٹ کے اونچا ہے۔
ہمالیہ کے تین متوازی پہاڑ چوڑان میں قریب دو سو میل ہیں۔ اسکے اُتر میں تبت کی
محدب زمین اور دکھن میں ترائی جنگل سے بھری ہوئی ہے۔ اس سبب سے آنے
جانے کا آسان راستہ نہیں ہے۔ تاہم کشمیر میں لیہ۔ شملہ۔ نینی تال اور دارجلنگ ہو کر
ایک ایک درّہ تبت تک جاتا ہے۔ یہ تمام مقام ان دروں کے نگہبانی ہیں۔ گوشہ شمال و
مشرق میں دریائے برہمپتر کے کنارے کنارے ایک راہ تبت کے ساتھ بنگالے کے

مشرقی حصّے کو ملا دیتا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ پُرانے وقت میں اسی راستے سے قوم منگول کے کچھ لوگ ہندوستان میں آئے تھے - جو سرحد بالکل مشرق میں ہے وہ بھی آمدورفت کے لائق نہیں ہے - پچھم کی طرح ادھر بھی پہاڑ بہت ہیں - لیکن فرق اتنا ہے کہ پچھم کے مقام پانی نہ برسنے کے سبب اُجاڑ دکھائی دیتے ہیں - اور حد سے زیادہ پانی برسنے کے سبب سے پورب کے پہاڑ گھنے جنگلوں سے ڈھکے ہوئے ہیں - اِسلئے اگرچہ تھوڑی بہت آبادی ہے لیکن آمدورفت کی آسائش نہیں - پُرانے وقتوں میں بھی برما اور سیام اور اُس طرف کے ملکوں سے ہمارے ملک تک خشکی کا کوئی سیدھا علاقہ نہیں تھا - برما اندنوں سلطنت ہند میں شامل ہے - مگر قدیم زمانے میں یہ ملک ہندوستان کے باہر تھا -

ہندوستان کے تری کے رستے پس معلوم ہوا کہ ہندوستان کا راستہ اگرچہ خشکی سے مسدود تھا مگر تری کا راستہ قدیم وقتوں میں کھُلا ہوا تھا - اگلے وقتوں میں پچھم میں افریقہ مصر - روما ئے قدیم - فارس - مسوپوٹیمیا - ملکوں سے اور پورب میں انڈوچائنا - اور جزائر ہند - چین - اور اسطرف کے ملکوں سے ہمارے مُلک کو علاقہ رہا ہے - آجکل کا کیا ذکر ہے -

ساحل بحری - نقشہ دیکھنے سے دو باتوں کا خیال آتا ہے - ایک یہ کہ ساحل ہند میں سمندر کی شاخیں بہت کم ہیں - دوسرے یہ کہ ساحل کی زمین پر جزیرے بھی بہت کم ہیں اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اچھے بندرگاہیں یہاں زیادہ نہیں ہیں اور یہاں کے باشندوں کو سمندر سے بہت کم کام پڑا - کنارہ جب ٹوٹا پھوٹا ہو یا زیادہ جزیرے ہوں تو لوگوں کی توجہ سمندر کی طرف بہت ہوتی ہے اور یہاں ندیوں کے مُہانے بھی بالو سے بھرے

رہتے ہیں اور کم گھرے ہوئے ہیں۔ سمندر کا کنارہ چھچھلا اور مسطح ہوتا ہے۔ اسلئے جو
خلیج ہیں وہ بیکار ہیں یہی سبب ہے کہ ہندوستان کی تواریخ میں بحری طاقت کو عروج
بہت ہی کم ہوا ہے اور اسی سے آج ہمارے ملک پر بحری طاقت اسوقت حکومت کر رہی ہے۔
پچھم میں ساحل مکران سے بمبئی تک زمین بہت ویران ہے۔ اور سمندر کا کنارہ اتنا چھچھلا
اور مسطح ہے کہ خلیج کچھ اور خلیج کھمبات سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوتا۔ پس اسطرف بھی
کوئی قدرتی بندرگاہ نہیں۔ بڑی بڑی بندرگاہیں فقط ندیوں کے مُہانے پر ہیں اور یہاں
بیشک بڑے بڑے جہاز آکر ٹک سکتے ہیں۔ دریائے سندھ کے مُہانے کے پاس بندرگاہ
کراچی ہے اور اسوقت کے بمبی کے قریب بھی ایک نہ ایک بندرگاہ تھا۔ قدیم زمانے میں بھروچ
اور سوپارا مشہور بندرگاہیں تھیں۔ درمیانی زمانے میں سورت بندرگاہ تھا۔ اور اسوقت
میں بمبئی ہے۔ بمبئی کے دکھن طرف ساحل کی زمین پہاڑوں سے بھری ہوئی ہے اسلئے جگہہ
تنگ ہے۔ اس باعث ملک کی درمیانی زمین سے بالکل جدا ہو جانے کے سبب یہاں
کوئی بڑا بندرگاہ ہمیشہ نہیں رہ سکا۔ تاہم اس طرف چھوٹی چھوٹی بندرگاہیں ہیں جہاں سے
گردوپیش کے مقاموں کے ساتھ تجارت ہوتی ہے۔

سیدھے دکھن کی حد میں جزیرہ لنکا اور جنوبی ہندوستان کے بیچ میں خلیج منار اور آبنا
پاک ہیں یہ دو پانی کی شاخیں خلیج بنگالہ کو بحیرہ عرب سے ملاتے ہیں۔ لیکن اس راستے میں
چٹانیں بہت ہیں اور بڑے بڑے جہاز جزیرۂ سراندیپ (لنکا) کے گرد ہو کر جاتے ہیں۔

پورب کا ساحل پچھم کے ساحل سے زیادہ چوڑا ہے۔ سبب یہ ہے کہ پہاڑ سمندر کے کنارے
ذرا دور ہی اور پھر بہت مقاموں میں پہاڑوں کے کٹ جانے سے ملک کے درمیانی حصے

کے ساتھ اس کا علاقہ بحیثیت مستقیم ہے ۔ ندیوں کے نزدیک آبپاشی کا عمدہ انتظام ہے اور اس وسیلے سے وہاں آبادی بھی بہت زیادہ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے اس حصّے میں چھوٹی چھوٹی بندرگاہیں بہت ہیں ۔ کاویری ندی کے دہانے پر غوطہ خور موتی بہت نکالتے ہیں اور اس حصّہ میں قدیم وقتوں سے بڑی بڑی تجارتگاہیں قایم ہو گئی ہیں ۔ ان میں سے کاویری پٹنم اور مچھلی پٹن (اندلوں کرانگور کہلاتی ہیں) مشہور تھیں ۔

اُتر میں مہاندی اور گنگا دن کے درمیان کی زمین بہت زرخیز ہے لیکن دلدل اور گھنے جنگل بہت ہیں اس واسطے ٹھیک ساحل پر کوئی بندرگاہ نہیں قایم ہو سکا ۔ برما کا ساحل پچھم کے کنارے سے بھی بدتر ہے اسی لئے کلکتے اور رنگون کی بندرگاہیں ندی کے اندر قایم کرنی پڑیں ۔

ہندوستان کے قدرتی حصّے ۔ بناوٹ کے مطابق یہ ملک خاصکر چار حصوں میں تقسیم ہو سکتا ہے ۔

(۱) ہمالیہ اور اُسکی ترائی (۲) شمالی ہندوستان کا میدان (۳) متوسط ہندوستان اور جنوبی زمین (۴) ساحل کی زمین ۔ آگے بیان ہو گا کہ اس ملک کی بناوٹ کا اثر یہاں کی تواریخ پر بھی کارگر ہوا ہے ۔

(۱) ہمالیہ اور اُس کی ترائی ۔ پہلے کہا گیا ہے کہ ہمالیہ کے تین متوازی قطارین قریب دو سو میل تک سلسلہ وار پھیلی ہوئی ہیں اور طول میں یہ پہاڑ تقریباً پندرہ سو میل ہیں اور بلندی میں عنقریب

اُنتیس ۲۹ ہزار فیٹ کے ہیں - یہ کوہی قطاریں اپنے طول و عرض و بلندی کے سبب سے ہمارے ملک کو طرح طرح کے فائدے پہنچاتے ہیں پہلی بات یہ ہے کہ ان پہاڑونکی بلندی کے سبب شمالی طرف کی کوئی قوم چینی - یا تبتی - یا کوئی اور بھی اس ملک پر حملہ نہیں کرسکتی - پھر یہ کہ پانی سے بھرے ہوئے بادل جو بحر ہند سے اُٹھتے ہیں ان پہاڑوں کی زبردست بلندیوں کے اوپر ہوکر ملک سے باہر نہیں جاسکتے - اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ سردی پاکر پانی سے مالامال بادل ہمارے ہی ملک میں برس جاتے ہیں - اسلئے شمالی ہند میں بیشمار بڑی چھوٹی ندیاں جاری ہیں اور ان سے ملک کا یہ حصہ نہایت زرخیز ہے - اور پھر یہ فائدہ ہوتا ہے کہ یہ سربلند پہاڑ اُتر کی حد سے زیادہ ٹھنڈی ہوا کو اس ملک میں آنے نہیں دیتا - اگر ہمالیہ اتنا بلند نہوتا یا اُتر کی طرف ہوتا تو ممکن تھا کہ ہم لوگ بھی چینیوں کے ساتھ ایک قوم ہو جاتے اور ہمارا ملک بھی بیابان گوبی کی طرح ریگستان بنجاتا اور ہماری شائستگی اور آزادی میں خلل پڑ جاتا -

ہمالیہ کے ٹھیک دکھن میں ترائی نامی ایک قطعہ جنگلی زمین ہے - یہ کاشمیر کے پورب سے لیکر دریائے برہمپتر کے موڑ تک پھیلا ہے - اسکی چوڑائی قریب پچاس میل کے ہے - یہاں پانی بہت برستا ہے اور پہاڑ کی برف گلکر بہت گرتی ہے - اسلئے یہ بالکل قطعہ دلدل ہے اور چھوٹی چھوٹی ندیوں اور جنگلوں سے بھرا ہوا ہے - زیادہ رطوبت سے ملیریا - بخار کی شدت رہتی ہے - اسلئے یہاں کم لوگ آباد ہیں - نیپال اور بھوٹان اور ایسی ایسی ریاستیں بلکہ شملہ اور نینی تال اور منصوری بھی اسی قطعہ زمین پر واقع ہیں - پُرانے وقتوں میں ایسی سڑکیں ریل - تار - تو تھے نہیں اسلئے کوئی حملہ آور اسکو

فتح نہ کر سکا۔

(۲) شمالی ہندوستان کا میدان ۔ ترائی کا جنوبی حصہ۔

جمنا اور دریائے سندھ کے ٹھیک جنوب تک اور کوہ سلیمان اور کوہ کھرتر سے گارو اور لوشائی پہاڑ کے بیچ کے حصے کا نام شمالی ہند کا میدان یا ہندوستان یا آریہ ورت ہے۔

یہ وسیع جگہہ دریائے سندھ۔ دریائے گنگ۔ دریائے جمنا۔ دریائے برہمپتر اور ان سب کی شاخوں سے سیراب ہوتی ہے۔ یہ قطعۂ زمین نہایت باریک مٹی رکھتا ہے اور بہت ہی چورس ہے۔ اسلئے بہت زرخیز ہے۔ یہاں کی آبادی بہت گھنی ہے۔

گرم ملکوں میں انسان و حیوان کی جانی حفاظت کے لئے پانی کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ پس جہاں پانی زیادہ ہوگا وہاں جاندار بھی بہت ہونگے۔ اور بڑی آباد بستی ہوگی اور جہاں پانی کم ہوگا وہاں جاندار بھی کم ہونگے اور وہ جگہہ کم آباد ہوگی۔ جو ندیاں آہستہ جاری رہتی ہیں اور انمیں اگر کوئی چٹان یا رکاوٹ نہ آگیا ہو تو دریائی آمد و رفت میں بہت مدد دیتی ہیں اور تجارت کو بڑھاتی ہیں اور سلطنت کو بھی زیادہ وسیع بنادیتی ہیں۔ ملکی تاثیروں سے اور تجارت کے تعلق سے لوگوں میں یکدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں اور خاص خاص تجارتگاہیں بھی دریا کے کنارے قایم ہو جاتی ہیں۔ فتحمند قومیں ان دریاؤں کے وسیلے سے نکلے میدانوں میں بڑی بڑی بادشاہتیں قایم کر دیتی ہیں۔ آگے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ تواریخ ہند میں یہ سب باتیں ٹھیک

اُترتی ہیں۔

انتہا پچھم کی طرف پورب کی طرح بہت بارش نہیں ہوتی۔ اسلئے پنجاب اور راجپوتانے میں نہ زرخیز زمین ہے اور نہ مردم خیز آبادیاں ہیں۔ پس اِن ملکوں کے باشندوںکو بہت محنت کرنے سے کھانا بہم پہنچتا ہے اور اِسی سبب سے یہاں کے لوگ بہت محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں اور پورب کے باشندے پیداوار کے زیادہ ہونے ہی سے سُست اور کمزور ہوتے ہیں۔

اسکے بعد یہ بیان ہوگا کہ متوسط ایشیا کی کتنی قومیں ہندوستان میں آکر بس گئیں۔ ہمارے ملک کے اُتر میں ہمالیہ پہاڑ کے سبب سے اور چین کے پورب پہاڑوں اور محدّب زمینوں کے واقع ہونے کے باعث ایشیا کے اندرونی حصّوں میں بھی بارش کی کمی ہے۔ اسلئے وہاں بہت سے بیابان اور ویران میدان ہیں ایسے مقاموں کے رہنے والوں کو کھانے کے غلّے کی بھی کمی ہوتی ہے اور بود و باش کی جگہہ بھی اچھی نہیں ملتی اس سبب سے اپنے کھانے رہنے کے لئے ان لوگوں کو قدرتی مشکلوں سے ہمیشہ لڑنا پڑتا ہے اور نتیجہ اسکا یہ نکلتا ہے کہ ایسی جگہوں کے لوگ بہت چُست و چالاک ہوتے ہیں۔ اگلے زمانے میں یہ لوگ اناج کے لئے ہندوستان کے زرخیز مقاموں پر جو ان سے نزدیک ہے لوٹ مار کرتے تھے اور آخر میں اسی ملک میں بس جاتے تھے۔

یہاں ہندوستان کے شمال و مغرب اور پنجاب کے ضروری مقامات سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ پنجاب ریتیلا ملک ہے اور مغربی گوشۂ ہند میں اونچے اونچے پہاڑ زمین کو ڈھانکے ہوئے ہیں۔ لڑائی کے وقت ایسے مقام حملہ آوروں سے بچ سکتے ہیں اور

حملہ آوروں کو بھی سختیاں جھیلنی ہوتی ہیں۔ تواریخ سے معلوم ہوگا کہ اس ملک پر حملہ آور قومیں پہلے شمال و مغرب کی سرحد پر قبضہ کر کے پنجاب کو فتح کرتی تھیں تب اسی پنجاب کو اپنا مرکز قرار دے کے دریائے سندھ اور دریائے گنگ کے کنارے کنارے آگے بڑھتی تھیں۔

آریاورت کی آب و ہوا علی العموم اچھی ہے البتہ کہیں کہیں گرمی کی شدت ہے۔ موسمی ہوا برسات میں خوب چلتی ہے تو پانی بھی خوب برستا ہے۔ جاڑے میں پچھم طرف بھی کچھ بارش ہوتی ہے۔ جہاں بارش کم ہوتی ہے۔ کنویں۔ تالاب اور نہروں سے آبپاشی کیجاتی ہے۔ زمین زرخیز ہے اس سبب سے سال کے پیداوار کی دو فصلیں ہوتی ہیں ایسی پیداوار دنیا کے کسی حصہ میں نہیں ہوتی۔ گرمی کی فصل خریف اور جاڑے کی فصل ربیع کہلاتی ہے کھیتی باری میں بہت لوگ لگے رہتے ہیں مگر اونکی خام پیداواریں جیسے جائے۔ سن۔ روئی۔ چینی گیہوں اور ایسی ایسی چیزیں حاصل کر کے ملک کے باہر بھیجی جاتی ہیں۔ کھیتی سے جب فرصت ملتی ہے تو بہت لوگ کم و بیش دستکاریاں بھی کرتے ہیں۔

(۳) متوسط ہندوستان اور جنوبی محدّب زمین ۔ آریہ ورت کے مسطح میدان کے ٹھیک جنوبی حصے میں اونچے اونچے حدب ہیں۔ یہ حصہ دو قطعوں میں منقسم ہوتا ہے ایک دکھن کا محدب اور دوسرا متوسط ہندوستان کا محدب۔

دکھن کی بلند زمین - اسکی شکل ایک بڑے مثلث کی طرح ہے - اسکے پورب
میں پوربی گھاٹ پچھم میں پچھمی گھاٹ اور اتر میں بندھاچل اور ست پرا پہاڑ ہے - اس
وسیع مثلث کی اوپر کا راس نیلگری پہاڑ ہے جہاں مغربی اور مشرقی گھاٹ مل گئے
ہیں - پچھمی گھاٹ کا کوہی سلسلہ سمندر سے بہت ہی ملا ہوا ہے اور بلندی میں چار ہزار
فیٹ کے قریب ہے - لیکن پوربی گھاٹ کا سلسلہ سمندر سے کسیقدر دور ہے اور
بلندی میں بھی کچھ پست ہے اور کئی مقاموں پر شگاف ہو گئے ہیں - ان میں سے
ندیاں جاری ہوتی ہیں - پچھمی گھاٹ میں ایسے درّے شاذ و نادر ہیں - بمبئی کے
نزدیک ایسے دو درّے ہیں - بھور گھاٹ اور تھال گھاٹ جن میں سے پچھمی ساحل
تک راستہ ہے - اسی طرح نیلگری کے نزدیک پال گھاٹ ایک درّہ ہے جو پچھمی ساحل
کو دکھنی حدب سے ملاتا ہے -

متوسط ہند کا حدب - دکھن کے حدب اور ہندوستان کے درمیان متوسط
ہند کا حدب ہے - اسکے پچھم میں اراولی پہاڑ - دکھن میں بندھاچل اور اُتر میں
گنگا اور جمنا کے میدان ہیں - اسی قطعۂ زمین میں مالوہ - متوسط ہند اور ممالک
متوسطہ ہیں اور کچھ حصّہ چھوٹے ناگپور کا ہے - شکل میں یہ حصّہ ایک طویل مثلث
کی شکل ہے - یہ حصّہ زمین اُتر کی طرح مسطح اور نیچا نہیں - لیکن سمندر کی سطح سے
تین ہزار فیٹ کے قریب اونچا ہے اور چاروں طرف پہاڑی سے اور دریاؤں کے
میدانوں سے گھرا ہوا ہے - ندیوں کا بہاؤ سیدھا نہیں - پہاڑی ملک ہونے کے
سبب ندیوں میں پانی بھی کم ہے - اسلئے یہ ندیاں اُتر کی ندیوں کی طرح سوداگری

کے کام نہیں آتیں اور انکے کنارے بڑے بڑے شہر بھی آباد نہیں ہیں۔ یہاں کی زمین
پتھریلی ہے اور گہری نہیں۔ پچھم اور اُتر کی طرف ایسی سیاہ زمین ہے جہاں روئی
پیدا ہوتی ہے۔ یہ زمین بہت زرخیز ہے۔ محدب کا جھکاؤ پورب کی طرف ہے۔
اور اس باعث سے تری کا سب پانی جذب نہیں ہوتا بلکہ سمندر میں بہہ جاتا ہے
البتہ سیاہ زمین پانی خوب جذب کرتی ہے۔ غرضکہ یہاں کی زمین زرخیز نہیں اور
اسلئے ملک تباہ حال ہے اور بستی بھی مختصر ہے۔ انھیں وجہوں سے نہ یہاں بڑی سلطنتیں
قایم ہوئیں اور نہ اس ملک کی تواریخ بڑا اثر پیدا کر سکی۔

اُتر کیساتھ دکھن کا تعلق۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ملک کی بناوٹ اور انکی داقفیت
کے مطابق تواریخی حال بھی جدا جدا ہوتا ہے۔ شمالی ہندوستان کی تواریخ دکھن کی
تواریخ سے جداگانہ ہے۔ اس کا اصل باعث یہ ہے کہ ملک ہند کے ان دو حصوں
کے درمیان بندھاچل اور ست پڑا پہاڑ نربدا اور تاپتی ندیاں اور بندھاچل کے
جنگل واقع ہو گئے ہیں۔ قدیم زمانے میں جب عمدہ سڑکیں تھیں نہ تار برقی نہ ریل
اُسوقت ان حصّوں میں باہم علاقہ زیادہ نہ تھا اور اسی سبب سے ان دونوں حصوں
کی تہذیب میں بھی فرق ہے۔ مگر جتنا زمانہ گذرتا گیا اُتنا ہی شمالی ہند کے لوگ نیچے
پہاڑوں اور کم آب دریاؤں کو طے کرنے لگے اُتر کے راجا دکھن کے راجاؤں پر اپنا
رعب جمانے کی کوشش کرنے لگے اور موقع پاکر دکھن کے باشندوں نے بھی اُتر میں
اپنا تسلط پیدا کر دیا۔ لیکن جبتک تار اور ریل کا ظہور نہ تھا اوس وقت تک اُتر اور
دکھن کا باہمی علاقہ مستقل طور پر نمودار نہیں ہو سکا۔ اندنوں ریل و تار کی حمایت

سے ہم عملی طور پر دیکھتے ہیں کہ انسان کے داہنے اور بائیں ہاتھ کی طرح شمالی ہند اور جنوبی ہند گویا ایک ہی براعظم کے دو حصے ہیں۔

(۴) ہند کے ساحل کے پاس کی زمین۔ علم ارضیات کا یہی مسئلہ ہے کہ دکھن کے وسیع محدب بنجانے کے بہت بعد پورب اور پچھم کی ساحلی زمین بنی پچھم کے حصے کی وسعت بہت کم ہے مگر یہاں کی زمین بہت زرخیز ہے۔ اس حصے میں پانی بہت برستا ہے اور اس سبب سے آبادی بھی یہاں کی گنجان ہے۔ پوربی حصے کا عرض بہت ہے اور اگرچہ پانی بہت نہیں برستا۔ مگر آبپاشی کے عمدہ انتظام سے ندیوں کے میدان کی آبادی بہت گنجان ہے۔ موتی یہاں نکلتے ہیں اور سونے کی کھان بھی ہے۔ اس وجہ سے دریائے کاویری کا میدان بہت قدیم ہی وقتوں سے شائستہ اور تجارت کا مرکز ہوگیا تھا۔ پچھمی ساحل کے شمالی حصے کا نام کوکن ہے اور دکھن کے حصے کا نام ساحل ملیبار ہے۔ پوربی کنارے کا نام ساحل کارومنڈل ہے اور دکھن کے سب سے زیادہ عریض حصے کا نام کرناٹک ہے۔ پچھم کے ساحل میں کوئی بڑی ندی نہیں لیکن پورب کے ساحل کے بیچ سے مہاندی۔ گوداوری۔ کرشنا اور کاویری یہ سب ندیاں جاری ہوتی ہیں۔

ملک کی بناوٹ کا باشندوں پر اثر۔ پہاڑ اور جنگل کے سبب سے ملک ہند کے سب طبعی حصے ایک دوسرے سے جدا گانہ تھے۔ قدیم زمانے میں جب ایک مقام سے دوسرے مقام تک آمد و رفت کا آرام نہ تھا۔ اُس زمانے تک ملک کے ایک حصے کا کوئی سیدھا علاقہ دوسرے حصے کے ساتھ نہ تھا اور تمام ملک بیرونی دنیا کی نگاہوں سے چھپا ہوا تھا۔

اس بے تعلقی کا یہ نتیجہ تھا کہ سب اپنی اپنی کوششوں سے بغیر کسی کی مدد کے اسباب تمدن و انتظام سیاست وغیرہ میں نہایت مہذب اور عالی مرتبہ تک پہونچے ہوئے تھے۔ اسلئے انکے تہذیب۔ علوم اور دستکاریاں ایک دوسرے سے اور دنیا کی اور قوموں سے نرالی ہیں۔ دنیا کی اور مہذب قوموں سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کے خیال اور مذہب کی کشادگی جاتی رہی - وہ خود کو سب سے زیادہ مہذب اور پاک سمجھنے لگے۔ پیداوار کے لحاظ سے اس ملک نے اور ملکوں کو ضرور نیچا دکھایا ہے۔ عیش و آرام و بفکری کے لئے جن جن چیزوں کی درکار ہوتی ہے وہ یہاں کثرت کیساتھ موجود تھیں۔ بغیر زیادہ محنت کے ہی کھانے کو کافی غلہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن جن ضلعوں کی زمین زیادہ زرخیز ہے۔ جیسے بنگال۔ ممالک متحدہ۔ مدراس وغیرہ۔ وہاں کے باشندے آرام طلب۔ سست اور صلح پسند ہو گئے۔ پہلے زمانے میں پیٹ کا سوال زیادہ اٹھتا ہی نہ تھا سب بفکر تھے اور یہی خاص وجہ ہے کہ لوگ زیادہ تر فلسفی ہو گئے۔ انھیں یہ دنیا بالکل فانی نظر آنے لگی۔ عاقبت ہی کے خیال میں محو رہتے اور ہمیشہ روحانی باتیں دریافت کیا کرتے تھے۔ اور یہی اصل وجہ تھی کہ جس سے غیر ملک والے ہمارے ملک میں آسانی سے قدم جما سکے اور ہمارے مورثوں پر قبضہ پا سکے۔

لیکن جن حصوں میں پہاڑ اور جنگل کثرت سے ہیں اور جہاں زمین کی سختی کی وجہ سے پیداوار میں محنت و مشقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً مہاراسٹر۔ راجپوتانہ۔ بلوچستان۔ پنجاب۔ نیپال وغیرہ۔ وہاں کے لوگ ہٹے کٹے اور زور آور ہوتے ہیں اور یہی خاص وجہ ہے کہ آجتک مراٹھے۔ راجپوت۔ بلوچی۔ پنجابی - قومیں دلیر اور بہادر

ہوتی آئی ہیں۔

ملک ہند کی بنیادی یگانگی۔ جو بیان ہو چکا ہے اس سے ظاہر ہوا ہوگا کہ جس ملک میں مختلف حصّوں کی آب وہوا۔ نباتات۔ حیوانات۔ اور باشندوں کی طرزِ معاشرت اور رسم ورواج میں اتنا فرق ہے اوس ملک میں یگانگی کا قایم ہونا مشکل ہے۔ لیکن یہ سمجھ لینا صحیح نہیں ہے۔ جسطرح ہزاروں شاخوں کے باوجود کُل درخت ایک ہی جنس ہے اور طرح طرح کے اعضا کے باوجود ہی پورا بدن ایک ہی چیز ہے اسیطرح قسم قسم کی طبیعتیں ہونے پر بھی روح ایک ہی ہے۔ یہاں کے سب باشندوں کی سرشت میں ہندوستانی تہذیب کے بڑے بڑے اصول خوب پیوستہ ہیں۔

اسکے ماسوا مختلف قوموں کے لوگ آپس میں اسطرح مل جُل گئے ہیں کہ ہر قوم کو اپنی مخصوص رسمیں بھول گئی ہیں۔ معاشرت کے طریقوں سے بھی اس ملک کی یگانگی ثابت ہوئی ہے۔ اس ملک کی پیداوار اتنی زیادہ اور اسقدر انواع و اقسام کی ہے کہ یہاں کے باشندوں کو دوسرے ملک والوں کی محتاجی کبھی نہیں اور اسی سئے اس ملک کے بہت لوگ زراعت پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ دنیا کے جس حصے میں یہ مُلک بسا ہے اُسکے حساب سے تو اسکو ویران بیابان ہونا تھا لیکن چاروں طرف پہاڑ اور سمندروں سے پناہ گیر ہونے کے سبب اِس ملک کی آب وہوا قابل بود و باش کے ہے اور موسمی ہَوا چلنے کی وجہ سے باران رحمت کی بھی کمی نہیں۔

اس طور کی یگانگی کی کیفیت ہمارے ملک میں آج نہیں پیدا ہوئی ہے بلکہ ہمارے باپ دادا ؤں میں بھی یہ یگانگی موجود تھی۔ ہندوؤں کی زیارتگاہیں بھی سب کی سب اسی ملک میں واقع ہیں۔ چکرورتی ہونے کے لئے قدیم راجاؤں کو بھی لازم ہوتا تھا کہ سمندر کے کنارے تک فتحیابی حاصل کریں۔ تان ترک کتابوں کے مختلف حصّوں کو

اگر جمع کریں تو کُل مُلک کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ پُرانوں میں بھی بھارت ورش کو "کرم بھومی"
کہا ہے اور غیر ملکوں کو "بھوگ بھومی" لکھا ہے۔ پس اگرچہ بیرونی لوگوں کو اس ملک میں
یگانگی نظر نہ آئے مگر اس میں شک نہیں کہ ایک ہی روح اور ایک ہی نفس شریف اس
ملک کے جسم میں مؤثر اور کارگر ہو رہی ہے۔

تبدیلات جدید۔ لیکن جب سے پرتگالیوں نے سمندر سے سندھ میں آنے کی راہ
ڈھونڈھ نکالی اُسی دن سے ہمارے ملک میں یگانگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اُسی دن اس کا فیصلہ
بھی ہو گیا کہ ہند پر جو قوی طاقت حکومت کیا چاہے اوسکو جہازی لشکر رکھنا ضرور ہے۔
اُسی دن سے شمالی و مغربی دروازے کا بڑا دور دورہ بھی مٹ گیا۔

آجکل اس ملک پر سرکار انگریزی کا تسلّط ہے۔ اور یہ زبردست قوم بحری طاقت
میں اور قوموں سے بہت ترجیح رکھتی ہے۔ اسی سبب سے اس مُلک کو جیت سکی۔
آج اسی عقلمند قوم کے فیض سے تار برقی اور ریل کا سلسلہ جاری ہوا جس نے بیگانگی کے
خیال کو ہمارے دلوں سے بالکل محو کر دیا اور اُسکے بدلے ایک یکدل قوم بننے کا سامان
ہو رہا ہے۔

ہندوستان (۱) عہد آریہ قومیں

قدیم پتھر کا زمانہ۔ یہ سلسلہ کہ بنی آدم پاؤں پر کھڑے
ہونے لگے اور دست و پا سے کام لینے لگے۔ دنیا کے کس حصّے سے شروع ہو گیا اس بات
میں محققوں کی رائے مختلف ہے۔ کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ایشیا کے دکھنی حصّے
مثلاً برما جنوبی ہند۔ جاوا۔ اور نزدیک کے ملکوں میں انسانوں کے پہلے باپ دادا پیدا
ہوئے انکی بود و باش اور طریقۂ زندگی کی باتیں کم دریافت ہوئی ہیں لیکن تحقیق کرنیوالوں کا

یہ خیال ہے کہ اُس وقت یہ لوگ پتھر کے ہلکے اوزار بناتے تھے یہ اوزار بہت بھدّے اور بدشکل ہوتے تھے مگر زمانہ جتنا گذرتا گیا اُتنی ہی انکی درستی اور ترقی ہوتی گئی ان اوزاروں کو گھس گھس کر تیز اور نکیلے بنانے لگے اور طرح طرح کے اوزار اور حربے جیسے کلھاڑی۔ بھالا بنانے لگے۔ یہ لوگ شکار کرکے کچّا گوشت کھاتے تھے۔ بڑے بڑے جانوروں کے خوف سے یہ انسان گھنے بھاری جنگلوں سے الگ رہتے تھے۔ گوداوری اور نربدا کے اندر اُن کے بنائے ہوئے اوزار پائے گئے ہیں۔

اندنوں یہ لوگ مدراس کے گرد رہا کرتے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ جےپور اور بندیلکھنڈ تک بسے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ اُنہوں نے اتنی ترقی کی کہ رنگین پتھروں کا استعمال کرنے لگے اور اوزار بنانے میں کاریگریاں دکھانے لگے۔ قسم قسم کے حربے اور آلے جیسے چھری۔ سوراخ کرنے۔ گھسنے۔ کھودنے اور چیر پھاڑ کرنے کے اوزار بھی انھوں نے بنائے۔ کام میں صفائی پیدا ہونے لگی۔ اسوقت آدمی پہاڑ کی کھوہوں میں رہتے تھے۔ کرنول کے نزدیک ایک ایسی ماند کھود کر نکالی گئی ہے۔ اس ماند میں بہت ایسے جانوروں کی ہڈیاں ملی ہیں جو اُبکل مفقود ہیں۔ ان لوگوں کو آگ نکالنا آتا تھا اور آگ سُلگانے کے لیئے لکڑی اور اُپلی کام میں لاتے تھے۔ بیشک یہ لوگ بڑے مشاق شکاری تھے چنانچہ دو سو ہڈی کے بنے ہوئے ہتھیار بھی ملے ہیں یہ لوگ نرے گوشت خوار تھے مگر گوشت کو آگ پر سینک کر کھاتے تھے۔ ممکن ہے کہ شیطانوں کی پرستش بھی کرتے ہوں اور انسان و حیوان دونوں کی قربانیاں چڑھاتے تھے ہڈیوں پر کسی قدر نقش و نگار بھی بناتے تھے۔ اُن دنوں افریقہ سے آسٹریلیا تک لگاتار پھیلی ہوئی سرزمین تھی۔

اُن آدمیوں کی اولاد ابھی تک آسٹریلیا - جزیرۂ انڈمین اور مکران کے کنارے رہتی ہے
اس قوم کا نام نگرِ ٹو رکھا گیا ہے - قابل مصنفوں نے غیر ڈراوڑ لکھا ہے -
مابعد کے قدیم پتھر کا زمانہ - پہلے قدیم پتھر کے زمانے کے نشان صرف جنوبی ہند میں
پائے جاتے ہیں مابعد کے قدیم پتھر کے زمانے کی بنی ہوئی چیزیں شمالی ہند میں بہت
پائی جاتی ہیں - جنوبی ہند میں بلاری - سالم - مدرا - انکی شائستگی کے مرکز تھے - شمالی
ہند میں برما سے دریائے سندھ کے دہانے تک انکی بنائی ہوئی چیزوں کا سُراغ
لگتا ہے - جدید محققوں کا خیال ہے کہ یہ لوگ کول کی قوم سے تھے - ویدوں میں
انھیں کا نام نِشادَ ہے پُرانوں میں نِشادَ قوم کی شکل و شمائل ایسی لکھی ہے - کوّے
سے کالے ناٹے چھوٹے ہاتھ والے - اونچے جبڑے والے - چپٹی ناک والے - لال آنکھیں
والے - اور تانبے سے بال والے -
ممکن ہے کہ کول قوم کے لوگ سیام اور کمبوڈیا ملکوں سے آئے ہوں اور رفتہ رفتہ
شمالی ہند فتح کرکے دکھن تک پہونچے ہوں یہ لوگ غیر ڈراوڑوں کے ساتھ مل جُل گئے
ان لوگوں کے آنے کے وقت تک ملک ہند سمندر کے سبب سے جداگانہ ہوکر آجکل کا
ہندوستان ہوگیا تھا یہ لوگ فقط شکاری نہیں تھے بلکہ کھیتی بھی کرتے تھے زیادہ تر پھل
اور جڑیں کھاتے تھے لڑائی کے حربوں کے سوا خانہ داری کے ظروف بلور سے پتھر کے
بنے ہوئے ملتے ہیں - یہ لوگ لکڑی کے اوزار بھی بناتے تھے - چھوٹی جھونپڑیاں بناکر
رہتے تھے - مٹی کے بھدے برتن بھی بنا لیتے تھے - بلاری اور مرزاپور کے ضلعوں میں
انکے بنائے ہوئے نقش ونگار بھی پائے گئے ہیں - یہ نقش ونگار سیندر سے بنائے ہیں -
کمبل - لانگل - ڈامبل یہ تینوں لفظ کول قوم کی زبان کے ہیں - کچھ مقاموں

کے نام بھی کول کے زبان کے ہیں ۔ بھیل اور سنتھال کی قومیں انھیں کی اولادیں ہیں۔

فلزات کا زمانہ۔ کول قوم کے آنے کے بہت دنوں بعد ایک اور قوم شمالی ہند میں آئی۔ یہ لوگ تانبے کا استعمال جانتے تھے ۔ تانبے کے اوزار بہار سے بلوچستان تک پائے گئے ہیں ۔ تانبے کی کلہاڑیاں ۔ تلواریں ۔ بھالے بھی برآمد ہوئے ہیں ۔ انگشتری نما سکّے (Ring money) کے طور پر ایک طرح کا سکّہ بھی مین پوری کے ضلع میں ملا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ جنوبی ہند تک نہیں پہنچ سکے ۔ آخر کول قوم کے ساتھ مل گئے جنوبی ہند کے باشندے آخری قدیم پتھر والوں کے بعد فوراً لوہے کو کام میں لائے ممکن ہے کہ یہ ہنر ادھوں نے دراوڑ قوم سے سیکھے ہوں ۔

دراوڑ قوم کا حملہ۔ ابھی آجکل زمین کے اندر سے بہت اس طرح کی چیزیں جیسے مہر ۔ مٹی کے نقشی برتن ۔ قبروں کے مُردے ۔ خانہ داری کے سامان ۔ اِن مقاموں سے کھودکر نکالے گئے ہیں ۔

(۱) مقام ہڑپّا ضلع منٹگمری صوبۂ پنجاب ۔

(۲) مقام منجدارو ضلع لرکنا صوبۂ سندھ ۔

اِن چیزوں کے ساتھ بلوچستان ۔ ٹنولی ۔ مسوپوٹیمیا یونان کے جنوبی مجمع الجزائر کی نکلی ہوئی چیزوں کو بہت مشابہت ہے ۔ اسلئے عالموں کو یقین ہے کہ مسیح کی پیدائش سے پانچہزار برس پہلے یہ لوگ اپنا وطن یعنے بحر روم کا مشرقی حصّہ چھوڑ کر ایشیائی کوچک مسوپوٹیمیا ۔ فارس اور نزدیک کے ملکوں کی سیر کرتے ہوئے شمالی و مغربی درّے سے ہندوستان میں داخل ہوئے پھر پنجاب کو مرکز قرار بنا کر یہ لوگ تمام

ملک میں بس گئے۔ ہندی اور بنگلہ زبانوں میں بہت سے الفاظ موجود ہیں جنکی اصلیت تامل ریاست سے ہے۔ قلات (بلوچستان میں) وحشی لوگوں کی زبان تامل زبان سے بہت مشابہ ہے تامرلپتی (جسے آجکل تملوک کہتے ہیں بنگالے میں) کا قدیم نام دمل لپتی تھا۔ پالی ادبیات میں انکا نام دمل ہے۔ سنسکرت میں درمیدہ ہے۔ ہیرڈوٹس یونانی مصنف (مسیح کے قبل ۴۸۴ء میں پیدا ہوا) کا یہ بیان ہے کہ جب یہ لوگ کریٹ میں رہتے تھے تو ان کا نام ٹرمی لائی یا ٹرملی تھا۔ انکی اولاد آجکل ڈراوڑ کہلاتی ہے۔

الغرض تامل قوم نہایت شائستہ تھی۔ وہ لوگ لوہے کی چیزیں بناتے تھے اور مُردوں کو مٹی کے صندوق میں بند کر کے انکے پہلو میں کھانے کا سامان اور حربے اور کپڑے رکھدیتے تھے۔ مردوں کو دفن کرنے کی رسم قدیم وقتوں میں کریٹ سائپرس اور مسوپوٹیمیا میں جاری تھی۔ ٹنولی ضلع کی قبروں کو ڈھونڈھنے سے اُس وقت کے لوگوں کی زندگی بسر کرنے کے طریقے بہت سے دریافت ہوئے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھیتی کرتے تھے۔ چاول۔ جوار کھاتے تھے۔ دھوتیاں بُننے کا ہنر خوب جانتے تھے۔ سونے کے گہنے پہنتے تھے۔ سر پر سونے کا تاج رکھتے تھے۔ کڑے بالیاں بھی پہنتے تھے۔ مرد لمبی ڈاڑھیاں رکھتے تھے۔ عورتیں بہت خیال کے ساتھ اپنے بال سنوارتی تھیں۔ ہاتھی گھوڑے بھی سواریوں میں کام آتے تھے۔ اور لوہے کے حربے اور وزار استعمال ہوتے تھے۔ لکھنے کا ہنر بھی جانتے تھے۔

تامل سوداگری بھی خوب کرتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے جہازوں پر دُور کے ملکوں کے ساتھ جیسے چلڈیا بابل۔ اسیریا کیساتھ سوداگری کرتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی ریاستوں

میں ایک راجا کے ماتحت رہتے تھے۔ تانبے کے سکّے بھی بناتے تھے۔

اون کا ایک دین بھی تھا وہ خدا کو مانتے تھے اور شیو جی بھومی جی ناگ جی کی پرستش کرتے تھے۔ ویدوں میں اون کا حال یہ لکھا ہے۔ یہ لوگ اندر اور اگنی کو نہیں مانتے تھے۔ ہوم نہیں کرتے تھے۔ وید کو نہ مانتے تھے۔ برہمنوں سے برخلاف تھے۔ وہ لوگ سیکڑوں پھاٹک والے بڑے شہروں میں ایک ایک راجا کے اختیار میں رہتے تھے۔ گائے۔ گھوڑے۔ رتھ کا عمدہ استعمال کرتے تھے۔ بڑے مالدار ہوتے تھے۔ سونا اور جواہر کام میں لاتے تھے۔ رتھ پر سوار ہو کر اچھے اچھے حربوں سے لڑتے تھے۔ اپنے دیوتاؤں کو راضی رکھنے کے لئے قربانی چڑھاتے تھے۔ آریا عابدونکے جگ میں یہ لوگ خلل ڈالتے تھے۔

بہت دن ایک جگہ رہنے کے باعث سے یہ لوگ بھی کول لوگوں سے ملگئے ہندوستانی آریونکے آنے کے پہلے ہی سے دکھن میں بسگئے تھے۔ آریونکی آمد کے بعد اونکی کثرت اور زیادہ ہوئی آخر شمال سے اگست اور دوسرے عابدون نے جاکر انھیں بہت سے علم و فن سکھائے جن سے وہ ناواقف تھے۔ اسلئے خالص تامل زبان میں سنسکرت لفظ بالکل نہیں پائے جاتے۔ فقط حکمت۔ نجوم۔ ریاضی۔ فقہ کے علموں میں سنسکرت لفظ پائے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ آریا بھی اونکے معبودوں کی پرستش کرنے لگے۔

اسی طرح سب کاروبار آپس میں کرتے کرتے دراوڑ قوم کو ہندی آریوں سے تعلق ہوا۔ دیبیوں کی پوجا کے قاعدے تانترک طریقے انھیں کی شائستگی کے نتیجے ہیں۔ آج کل دراوڑ قومیں چار زبانوں میں بات چیت کرتے ہیں وہ زبانیں یہ ہیں۔ تامل۔ ٹیلوگو۔ کناری۔ ملایلم۔ انکا علم ادب بھی بہت معقول ہے۔

منگول قوم کے حملے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قوم منگول شمالی و مشرقی درّوں میں سے ہوکر ہندوستان میں آئے۔ مگر اس کی تحقیق نہیں کہ کس زمانے میں وہ آئے یہ چین کے باشندے تھے۔ انکی نسلی آجکل ہمالیہ کی ترائی اور برما اور آسام اور بنگالے میں پائی جاتی ہے۔ بہت دنوں کے بعد ہن۔ مغل۔ جو اسی قوم میں سے تھے شمال و مغرب کی طرف سے ہندوستان میں آئے۔ بہت دنوں تک ایک جگہہ رہنے کے سبب سے یہ لوگ بھی رفتہ رفتہ اس ملک کے قدیم باشندوں کے ساتھ مل جُل گئے۔

سب قومیں مل جُل کر جو آجکل کی جدید قوم ہے۔ اسی طرح تاریخی زمانے کے پہلے ناشائستہ چھوٹی چھوٹی قومیں ہند میں آکر رہنے سہنے لگیں اور اونکے ساتھ بیاہ شادی بھی کرنے لگیں۔ یہ سب ملکر آجکل کی ہندوستانی قوم سمجھی جاتی ہے۔ انکی خون کی آمیزش اسطرح ہوئی کہ اب کوئی اسکا پتہ نہیں لگا سکتا کہ اب آریا خون کسی خاص قوم میں شامل ہے۔ تاہم اس مُلک کے رہنے والوں پر ڈرور قوم کے بعد آریا آنے والوں کا اثر اتنا پڑا ہے کہ ہم لوگ آریا ہی لوگوں کو اپنے آبا و اجداد جانتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ شمالی ہند کی بڑی نسل کے لوگ اور دکھن کے مہاراشٹر اور ملیبار ملک کے برہمن لوگ انھیں آریوں کی نسل سے ہیں۔ آریوں کے بعد شک ہُن۔ قوموں کے لوگ اس ملک میں یکے بعد دیگرے آکر قدیم باشندوں کے ساتھ ایسے آمیز ہو گئے ہیں کہ پتہ لگانا سخت دشوار ہے کہ کون شخص کس خاص نسل سے ہے۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ان سب میں آخر آنے والے لوگ محض وحشی تھے اسلئے آریا لوگوں کی تعلیم و تربیت کے محتاج رہے اور اپنی قومیت جداگانہ قایم نہ کرسکے۔ مگر مسلمان لوگ یہاں آکر اپنی قومیت

کی حفاظت ابھی تک جو اتنی کر رہے ہیں اُس کا خاص باعث اُن کا مذہبی تعصب ہے اور ہند کے باہر اسلامی دنیا کے ساتھ اُن کا پورا تعلق ہے۔ پھر بھی بہت باتوں میں ہندو مسلمانوں کا باہمی تعلق بڑے درجے تک ہے۔ اس روداد سے بہت قومیں آکر ہندوستان کے لوگوں کے ساتھ ایک قوم بنگئی ہیں۔

(۳) آریہ لوگوں کا حملہ

ڈرور قوم جب اس ملک میں آئی اسکے کچھ کم دو ہزار سال بعد آریاؤں کی آمد ہوئی۔ ابھی تک یہ بات تحقیق نہ ہوئی کہ آریا لوگوں کا اصل وطن کہاں تھا۔ پنڈت بال گنگادھر تلک کی تحقیق یہ ہے کہ ان لوگوں کا اصل وطن بحر شمالی کے نزدیک تھا۔ آجکل کے چند محققوں کا قول ہے کہ وہ بیرونی ملک سے نہیں آئے اور اُن کا اصل وطن سپت سندھو نام کا ملک تھا۔ جو کچھ ہو زیادہ تر محققوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ لوگ ہند کے اندرونی حصے کے رہنے والے نہیں تھے اور اُتر کی طرف سے مسیحؑ سے قریب تین ہزار برس پہلے یہاں داخل ہوئے۔ فقط یہ نہیں بلکہ ارباب تحقیق کا فیصلہ یہی ہے کہ آریا قوموں کی مختلف شاخیں فارس۔ مسوپوٹمیا۔ ایشائے کوچک یورپ کے کئی ملکوں میں جاکر بسگئی تھیں۔ جو لوگ ہند میں آئے اُن کا نام ہندی آریا۔ یا انگریزی میں انڈو آرین ہوگیا مختلف ملکوں میں جانے کے پہلے انکی طرز معاشرت کا سراغ بہت ہی کم ملتا ہے تاہم ایسے لفظ جو ہم لوگ اور یورپ کے باشندے بھی کام میں معمولی طور سے لاتے ہیں غور سے جانچ کر زباندانوں نے یہ رائے قایم کی ہے کہ جب یہ لوگ ایک ساتھ رہتے تھے

اُسی وقت وہ ان سب کاموں کو جانتے تھے - کھیتی کرنی - مویشی پالنے - گھر بنانے - گاڑی اور ناؤ بنانے - تانبے اور لوہے کے برتن اور اوزار بنانے - اور سن کاتنا - یہ چھوٹے چھوٹے فرقوں میں تقسیم ہو کر رہتے تھے - کئی خاندان ملکر ایک فرقہ بنتا تھا - ہر فرقے کا مالک راجہ ہوتا تھا - ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے ساتھ بیاہ شادی کرتے تھے -

پھر ارباب علم کا خیال ہے کہ ہندی آریا ایک ساتھ مجمع کرکے ایک وقت میں ایک ہی راستے سے داخل نہیں ہوئے - متفرق طور سے آنے میں ہزار ڈیڑھ ہزار برس کا عرصہ گذر گیا - پہلا مجمع خیبر کی گھاٹی کو طے کرکے قدیم باشندوں سے لڑبھڑ کر پنجاب میں بود و باش کرنے لگا - اس کے بعد جب دوسرے مجمعوں کا دباؤ پڑا اُسوقت دریائے گنگ کے کنارے کنارے بہار - بنگالے - ہمالیہ کی ترائی اور کاٹھیاوار اور مہاراشٹر ملکوں میں بڑھ آئے - دوسرے مجمع والے ان سب کو براتیا کہنے لگے -

براتیا کا بیان دوسرے مجمع والوں سے اور دوسرے آریاؤں سے رسم ورواج میں بہت فرق تھا - پہلے مجمع کے لوگ ٹیڑھی پگڑی - کنارے دار دھوتیاں اور اور روپہلے گہنے پہنتے تھے - دوسرے مجمع والے سیدھی پگڑی سادی دھوتیاں اور سنہرے گہنے پہنتے تھے - پورب میں جاکر پہلے مجمع والوں نے کئی مضبوط قوموں کے راج جیسے شاکیا - ملا - لچھوی قایم کئے - پہلے پہل ان لوگوں میں ذات کا تفرقہ نہیں تھا - بعد اسکے ان لوگوں نے دوسرے مجمع والوں سے مصالحت کرلی اور ذات میں لے لئے گئے -

دوسرے مجمع کے ہندی آریا بھی پچھم اُتر کی طرف سے اس ملک میں آئے - یہ پہلے

مجمع کے آریوں کو بھگاکر سپت سندھو کے ملک کے (آجکل اس ملک میں پنجاب۔ کشمیر گاندھار شامل ہیں) برہماورت دوآب میں بس گئے۔ آجکل کی دہلی کے اُتر طرف تھانیسور کے قرب وجوار کے مقامات کو اوس وقت برہماورت کہتے تھے۔ برہماورت قدیم آریاؤں کے عابدوں کی ترقی گاہ تھی۔ اسی مقام کو مرکز قرار دیکر آریاؤں نے گرد و نواح کی سرزمینوں کو فتح کرلیا اور افغانستان پنجاب۔ دگنگا جمنا کے کنارے کنارے کی چھوٹی چھوٹی فرقہ بندیوں کی ریاستیں آباد کیں۔

آریاؤں کے رنگ گورے تھے اور بال تانبے کے رنگ کے ہوتے تھے اوسوقت تک ان لوگوں میں ذات کی پابندی نہ تھی۔ تاہم کاہنوں اور سپاہیوں کا درجہ بلند جانا جاتا تھا۔

تیسرے مجمع کے لوگ سمندر کو عبور کرکے آئے۔ ان کا رنگ ساونلا تھا۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ مصر میں مٹی کی تختیاں کھُد کر نکلی ہیں اور انپر کچھ لکھا ہے۔ اس لکھی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سو برس مسیحؑ کے پہلے شام اور مسوپوٹیمیا میں زبان آریہ کے بولنے والے بسے ہوئے تھے اور یہ لوگ ویدک دیوتاؤں کو مانتے تھے۔ ممکن ہے کہ بحیرہ عرب سے عبور کرکے کاٹھیاوار میں آئے ہوں یہ بات تحقیق ہے کہ ایک فرقہ یا دو نامے پہلے کاٹھیاوار میں بسا تھا اوسکے بعد یہ لوگ متھرا کے جانب نظر رہنے لگے۔ غالبًا یہ سب سامی قوم سے ہر طرح مل گئے تھے۔ اسلئے انکا رنگ ساونلا ہوگیا تھا۔ انھوں نے ویدکے آریا قوم کے ساتھ مصالحت کرلی اور ان کے شاگردانہ پیرو ہوگئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ملیبار۔ مہاراشٹر۔ گجرات کی اونچی ذات کے لوگ انھیں کی نسل ہیں۔

ورن کا بیان - رفتہ رفتہ ورن کا رواج ہو گیا - ورن سنسکرت میں رنگ کو کہتے ہیں - اُتر سے جو آئے تھے اور عابد تھے ان کا رنگ گورا تھا اور دکھن سے جو آئے اور عابدوں کے شاگرد انہ پیرو تھے اِن کا رنگ ساؤنلا اور یہاں کے قدیم باشندوں کا رنگ کالا تھا - اس رنگ پر غور کر کے ورن کا رواج جاری ہوا - چال چلن اور ہنر مندی کا خیال اُسکے بعد پیدا ہوا - عابد لوگ برہمن ورن کے سمجھے گئے - ساؤنلے رنگ کے لوگ کھتری ورن کہے گئے اور قدیم باشندے غلام باشندوں کے مانے گئے - پہلے پہل قوم آریا دِش یعنے باشندے مشہور ہوئے - لیکن ادن کے ذات کی رسم نئی نئی تھی اور وقت پر سب لوگ سب طرح کے کام کر لیتے تھے - وشوامتر اور دیوابی نے اگرچہ کھتری ورن کے تھے مگر ان دونوں نے کاہن یعنے برہمن کا کام اختیار کیا - بسشٹ اگرچہ برہمن تھے مگر اُنھوں نے لڑائی کے حصّے میں مدد دی - بھرگو عابد کی اولاد بڑھئی کا کام خوب کرتی تھی - استعمال کے رو سے ہر کام اچھا سمجھا جاتا تہا -

آریوں کی بستیاں اور وسعت - بیان ہو چکا ہے کہ ہندوستان میں آکر ہندی آریاؤں نے سپت سندھو میں اور اُسکے بعد گنگا اور جمنا کے دوآب میں بہت چھوٹی چھوٹی فرقہ بندی کی ریاستیں قایم کیں - ویدوں میں ایسی بہت سی ریاستوں کا نام آیا ہے سپت سندھو کے ملک میں انو - یدو - ترُوش - شبی ریاستیں تھیں -

برہماوت - کے دوآب میں کورو اور پوڈو دو ریاستیں تھیں - گنگا اور جمنا کے

دوآب کے گرد و پیش اور درمیان کاشی ۔ کوشل ۔ متسیا ریاستیں موجود تھیں
ہمالیہ اور بندھاچل اور پریاگ اور سرستی دریا کے درمیانی سرزمین، مدھ دیش کے
نام سے مشہور ہوئی ۔ اس کے بعد بہار میں انگ ۔ بدیہہ ۔ مگدھ راج ظاہر ہوئے ۔
بعد اسکے انہیں وسیع مقاموں کا نام آریا ورت ہوگیا ۔

ذاتوں کا خلط ملط ۔ یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ ہندی آریا قوم کے مختلف
فرقوں کے لوگ آخر وقت تک مل جُل گئے لیکن یہ معاملہ اسی درجے تک تمام
نہیں ہوا ۔ یہ لوگ مفتوح باشندوں کی عورتوں کے ساتھ شادیاں کرنے لگے ۔
اس طرح انکی نسل کا پاک اور خالص ہونا باقی نہ رہا ۔ پھر ڈرور قوم اور آریا قومیں
نے اختلاط بڑھایا ۔

دکھن میں ہندی آریا ۔ اسی طور سے اصل باشندے تامل قوم اور نشاد قوم کو شکست
دیکر آریوں نے اپنا غلام بنا لیا ۔ اسی سے یہ قومیں داس کہلائیں شکست کھا کر بھی یہ قومیں
آریاؤں کو بہت چھیڑتی تھیں کبھی اُنکی آبادیوں پر حملہ کرکے تاخت وتاراج کرتے تھے ۔
کبھی اُنکے پلے ہوئے جانوروں کو چُرا لیجاتے تھے ۔ اور کبھی اُنکی عبادت کی چیزوں
اور جگہوں کو تباہ کرتے تھے ۔ اسلئے آریا لوگ انکو راکشش ۔ اسور ۔ اور دشو ۔
کہنے لگے ۔ مگر بہت دنوں تک ایک ہی جگہ سکونت رکھنے کے سبب سے رفتہ رفتہ میل
جول پیدا ہوگیا ۔ یہانتک کہ آریاؤں نے اپنی جماعت میں بھی اُنھیں شامل کر لیا ۔
اس طرح بہت سے دڑوڑ لوگ شمالی ہند سے نکالے جانے پر دکھن کی طرف
بڑھ گئے اور وہاں سکونت اختیار کرلی ۔ کچھ بلوچستان کی سمت چلے گئے ۔ یہاں اب بھی
اُنکی نسل پائی جاتی ہے ۔ ہندی آریاؤں نے جب تمام آریا ورت تابع کرلیا تو دکھن

طرف رُخ کیا۔ اگست نامی ایک عابد پہلے پہل دکھن میں جاکر بس گئے۔ تامل کی ادبی کتابوں سے سُراغ ملتا ہے کہ اگست عابد نے تامل زبان میں برن مالا (حروف تہجی) سنگیت ودیا (موسیقی) شلپ شاستر (معمولی کاریگریاں) اور نیتی شاشتر (سیاسیات) کی کتابیں لکھیں۔ اور جنگل کاٹ کر شہر بسائے۔ رفتہ رفتہ اور بہت آریا لوگ دکھن میں جاکر سکونت پذیر ہو گئے۔ چنانچہ آریا عابد تمام ہندوستان میں حاوی ہو گئے۔

(۴) وید کے وقتوں کی آریا قوم

چار وید۔ وید کے معنی جاننا۔ مگر قدیم آریا عالم دین اور اُنکی نسل اسکو خالص عقل کی کھان جانتے ہیں۔ اُن کا پورا اعتقاد ہے کہ وید انسانی تصنیف نہیں بلکہ خدا کے الہام سے بنے ہیں۔ اسی لئے اس کا دوسرا نام سُرُوتی بھی ہے یعنے جو کان سے سُنا گیا۔ بہت دنوں کے بعد جب وید خوب شایع ہو گئے تو عابد ویاش نے پورے مجموعے وید کو چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ ویدوں کے نام سلسلے وار یہ ہیں۔ رگ۔ یجُور۔ شام۔ اتھرو۔ رگ وید میں یگ کرنے کے اور دیوتاؤں سے دعا مانگنے کے منتر پائے جاتے ہیں۔ یگ کرنے کے وقت گانے کے لایق گیت شام بید میں ہیں۔ یگ کرنے کے ٹھیک قاعدے یجُور وید میں ہیں اور جھاڑ پھونک کے منتر اتھرو وید میں ہیں اسی میں ویدک (طبابت) اور دھنر وید (تیر اندازی کے قاعدے) بھی مندرج ہیں۔

وید کا علم ادب۔ ہر ایک وید کے دو حصّے ہیں۔ منتر کے حصّے کو سنہتا کہتے ہیں اور اُس حصّے کو جسمیں کاہن کے فرائض اور منتروں کے معنی لکھے ہیں۔

برہمن کہتے ہیں۔

برہمن کے آخری حصّے کا نام آرن نیک ہے اور اپنشد بھی اسی کا ایک حصّہ ہے۔ سمہتا اور برہمن کرم کانڈ سے علاقہ رکھتے ہیں۔ آرن نیک اپنشد گیان کانڈ سے متعلق ہیں۔ اپنشد میں آتما پر تما۔ کرم پھل اور مکتی کے بارے میں بہت فلسفیانہ بیانات ہیں۔ ہم لوگ جیسے کام پہلے جنم میں کرینگے اُس کا پھل دوسرے جنم میں بھوگنا پڑیگا۔ برتمان جیون یعنے حال کی زندگی کے چین اور تکلیف پیدائش اور بڑی عمر سب کی جڑ کرم پھل ہے۔ اچھا کام کرنے سے آرام ملتا ہے اور بُرا کام کرنے سے دُکھ ملتا ہے۔ اسی سبب سے ملک کے عالموں نے سُکھ دُکھ اور جنم مرن سے چھٹکارا پاکر مُکتی پانے کی تلاش میں اپنی ساری اوقات اور عقل کو صرف کیا ہے۔

یگ کرنے میں وید کے منتروں کا صحیح اور درست طور سے پڑھنا بڑے ثواب ملنے کا وسیلہ ہے۔ اسی لئے چھ بید انگوں کا ظہور ہوا۔ اون کے نام یہ ہیں۔ سکھشا۔ کلپھ۔ دیاکرن۔ جوتش۔ چھند۔ نرکُت۔

سکھشا میں لفظ کو ٹھیک طور سے تلفظ کرنے کا قاعدہ بتلایا جاتا ہے۔ نرکت میں مرادف لفظوں پر توجہ کی ہے۔ کلپھ سوتر کے تین حصّے ہیں اور اِن میں چند الفاظ کے بیان کامل طور سے مجتمع کئے ہیں۔ اسلئے اسکا نام سوتر ہوا ہے اسکے تین حصّے جو کہے جاچکے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) سُروُت سوتر۔ اس میں طرح طرح کے یگ کرنے کے قاعدے درج ہیں۔

(۲) گریہ سوتر۔ اونچے درجے کے لوگوں کے فرائض پیدائش سے موت تک۔

(۳) دھرم سوتر - یہ کتاب سمرتی شاستر کی اصلیت ہے -

پھر یگ کرنے کی بیدی بنانے اور ہوم کرنے کے وقت لکڑی رکھنے کے ٹھیک قاعدے جاننے کے لئے اقلیدس ([illegible]) ظاہر ہوا - شام وید سے گندھر وید یلشنکیت شاستر (موسیقی) کی بنیاد پڑی -

وید کے وقتوں کی تہذیب - وید کے منتر کا وجود کس وقت شروع ہوا یہ آجتک تحقیق نہیں ہوا - ہندوستان کے عالم سمجھتے ہیں کہ مسیح سے دس پندرہ ہزار برس پہلے اسکا ظہور ہوا - مگر یورپ کے عالموں کی تجویز میں رگ وید جو کہ سب ویدوں سے پیشتر ہے مسیح کے دو اڑھائی ہزار برس پہلے اسکی ترتیب شروع ہوئی جو کچھ ہو مگر یہ ضرور ہے کہ رگ وید اور سب ویدوں میں مقدم کہا گیا ہے - اسکے سب منتر ایک شاعر نے ایک ہی وقت میں موزوں نہیں کئے - اس میں مختلف وقتوں میں مختلف شاعروں کا کلام جمع ہے - رگ وید کے پڑھنے سے وید کا دین اور اُس وقت کے آریاؤں کے رسم ورواج بخوبی دریافت ہوتے ہیں -

وید کا دین - اس دین کی یہ خاص بات ہے کہ یہ سب سادہ اور دلپذیر ہے - باہری ڈھکوسلے اور باطل تکلفات کے نام تک ان میں نہیں - وید کے زمانے کے لوگوں کا دل بچوں کی طرح سادہ اور پانی کی طرح صاف تھا - وہ بچوں کی طرح نور الٰہی کے معتقد اور ظلمت بیدی سے دُور رہتے تھے -

ان چیزوں نے پہلے پہل اُنکے سادے دلوں میں بڑا اثر پیدا کیا ہوگا - نیلا نیلا بیحد کنار آسمان - پرسبزہ زار زمین - طلوع ہونے والا سورج - صبح کی دھیمی روشنی - اندھیرا مٹانے والی آگ - تاروں سے بھرا ہوا آسمان - تھکاوٹ دُور کرنے والی ہوا - وغیرہ وغیرہ - رفتہ رفتہ اُن کو یہ خیال پیدا ہوا کہ قدرتی نظاروں کی ان چیزوں کے اندر ایک

حکومت کرنے والے دیوتا ہوں اور انکی خدمت کرنے سے دنیا کی نعمتیں حاصل ہونگی۔
آخرکار استوتیوں (دعاؤں) کے ساتھ یگ بھی ملائے گئے۔پس۔اندر۔ اگنی۔
سورج۔وایو۔برُون۔ وید کے خاص الخاص دیوتا مانے گئے ہیں۔
غیر آریہ دشمنوں پر فتح پانے کے لئے۔مال و دولت طولانی عمر اور کثرت اولاد
ہونے کے لئے ویدکے وقت کے آریہ ہمیشہ ان دیوتاؤں سے التجا کرتے تھے۔
رگ وید میں کُل ۳۳ دیوتاؤں کا ذکر ہے۔اگرچہ ویدوں میں مختلف دیوتاؤں
کی خدمت کرنے کا بیان ہے۔تو بھی آریہ خوب جانتے تھے کہ سب ایک ہی ابدی
ازلی خدا کے جُدا جُدا نظارے ہیں۔جیسے رگ وید کے ایک شعر کے معنی ایک ہی
پرماتما کو رشی لوگ جُدا جُدا ناموں سے پکارتے ہیں۔ اُسی کو کبھی اگنی کبھی یم (موت)
اور کبھی ماتری شوان کے ناموں سے پکارتے ہیں۔
یگ کا سچا مطلب تیاگ ہے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے اور اُنسے آشرباد (برکت) ملنے کے
واسطے ایسی چیزوں کا تیاگ کرنا (چھوڑ دینا) جن چیزوں کو ہم بہت ہی عزیز رکھتے
ہیں پھر قدیم آریہ عابدوں کا خیال تھا کہ دیوتاؤں اور راکشسوں سے ہمیشہ لڑائیاں
ہوتی رہتی تھیں۔پس دیوتاؤں کی قوت بڑھانے کے لئے اون سے ہمیشہ التجا کرنا
اپنا فرض سمجھتے تھے۔پہلے یگ کرنے کی رسم بہت سیدھی سادی تھی۔رفتہ رفتہ
تکلف ملکر اوس کا طور ہی بدل گیا۔

جماعت کا انتظام۔آریہ لوگ چھوٹی چھوٹی بہت ریاستوں میں تقسیم ہو کر ایک ایک
راجہ کی رعیت بنکر رہتے تھے۔راجہ لوگوں کے رہنے کے لئے۔گڈھ تھے۔

اور یہ تاجدار بڑی شان کے ساتھ دربار کرتے تھے دربار میں) وزیر - ایلچی - درباری
بڑا ہجوم کئے رہتے تھے - راجا اپنی خوشی سے سب کام نہیں کر سکتے تھے - اُنکو
ضرور تھا کہ پنچایت کی رائے لیکر کام کریں - پنچایت کو سمیتی کہتے تھے - سمیتی میں راجا بھی
شریک رہتے تھے - لوگ اُن سے ہمیشہ ڈرتے تھے - سمیتی میں سب طرح کی
مُلکی اور جماعتی باتوں پر گفتگو ہوتی تھی - راجہ کا محل لکڑی کا بنتا تھا - اون کی سواری ہاتھی
یا رتھ پر نکلتی تھی - مالدار لوگ چین سے رہتے تھے - اونکی رتھ میں چار گھوڑے جوتے
جاتے تھے اور کاہنوں سے بہت سلوک کرتے تھے (دان دیتے تھے) مگر زیادہ تر
لوگ محتاج رہتے تھے - اور بڑے بڑے سود پر قرض لیتے تھے - وہ قرض سے
چھوٹنے کے لئے سدا برُدوں سے التجائیں کرتے تھے - کبھی کبھی قحط پڑتا تھا - کھیتی
کا رواج زیادہ تھا - کھیت سینچنے کے لئے نہریں نکالی جاتی تھیں - گائے - بھیڑ -
بکری ایسے ایسے جانور بھی پالے جاتے تھے -

شوہر اور زوجہ سب اُونی اور روئی کے کپڑے پہنتے تھے - دُلھن اپنے ہاتھ سے
دولھا کا کپڑا بنکر تیار رکھتی تھی - لوگ طرح طرح کے گوشت کے علاوہ دودھ -
گھی - چاول - جو کی روٹی اور پھل کھاتے تھے - اور سوم کا رس اور شراب پیتے
سوداگر سوڈانڈوں کی ناؤں پر بیٹھکر دُور دراز ملکوں کے ساتھ سوداگری کرتے
تھے - زیارت کو جاتے وقت پہلے اندر کی استوتی کرنے کا قاعدہ تھا - ورن
بھید کا قاعدہ بھی جاری ہو گیا تھا - مگر ذات کا خیال نہ تھا - بیاہ شادی میں کوئی
عذر کاوٹ نہیں تھی -

آجکل جسطرح گھوڑ دوڑ ہوتا ہے اوسی طرح اوسوقت رتھوں کی دوڑ ہوتی تھی۔ چلنے والے گھوڑوں کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ شکاری کتوں کو لیکر لوگ شکار کرتے تھے۔ جوا کھیلنے کا بھی رواج تھا۔ فوج چار طرح کی تھی۔ چھتری ورن کے لوگ اکثر جنگ و جدال کا کام کرتے تھے۔ مگر برہمن بھی میدان جنگ میں موجود رہا کرتے تھے۔ لڑائی کے وقت نقارے بجتے تھے اور علم لہراتے تھے۔ کمان۔ تبر۔ برچھے کٹار۔ گرز۔ اور لٹھ لیکر لڑتے تھے۔

جماعت میں عورتوں کی بڑی عزت تھی۔ شوہر کے ساتھ زوجہ بھی روز جگ کرتی تھی۔ کچھ لوگ لڑکیوں کی عمدہ تعلیم کرتے تھے۔ ایک راجہ کی بیٹی گھوشا۔ ممتا۔ اپالا۔ وشواارا عورتوں کے بنائے ہوئے منتر بھی رگ وید میں پائے جاتے ہیں۔ عورتیں کبھی میدان جنگ میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ پردے کی رسم اور بچپنے کی شادی کا وجود نہ تھا۔ لڑکیوں کا سویمبر بھی تھا۔ عمر بھر بعض لڑکیاں نا کتخدا رہتی تھیں۔

یجور وید کا زمانہ۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تمام رگ وید میں یگ کے وقت گانے کے لایق گیت ملتے ہیں۔ یہ سب گیت خاص کر کے رگ وید سے لی گئی ہیں اس لئے تواریخی نظر سے ان کی قدر کم ہے۔ مگر یجور وید بذات خود جداگانہ مجموعہ ہے اسلئے اسکا مرتبہ تواریخی نگاہ میں بڑا ہے۔

یجور وید کے پڑھنے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اوس زمانے تک آریہ لوگ سپت سندھو سے نکلکر مدھیہ دیس تک پھیل گئے تھے اور یگ کرنے کے قاعدے نہایت سخت ہوتے جاتے تھے اون دنوں لوگوں کا

یہ خیال تھا کہ یگ نہ کرنے ہی سے گناہ ہوگا۔ یگ کے رواج کی زیادتی کیساتھ ساتھ برہمنوں کے اختیارات بھی بڑھتے جاتے تھے۔ ورن بھید کی رسم بخوبی قایم ہو گئی تھی۔ اب رفتہ رفتہ بہت سی چھوٹی چھوٹی ذاتیں بھی پیدا ہو رہی تھیں۔ رگ وید سے یہ بھی دریافت ہوتا ہے کہ اُن دنوں کے آریا لوگ قدیم باشندوں سے اتنا ہل مل گئے تھے کہ وہ ان کے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔

وید کے دین کا زوال۔ ایسے ایسے ظاہری تکلفات نے وید کے اصلی دین کو بگاڑ دیا۔ پہلے کی سادگی بالکل باقی نہ رہی۔ ایک ایک یگ کو آغاز تا ختم کرنے کے لیے کئی سال تک بہت سی دولت اور نہایت محنت و مشقت کی ضرورت ہوتی تھی۔ یگوں کے سبب سے برہمنوں کا اختیار بڑھ گیا اور ذی اختیار ہوکر اُن کی دینی پاکیزگی باقی نہ رہی۔ اس وجہ سے رفتہ رفتہ لوگ یگ سے کنارہ کش ہونے لگے۔ اس کا نتیجہ اپنشد میں نظر آتا ہے۔ اس تحریر میں علم الٰہی یا برہم بدیا کو یگ سے افضل مانا ہے۔ اسکے علاوہ بودھ جی نے اپنا پاک پیغام سُنا کر تمام لوگوں کو اپنے اختیار میں کر لیا۔

(۵) مابعد ویدی زمانہ (پہلا حصّہ)

زمانہ وید کے بعد جو وقت ہوا اُس کا نام ارباب تواریخ نے مابعد ویدی زمانہ رکھا ہے۔ اسی زمانہ میں بید انگ اور اپنشد جنکا بیان ویدی علم ادب میں کیا گیا ہے اور سترِ درشن ایتھاس اور پُران مرتب کئے گئے۔ اسی زمانے میں

ظاہر پرستی کے ڈھکوسلوں کے خلاف بڑے لوگوں نے بڑی بڑی باتیں
کہیں اور آتما اور نجات کی تلاش میں اپنی تمام عقل و دانش صرف کردی۔ اسی وقت میں
قربانیوں سے بھرے ہوئے ویدی دین کے برخلاف بھگوان بودھ دیو نے
قربانیوں اور ایسی خرابیوں سے بری دین کی بنیا ڈالی۔ انھیں دنوں ہندو جماعت
کی رسم و رواج یکجائی مرتب کئے گئے۔ اس ترتیب کا اثر آجتک بہت نمودار
ہے۔ اسی زمانے سے قسم قسم کے دیوتاؤں کی پرستش جاری ہوئی کہ آج تک
ہندو اسکے پابند ہیں۔ بس ہندوستان کی تواریخ پر اس زمانے کا اثر بہت زیادہ
پڑگیا ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اگرچہ اس زمانے کا اتنا زیادہ اثر پڑا لیکن
یقینی درجے تک نہ تحقیق ہوا کہ یہ زمانہ کب سے کب تک معین ہے۔ تاہم مطلب
برآری کے لئے غالباً یہ وقت مسیح سے ۱۵۰۰ برس پہلے سے لیکر مسیح کے سو برس بعد تک
سمجھنا نامناسب ہوگا۔ اسی زمانے کی ضمن میں بودھوں کا دور مسیح سے چھ سو
برس پہلے سے مسیح کے بعد سو برس تک رہا۔

تنتر۔ بہت لوگوں کا خیال ہے کہ بودھ مذہب کے فریق مہایان کے
ظاہر ہونے کے بعد تنتر فریق نمودار ہوا مگر یہ خیال صحیح نہیں۔ تنتر فریق کی قدامت
وید کے مذہب کے برابر ہے۔ تنتروں میں خاص کر کے شکتی پوجا کے قاعدے
موجود ہیں۔ اور اسکے ساتھ ہی علم۔ عبادت۔ افعال۔ خدا کی دوئی اور اس کی
توحید کا ذکر بھی ہے۔ پورانوں کی طرح ان میں رسوم دینی۔ قاعدے۔ جوگ۔
اور قدیم روائتیں بھی بہت شامل ہیں۔ وید کے مابعد ادبیات پر کبھی اتنا اثر شاید ہی

تانترک تعلیموں کے سہارے سے مہایان مت کی اتنی ترقی ہوئی تھی۔ آخر میں بودھ اور تانترک تعلیموں میں شرکت ہوگئی اور تنتروں کا بجائے خود تقرر جاتا رہا۔ آخر وقتوں میں جب ناقابلوں کے اختیار میں یہ بیش بہا طاقت پڑگئی اسی وقت سے اس میں ناپسندیدہ رسمیں داخل ہوگئیں۔ یہاں اتنا کہنا ضرور ہے کہ مارن۔ اچاٹن ستھمن کے طریقے اس وقت کے بعد داخل کئے گئے۔

سمرتی کی کتابیں - کلپ سوتر کے بیان میں کہا گیا ہے کہ دھرم سوتر کی کتابیں کلپ کا ایک حصہ ہے اور وہ سمرتی سے مقدم ہیں دھرم سوتر اور سمرتی کی کتابوں میں فرق یہی ہے کہ دھرم سوتر کی کتابیں مختصر لکھی گئیں اور سمرتی کی کتابیں نظم کی گئی ہیں۔

دونوں میں ایک ہی طرح کے بیان مندرج ہیں۔ دونوں میں ذات کی رسم۔ کفارہ۔ سنسکار اور سزاؤں کی حالتیں لکھی ہیں۔ دھرم سوتر کی کتابیں بہت نہیں ملتی ہیں۔ سمرتیوں میں منو اور یاگیہ ولک کی سمرتی کا ادب ہندو آجتک مانتے ہیں۔ انکے علاوہ ہاریت۔ وشنو۔ آپستمب کی ہوئی سمرتیاں بھی موجود ہیں۔ مگر منو کا دھرم شاستر سب سے پرانا ہے۔

منو کا دھرم شاستر منو کے لکھے ہوئے دھرم شاستر پڑھنے سے لوگوں کو مابعد ویدی زمانے کے جماعتی حالتوں کے بارے میں خوب معلومات ہوئی ہے۔ ان دنوں اونچی ذات کے لوگ ورن آشرم دین پر چلتے تھے۔ تینوں اونچی ذات کے لوگ وید پڑھتے تھے۔ مگر پڑھانے والا برہمن ہوتا تھا۔ شادی بیاہ میں کوئی

رکاوٹ نہ تھی۔ اس سے ہر طرح کی چھوٹی چھوٹی ذاتیں نکل آئی تھیں ان میں سے
کچھ ذاتیں فرقے سے سمجھی جاتی تھیں جیسے مانگدہ اور آبھیر۔
کچھ ذاتیں جہاں رہتی تھیں اوس ملک سے نامزد ہوئیں جیسے
بیدیھ اور ملھہ کچھ ذاتیں پیشوں سے پہچانی گئیں جیسے سوت۔
برہمنوں کا زور تھا۔ قصوروں پر سزا کم پاتے تھے۔ بادشاہی محاصل معاف
تھے۔ اور کم سود پر روپیہ قرض ملتا تھا۔ وہ نوکری نہ کرتے تھے۔ راجا کی بڑی عزت
تھی۔ لوگ اوسکو دیوتا کے برابر جانتے تھے۔ آٹھ وزیروں کی مدد سے انتظام
سلطنت کرتے تھے۔ بادشاہ کو نشے کی چیز۔ جوے۔ شکار سے پرہیز کرنا ہوتا تھا۔
میدان جنگ میں اگر زندگی کا خاتمہ ہو تو بہت اچھا سمجھا جاتا تھا۔ برہمن پیاز اور لہسن
نہیں کھاتے تھے۔ دیوتا پر چڑھا ہوا گوشت کھانے کا دستور تھا۔ اوس وقت تک
بیواؤں کا ستی ہونا جاری نہ تھا۔ عورتیں شوہر سے خلوص رکھتی تھیں اور شوہر کے
مرنے کے بعد بیوگی کی زندگی بسر کرتی تھیں۔ ذات کے موافق قصورداروں کو سزائیں
ملتی تھیں۔ اسکے علاوہ جماعتی سزائیں بھی ملتی تھیں۔ لڑائی کے قاعدے سخت نہ تھے
ملک پر فتح پانے کے بعد شکست خوردہ راجا کے کسی رشتہ دار کو راجا بناتے تھے۔
اسیر فتح مندر راجا آئین میں تبدیلی نہیں کرتا تھا۔ آمدنی کا چھٹواں حصہ بادشاہی محصول تھا۔
لوگ اکثر وید کے موافق یگ کرتے تھے مگر ساتھ ہی مندروں میں دیوتاؤں کی بھی پوجہ
کرتے تھے۔

ذات کے فرق کا رواج۔ رگ وید میں سب سے پہلے ورن بھید کا بیان

مرقوم ہے اس کے مطابق خدا کے سر سے برہمنوں کی پیدائش ۔ بازو سے چھتریوں کی
ران سے ویشوں کی اور پاؤں سے شُدروں کا ظہور ہوا تھا ۔ اس کا اصل مطلب یہ ہے
جماعتی بدن کے یہ سب مختلف اعضا ہیں برہمنوں کا فرض اپنے یا دوسروں کے لئے عبادت
کرنی ۔ خیرات دینی لینی ۔ پڑھنا ۔ پڑھانا تھا ۔

چھتریوں کا فرض عبادت ۔ خیرات دینی ۔ پڑھنا ۔ اور رعیّت کی پرورش
ویش کا فرضی کام عبادت ۔ خیرات دینی ۔ پڑھنا ۔ زراعت ۔ سوداگری ۔ مویشی پالنا
تھا ۔

شودر کا دھرم اونچے ورن والوں کی خدمت کرنا ۔ اور دستکاریاں کرنا تھا ۔
اسکے بعد یجور وید کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طرح طرح کے پیشوں کے
کے مطابق چاروں ورن جو مذکور ہوئے الگ الگ ہو گئے اور بیاہ شادی میں
اس کا لحاظ نہ تھا ۔ اِسلئے مخلوط ذاتیں بھی نکل آئیں ۔
منو نے اپنے دھرم شاستر کے آخر میں مخلوط ذاتوں کا بیان کیا ہے اور ہر ایک
پیشہ رفتہ رفتہ بہت سی مختلف ذاتیں بنگئیں ۔ اور ابتک بنتی جارہی ہیں ۔
ایک ذات دوسری ذات کے ساتھ کھانے پینے اور بیاہ شادی کا ارتباط
نہیں رکھتی ۔
ہر ایک کا پیشہ دوسرے سے جداگانہ ہوتا ہے ۔ آجکل ہندوستان میں تقریباً
ایسی چار ہزار ذاتیں موجود ہیں ۔ ان میں سے کچھ ذاتیں فرقوں سے بنی ہیں جیسے جاٹ ۔
کچھ پیشوں سے بنی ہیں جیسے چمار ۔ کچھ دینی تفرقہ سے بنی ہیں جیسے راماینی اور آریاسماجی

کچھ مخلوط از دواج سے بنی ہیں جیسے پارسو - کچھ رسم ورواج کے فرق پڑنے سے بنی ہیں جیسے بدھوابواہ - اور کچھ دوسرے ملکوں کی سکونت سے بنی ہیں جیسے نمبودری برہمن -

اپنشد اور پرانوں کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت میں برہمن اور چھتریوں کے درمیان اس بات پر لڑائی چھڑ گئی تھی کہ کون درن بڑھکر ہے - اسپر علم وفضل اور خود انکاری کی صفتوں کو عمدہ تر سمجھنے کے سبب برہمن میدان جیت گئے -

فائدے اور نقصان - اس میں کوئی شک نہیں کہ قدیم وقتوں میں جب آریا لوگ اس ملک میں نئے نئے آئے ہوئے تھے اُن دنوں شخصیت کے محفوظ رکھنے کے لئے ذات کے فرق کی ضرورت تھی - ایسا نہوتا تو غیر آریوں کے ساتھ بالکل گھال میل ہو جاتے - ہر پیشہ ایک ایک چھوٹی چھوٹی ذات میں رہنے کے سبب سے وہ خاندانی پیشہ ہوگیا - اور حرفت کے ہنروں کی ترقی ہوگئی - جب حرفتیں قایم ہوگئیں تو جماعت میں صلح اور امن ہوگیا - آپس میں نفاق نہ رہا - پھر ذات ہی کے فرق کے سبب سے بار بار اگرچہ غیر ملک والوں نے حملے بھی کئے تاہم ہندو جماعت ہندو مذہب اور ہندوؤں کے رسم ورواج میں زیادہ خلل نہیں پڑنے پایا -

مگر جتنا زمانہ گذرتا گیا اُتنی ہی مختلف بیشمار ذاتیں ہونے کی خرابیاں بھی محسوس ہوتی گئیں - تمام ملک میں سیکڑوں ذاتوں کے سبب قومی یگانگی کا نقشہ نہ کھچ سکا - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملکی نظر کے اعتبار سے ہمارے ملک کے باشندے پیچھے رہگئے نیچی ذات میں پیدا ہونے کے سبب سے بہت سے قابل لوگوں کی قابلیت کا ظہور نہو سکا -

اوسکی تاثیر یہ ہوئی کہ جماعت کا طریقہ ایک طور سے بندھ گیا اور نئے ایجادوں کا موقع نہ رہا۔ نیچی ذات والوں میں سرگرمی گھٹ گئی اور اونچی ذات والوں کو غرور ہوگیا ان دونوں ذاتوں کے لوگوں کے درمیان حسد پیدا ہوگیا۔ آجکل تعلیم یافتہ لوگوں میں ذات کا لحاظ کم ہوگیا ہے۔ مگر ذی علموں کی تعداد کم ہے اسلئے جماعت کی کیفیت بخوبی بدلی نہیں۔ غرضکہ بیرونی طوفان ہندو جماعت کی اندرونی حالت کو بدل نہیں سکے۔

چار آشرم ۔ عابدوں کو یقین تھا کہ اونچے خاندان میں پیدا ہونے ہی سے لوگوں کو تمام عمر میں تین قرض ادا کرنے ہوتے ہیں۔ انکے نام یکے بعد دیگرے یہ ہیں عابدوں کا قرض۔ والدین کا قرض۔ دیوتاؤں کا قرض۔

غرضکہ انسانی زندگی کے چار حصے ٹھرادئے کہ ہر حصے میں ایک قرض سے مخلصی پائیں۔

(۱) **برہمچریہ** ۔ جینو ہونے کے بعد لڑکے کو اوستاد کے پاس رہکر تحصیل علم و خودداری سیکھنی پڑتی تھی۔ اسطور سے عابدون کا قرض ادا ہو جاتا تھا۔

(۲) **گرہست** ۔ علم سیکھنے کے بعد شادی ہوتی تھی۔ مہمانداری کرنی۔ جانوروں کو کھلانا پلانا۔ بچوں کی تولید کرکے باپ کا قرض ادا کرنا ہوتا تھا۔

(۳) **وان پرست** ۔ باپ کے قرض سے خلاصی پاکر دیوتاؤں کا قرض ادا کرنا ہوتا تھا۔ اور اسلئے جنگلوں میں زندگی گزارنی ہوتی تھی وہاں اعلیٰ علم کا تذکرہ رہتا تھا۔

(۴) **پربراجک** ۔ زندگی کے آخری حصے میں حواس ظاہری و باطنی کو زیر کرکے عالم نوردی کرنی ہوتی تھی۔ گرہستوں کو ایمانی نصیحتیں کرتے تھے اور ایسے کام میں مشغول

رہتے تھے جنسے دنیا کی بھلائی ہو۔

ستر درشن ۔ روح کو ٹھیک پہچاننا نجات کا وسیلہ ہے۔ درشن کا خاص مقصد روح شناسی کو پیدا کرنا ہے۔ قدیم وقتوں میں چند عابدوں نے طرح طرح کی تدبیروں سے نجات ملنے کا راستہ بتایا اونھیں کی تعلیم کا نام درشن ہے۔

(۱) **کناد کا بیشیشک درشن** ۔ اس میں مادی اجسام (Science) کی مفصّل اور بہت عمیق بحث کی گئی ہے۔

(۲) **گوتم کا نیائے درشن** ۔ اس میں مباحثوں کے آداب کا پورا بیان ہے۔

(۳) **کپیل کا شانکھی درشن** ۔ اس کا نام آدمی درشن ہوگیا ہے۔ اسمیں خلقت کا بیان ہے۔

(۴) **پتنجلی کا جوگ درشن** ۔ اس میں دل کو مرکز خاص پر مستقیم کرنے کی بہت سی تدبیریں بتائی گئی ہیں۔

(۵) **جیمنی کا ممانسا درشن** ۔ اس میں کرم کانڈ یعنے یگ کرنے کے پوشیدہ مطلبوں کا بیان ہے۔

(۶) **بادراین کا بیدانت درشن** ۔ اس میں خلقت کی یگانگی کی تحقیق کی گئی ہے۔

اپتہاس ۔ ہندو عالموں نے رامایں اور مہابھارت کے نام سے کچھ حالات لکھے ہیں۔ پہلے پہل یہ دونوں رسالے اتنے ضخیم کتابیں نہیں تھیں جیسی

اب ہیں قدیم وقتوں میں گانے والے جابجا پھرکر انکے قصّے گاتے تھے۔ رفتہ رفتہ کہانیاں بڑھاتے بڑھاتے رامائن اور مہابھارت کے دفتر ہوگئے۔ مہرشی والمیکی کی تصنیف رامائن کا ظہور بودھ کتابوں کے بیشتر ہوا تھا۔

عالموں کا قول ہے کہ مسیح کے پہلے کم سے کم آٹھویں صدی میں یہ تصنیف ہوئی۔ مہابھارت کی جنگ عظیم کو ایک بڑے یورپ کے عالم نے کہا ہے کہ مسیحؑ کے ہزار برس پہلے واقع ہوئی۔ مگر ہندوؤں کا اعتقاد ہے کہ مہابھارت کی بہ نسبت رامائن قدیم تر ہے۔

مہابھارت کے لکھنے والے مہرشی بیاس جی تھے۔

رامائن اور مہابھارت ۔ ان قدیم تواریخوں کے اصل احوال تم کو ضرور معلوم ہونگے اسلئے یہاں بیان کی حاجت نہیں۔

ان کتابوں میں آریاؤں کی تہذیب کا ایسا عمدہ نقشہ کھینچا ہے کہ اوسکے پڑھتے ہی اُس کی زندہ تصویر نظر آجاتی ہے۔

انھیں کتابوں میں سب سے پہلے سچّی شاعری کا ظہور ہوا ہے۔ کروڑوں ہنود آجتک باپ کی اطاعت بھائی کی محبت شوہر کے ساتھ خلوص اور بادشاہ کی فرمانبرداری ان صفتوں کے لئے انھیں کتابوں کو بہترین نمونہ سمجھتے ہیں۔

مُلکی قواعد کے عالمؔ میں باوجود بہت تبدیلی ہونے کے بھی ہندوؤں کے اخلاقی خیالات اتنے بلند ہیں۔ یہ کتابیں ہماری قیمتی نعمتوں میں سے ہیں۔ مہابھارت کے درمیان سری بھگوان کرشن جی کے زبانی کہے ہوئے سری مد بھاگوت گیتا کا

ذکر ہے۔ اس میں بھگوان سری کرشن نے ارجن کو بے اُجرت طلبی کے ایمان اور کرم یوگ کی نصیحت کی ہے۔

اُن کتابوں کے وقت کی جماعت ۔ ورن بھید اور آسرم کی رسم خوب قایم ہوگئی تھی۔ اونچی ذاتوں کے لوگ بچپن میں اُستاد کے گھر رہکر علم حاصل کرتے تھے۔ وید اور ویدانگ کا درس لیتے تھے۔ سبھی برہمن اپنے لئے اور دوسروں کے لئے پوجا کرکے پیٹ نہیں پالتے تھے۔ بہت سے برہمن بادشاہوں کے دربار میں بڑے عہدے حاصل کرتے تھے۔ جیسے بادشاہی کاہن۔ وزیر۔ مصاحب۔ اور سپاہ سالار۔ اور بعضے منجم طبیب کاہن کا پیشہ اختیار کرتے تھے۔

چھتری لوگ برہمنوں کی طرح مذہبی کام بھی کرتے تھے۔ لیکن اکثر وقتوں میں جنگ جدال کے کاروبار انجام دیتے تھے۔ سلطنت میں امن و امان جاری رکھنے کے معاوضہ میں رعیت ان چھتریوں کو اپنی آمدنی کا چھٹواں حصہ بادشاہی خراج دیتی تھی۔ دولت مند ہونے کے سبب سے ویشوں کو بھی آسرم کے رواج میں شرکت دی گئی تھی۔

شودروں اور عورتوں کا درجہ یکساں تھا۔ یہ دونوں خود کوئی مذہبی رسم ادا نہیں کرسکتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ انکی حالت بھی تبدیل ہوتی گئی۔ پہلے شودر کو ریاضت اور نفس کشی کی اجازت نہیں تھی۔ مگر مہابھارت اور پرانوں میں شودروں کی ریاضت اور نفس کشی کا ذکر ہے۔ کورکچھیتر کی لڑائی میں شودر ویش کے سپاہیوں کا ذکر ہے۔ پیشے کے مطابق بہت سی چھوٹی چھوٹی ذاتیں نکل آئی تھیں۔ عام طور پر سبھی

ورن کے لوگ نرم مزاج ہونا اور حسد نہ کرنا اور عفو پسندی اور احسان نہ رکھنا۔ سچ بولنا۔ مہمان نوازی والدین کی خدمت اور ایماندار ہونا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

عورتیں وید نہیں پڑھ سکتی تھیں اور سوا بیاہ کے اور کوئی وید کا سنسکار اُنکے لئے نہیں تھا۔ مگر لوگ اُن سے رحمدلی کا سلوک کرتے تھے۔ اون کا اختیار مردوں کے برابر ہرگز نہ تھا۔ بچپنے کی شادی کا رواج نہ تھا۔ دولتمند لوگ کئی شادیاں کرتے تھے۔ اور پردے کی رسم کے پابند تھے۔

مالدار خاندانوں کے مرد عورت دونوں عمدہ گہنے پہنتے تھے۔ کنڈل۔ کڑے۔ انت۔ ہار۔ یہ گہنے زیادہ استعمال میں تھے۔ مرد اور عورتیں بھی ایکسا بے سیا کپڑا اور چادر کام میں لاتے تھے۔ کپڑا پہننے کی رسم ویسی ہی تھی جیسی آجکل۔ چھتری ورن اور چھوٹی ذاتوں کے لوگ گوشت کھاتے تھے۔ اسکے سوا عام خوراک بنا نالی تھی۔ گائے اور برہمن کی بڑی حرمت تھی۔ برہمنوں کو لوگ زمینی دیوتا سمجھتے تھے۔ راجہ لوگ کبھی کبھی بڑی دھوم سے اسومیدھ اور راجسویہ نام سے یگ کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ وید کے دیوتاؤں کا ادب کم ہوتا گیا اور ادنکے عوض میں شیو۔ وشنو۔ کبیر گنیش ایسے ایسے جدید دیوتاؤں کی پرستش ہونے لگی مندر بناکر دیوتا پوجے جانے تھے۔

راجہ لوگ اپنی عادات میں بہت اونچا نمونہ دکھلاتے تھے۔ نفس امارہ پر غالب آتے تھے اور پھر میدان جنگ میں دشمنوں کو زیر کرتے تھے۔ رعایا کی خیرخواہی انصاف کو منظور نظر رکھنا۔ خواہش نفسانی کو مٹا دینا اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے رعیت کو محفوظ رکھنا صاحبان علم کو ہمت دلانی ورن آشرم دھرم کی خدمت کرنی اونکے فرائض تھے اور جو راجہ اپنے کاموں کو پابندی کا کیسا انجام دیتے اسکو رعیت معزول کر دیتی تھی۔ عابد لوگ صرف عبادت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ غیر ریوں آریا رسموں کے پھیلانے کی فکر میں رہتے تھے۔ اسی سے آجتک تمام ملک کی شائستگی یکساں ہیں۔

پُران۔ ہندو عالموں نے پُران کو اُپ وید کا ایک جزو ضروری مانا ہے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ ویدوں میں جن بڑی تعلیموں کا بیج بو یا گیا ہے۔ اُن تعلیموں کا
مفصل ماجرا پرانوں میں ہے۔ ہر پران میں ان پانچ باتوں کا تذکرہ ہے۔
سرگ - پرتی سرگ - ونشہ - منونتر - ونشانو چرتا -
آخر کار ہر پُران دو حصوں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔ خلقت اور تواریخ -
خلقت میں طبعی جغرافئے کی خاص خاص باتوں کا بیان ہے - جیسے زمین کا
خلق ہونا۔ سمندر کا بیان - دریا اور پہاڑ کی کیفیت - ملکوں کی تقسیم۔ سفر کرنے کا بیان۔
دوسرے حصّے تواریخ میں ماجرے اور خاندانوں کے احوال درج ہوئے ہیں۔
اسکے علاوہ ہندو جماعت کی جدید رسموں اور مذہبی اعتقاد کا بہت عمدہ بیان پرانوں ہی
میں پایا جاتا ہے۔

پرانوں کی تصنیف کا وقت ابھی تک تحقیق نہیں ہوا۔ یورپ کے عالموں کی
تجویز ہے کہ پرانوں کی تصنیف سنہ عیسوی کی پانچویں صدی میں ہوئی ہے۔ مگر
پرانوں کا ذکر رامائن اور مہابھارت میں پایا جاتا ہے۔ اور زبان پالی کے علم ادب میں
بھی کرشن چرتر کا حال پایا جاتا ہے۔ پس غالباً دینی علم ادب کی ظہور کے
پہلے ہی پُران لکھے گئے ہیں - مگر سب سے پہلی حالت میں
پُران کتابوں کی طرح جمع نہیں تھے۔ سوت لوگ گانے کے لئے
اسے بر زبان رکھتے تھے اور یگ کے وقت گاتے تھے۔ بعد اسکے پہلے
اصلی پران لکھے گئے اور پھر نئی نئی باتیں ملائی گئیں۔ سب ملا کر اٹھارہ مہا پُران ہیں اور شمار میں

اتنے ہی اُپ پران ہیں - مہا پرانوں میں وایو- ستیہ - وشنو سب سے پرانے ہیں اور بھوشیہ اور نارد سب سے نئے ہیں - اُپ پرانوں میں دیوی پران بہت مشہور ہے -

جماعت کی کیفیت - دن جتنے گذرتے گئے قدیم جماعت میں تبدیلیاں ہوتی گئیں - بڑھاپے میں بیشتر کی طرح جنگل میں گوشہ نشین اب نہیں ہوتے تھے - گھر میں رہکر یا پاک مقاموں میں جاکر رہنا ثواب سمجھتے تھے - مخلط شادیاں بھی متروک ہوگئیں - ذات سے باہر کوئی شادیاں نہیں کرسکتا تھا - بودھ اور جین مذہبوں کے غلبہ سے اہنسا دھرم بہت پھیل گیا - لوگوں کا دل یگ سے ہٹا کر بیٹھا - جگ - پوجا پاٹ زیارت گاہوں کے سفر پر بہت متوجہ کئے گئے - قسم قسم کے دیوتاؤں کی پوجا کا رواج پڑ گیا - ان میں سے کچھ دیو اور دیبی غیر آریوں کے تھے - شودر اور عورتوں کو بہت حقوق ملتے گئے - اب وے یگ کرنے - پران سُنتے اور دیوتاؤں کی پوجا کی اجازت پا گئے - شوہر کے مرنے کے بعد عورتوں کو ستی ہونا پڑتا تھا -

طرح طرح کے مذہبی فرقے انھیں دنوں میں نکلے جیسے سور - گانپتیہ - کاپالک - شیو - ویشنو -

اس طور پر آہستہ آہستہ جدید ہندو جماعت کے قایم ہونے کی روداد صرف پرانوں ہی میں مندرج ہے -

(۶) مابعد ویدی زمانے کی تہذیب

تواریخ ہند میں اس زمانے کی اہمیت مذہبی اور علمی باتوں میں بینگ سی سمجھی جاتی ہے - لیکن غور کریں تو فقط انھیں دو میں نہیں ہے بلکہ انھیں دنوں میں طرح طرح کے علوم اور فنون بھی ظہور میں آئے اگرچہ

علوم و فنون مذکور آجکل مفقود ہو گئے ہیں مگر تاہم اُن مختصر بیان کرنا مناسب ہے۔

ہنر اور علم۔ قدیم کتابوں میں چونسٹھ علم اور چونسٹھ فنوں کا ناقص بیان کہیں کہیں موجود ہے۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہاتھ کی صفائیاں جن سے دل محظوظ ہو اُن کا نام ہنر یا فن ہوا جیسے کٹھ پتلی کا تماشہ (سوتر کریڑا) سونا وغیرہ کا بنانا (دھاتو باد) بڑھئی کا کام (تکشن) باریک سے باریک سوت کا تنا (ترکو کرم) دُور کی چیزیں اپنی طرف کھینچنی (آکرشنک کریڑا) دوسروں کی آنکھ میں خاک جھونکنا۔ (چھلی تک) مٹھی میں بند چیزوں کو بتا دینا اور ناخواندہ حرفوں کا پڑھ لینا۔ (اکشر مشتکا کتھن) اور دوسروں کے خیال پر شعر کہنا (مانسکا کاویہ کریا) اپنی خوشی پر بھیس بدل دینا (کوچار جوگ) منتر سے یا خوب غور کر کے جو اثر پیدا ہو وہ علم ہے۔ جیسے ٹامشی بدیا سے یکا یک اندھیرا کر دینا۔ گاڑوڑی بدیا سے سانپ کے کاٹے ہوئے کو اچھا کر دینا۔ سنگھ بدیا سے پتھر کا رنگ بدلنا۔ وشیشٹی بدیا سے پانی کو سکھا دینا۔ سربیہ جیواُتا بدیا سے جانوروں کی زبان سمجھ لینا۔

بگیاں یعنی علوم مروّجہ۔ علوم مروّجہ کا بھی علوم و فنون مذکورہ کے ساتھ بہت رواج ہو گیا۔ افسوس ہے کہ آجکل یہ سب کتابیں شاید ہی ملتی ہوں۔ ان کتابوں کا نام شاستر ہوا ہے۔ جیسے علم نباتات سے پیڑ پودھے کی پہچان ہوتی ہے۔ اس کا علاقہ زیادہ تر آیر وید سے ہے۔

جوتش شاستر جسکے ساتھ ریاضی انتہائی شامل ہے۔ علم پرورش حیوانات جسکے حصے علم فیل۔ علم اسپ۔ علم گاؤ ہیں۔ علم روائح جیسے خوشبودار چیزوں کا تجربہ

ہوتا تھا۔

سود بدیا رندھن شاشتر
ہر آسنر کا کرسیتی شاشتر۔
کشیپ کی چِتر بدیا۔
سمے کا واستو شاشتر۔

یہاں یہ چند علوم بطور نمونے کے بیان ہوئے ہیں۔

ناٹی شاستر۔ یورپ کے عالموں کا قول ہے کہ یونانیوں سے جب ہندوستان میں ساتھ پڑا تو تمثیلی تماشوں کا ظہور یہاں ہوا لیکن اس میں مغلطہ ہے۔ اس مغلطہ کا ثبوت فقط ایک ہی پیش کرنا کافی ہوگا کہ یونانی کھلے میدان میں بغیر پردوں کے تمثیلی تماشے دکھاتے تھے۔ اور اس ملک والے یہ تماشے پردوں کے ساتھ کرتے تھے۔ جیسے اندنوں ہوتے ہیں۔

پس ہندوستان کے عالموں کی یہ رائے ہے کہ اس ملک میں تمثیلی تماشے قدیم زمانے سے ہوتے آئے ہیں۔ دنیا کے کاروبار کی حقیقت کی تصویر کھینچ دینی تمثیلی تماشوں کا اصل مفروضہ سمجھا جاتا تھا۔ سنسکرت تمثیلوں میں فحش اور بدتمیزی یا نفرت انگیزی اور خوف افزائی کی شکلیں نہیں ہوتی تھیں اور کسی جذبۂ انسانی کو حد سے زیادہ ہیر پھیر کر کہنے سے بدمزہ نہیں کر دیتے تھے۔ بھرت کے بنائے ہوئے تمثیلی رسالے (مسیح سے دوسو برس پہلے) ناٹی شاستر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گانا ناچنا اور مثالی شکلیں پیدا کرنی۔ تمثیل کی خاص خاص باتیں ہیں۔ تماشہ گاہ کی دیوار وغیرہ

طرح طرح کی تصویریں کھینچی جاتی تھیں - تماشا کرنے والوں کو وقت پر مختلف زبانوں میں بولنا پڑتا تھا - تماشے کے مقام مدور - مثلث - مربع شکل کے ہوتے تھے -

لکھنے کا ہنر - یورپ کے عالم کہتے ہیں کہ ہندوستان کی سب سے قدیم حروف تہجی جسکا نام براہمی ہوا اوس کا شروع شمالی سام کے قوم کے حروف تہجی سے ہوا تھا - اور یہاں کے قدیم دراوڑ سوداگر بابل میں جاکر وہاں سے پھرتے وقت وہاں کے مال کے ساتھ وہاں کے حروف تہجی بھی لیتے آئے - پس آٹھ سو سال مسیح سے پہلے ہندوستانی لکھنا نہ جانتے تھے - مگر کچھ ملکی عالموں کی رائے ایسی ہے کہ یہاں کے رہنے والوں نے کسی بیرونی قوم سے حروف تہجی مستعار نہیں لی ہے بلکہ اس ملک میں تانترک نشانوں سے براہمی لپی کا شروع ہوا ہے جو کچھ ہو یہ بات مسلّم ہے کہ اتھر وید میں سب سے پہلے لکھی ہوئی کتاب کا بیان پایا جاتا ہے پھر رامائن میں نام کھدی ہوئی انگوٹھی اور کچھ لکھے ہوئے تیر کا ذکر ہے - اور بودھ کتابوں کا بیان یہ ہے کہ بدھ دیو چونسٹھ طرح کے حروف تہجی جانتے تھے - اور سرہری کا قلم نبتا تھا - کوئلا پانی میں گھول کر چینی اور گوند میں ملاکر سیاہی بنانے کا دستور تھا - مغلوں کے زمانے سے اس ملک میں کتاب لکھنے کے لئے کاغذ کا استعمال ہونے لگا - قدیم وقتوں میں تانبے - سونے - پتھر پر کھود کر لکھنے کی رسم تھی - ہندی - بنگلہ اور اکثر ایسے ایسے حروف جو اس زمانۂ جدید میں رائج ہیں قدیم براہمی رسم تحریر سے نکلے ہیں نازک علوم مثل علم سپہگری - نقاشی و موسیقی وغیرہ کے ساتھ ساتھ سپاہگری کی بھی ترقی ہوئی تھی - لشکر میں اکثر

چار قسمیں تھیں۔

پیادے۔ شہسوار۔ فیل نشین۔ رتھ نشین۔ لشکر کی تقسیم طرح طرح سے ہوتی تھی۔ جیسے ایک رتھ۔ ایک ہاتھی۔ تین اسپ سوار۔ اور پانچ پیادوں کا ایک پتی بنتی تھی۔ اور اکیس۲۱ ہزار آٹھ سو ستّر رتھیں۔ اتنی ہی ہاتھی اور ایک لاکھ نو ہزار تین سو پچاس پیادے اور پینسٹھ ہزار چھ سو دس گھوڑے۔ انکی ایک اکشوہنی بنتی تھی۔ افسروں میں پتّی پال کا عہدہ سب سے نیچا تھا۔ اور سیناپتی کا درجہ سب سے اونچا ہوتا تھا۔ اسکے علاوہ رتھ نشینوں کے افسر رتھپ شہسواروں کے سردار اسوادھی پتی فیل نشینوں کے سرگروہ گجا دھپ جداگانہ نام سے پکارے جاتے تھے۔ طرح طرح کے حربے اور جنگی سامان کام میں آتے تھے۔ بان کے چھوڑتے وقت منتر پڑھے جاتے تھے۔ اس کا نام استر تھا۔ اور جنگی سامانوں میں کچھ چھوڑے جاتے تھے۔ جیسے تیر اور کچھ ہاتھ میں لیکر لڑتے تھے جیسے گرز۔ تلوار۔ اسکے علاوہ بڑے بڑے کلیں جیسے شتگھنی اور سنگنی بھی لائی جاتی تھیں۔ طرح طرح کے غول باندھ کر لڑنے کی رسم تھی۔ کچھ غول جانوروں کی شکل کے ہوتے تھے جیسے جنگلی سور۔ مگرمچھ۔ گدھ اور غول چیزوں کی شکل کے ہوتے تھے۔ جیسے گاڑی۔ نیا چاند۔ لاٹھی۔ لڑائی کے قاعدے غضب نہیں تھے۔ بھاگنے والوں کو چھپ جانے والوں کو۔ نہتے دشمن کو کوئی نہ مارتا تھا۔ عورتوں اور بچوں کو بھی کوئی نہ چھیڑتا تھا۔ رات کو لڑائی بند رہتی تھی۔ کسانوں پر اور دیوتاؤں کے مندروں پر کوئی حملہ نکرتا تھا۔ لوگوں کا یہ بڑا اعتقاد تھا کہ لڑائی کے میدان میں جان دینے سے بہشت ملتا ہے اور لڑائی سے بھاگیں تو جہنم میں داخل ہوتے ہیں۔

تعلیم - پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جینو ہونے کے بعد تین اونچی ورن کے لڑکے گرو کے گھر رہکر علم تحصیل کرتے تھے - وہاں وہ گرو کی خدمت کرتے تھے اور علم کی تحصیل کرتے تھے - اور بھیکھ مانگ کر کھاتے تھے - جب تعلیم ختم ہو جاتی تھی تو گرو کو نذرانہ دیکر سماورتن نام کا اشنان کرتے تھے - اسکے بعد وہ گرہست بنتے تھے -

بڑے بڑے راجاؤں کے لڑکوں کی تعلیم اونکے گھر ہوتی تھی - اپنشدوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے رشی لوگ کھتریوں سے برہم ودیا سیکھتے تھے - وہ نیچ ذات سے علم سیکھنے میں شرماتے نہ تھے - بڑے بڑے شاعر عزت پانے کی اُمید پر راج درباروں میں جاتے تھے - درباروں میں عالم لوگ بہت بڑے بڑے تھے - اسلئے وہاں نئی نئی کتابوں کا ذکر بہت رہتا تھا - بڑے بڑے عالم لوگ اپنی رایوں کا رواج دینے کے لئے مُلک مُلک پھرتے تھے تاکہ اپنے خیالات ہر جگہہ پھیلادیں - جو علمی مباحثے میں ہار جاتا تھا وہ فتحمند کا شاگرد بنتا تھا - جاتک میں اس قسم کی کہانیاں بہت ہیں -

جاتکوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مسیح سے ۶۰۰ برس پہلے ٹکسیلا میں ایک بڑا دارالعلوم قایم تھا - یہاں سب علم پڑھے پڑھائے جاتے تھے - ملک کے ہر طرف سے برہمن - چھتری - راجاؤں کے لڑکے تحصیل علم کو وہاں جاتے تھے -

پانینی - آریوں کو اس مُلک میں آئے ہوئے ہزار برس تقریباً ہو چکے تھے تب زمانے کی معمولی رفتار سے اُنکی زبان میں تبدیلی آگئی تھی - اسے روکنے کے لئے پشاور کے نزدیک ٹکسیلا کے رہنے والے پانینی نامے ایک عالم نے اشٹادھیائی نام کی ایک زبان وید کا قاعدہ صرف و نحو لکھا - عالموں کی رائے ہے کہ مسیح سے تقریباً چھ سو برس

پہلے پانینی پیدا ہوئے تھے ۔ انکی پیدائش ایک گاؤں میں ہوئی تھی جو ٹکسیلا کے پاس تھا ۔ اور انکی ماں کا نام داکشی تھا ۔ انکے گرو کا نام ورش تھا ۔ بچپن ہی سے انکی ذہانت کا شہرہ ہونے لگا ۔ تعلیم ختم ہوئی تو پاٹلی پتر کی ایک علمی محفل میں انھوں نے اپنی لازوال قابلیت قائم کرلی ۔ انکے مرنے کے بعد ٹکسلا میں انکی مورت رکھی گئی تھی ۔ چینی سیاح ہوین زانگ کے آنے تک وہ مورت موجود تھی ۔ انکے قواعد صرف و نحو کی درس تدریس آجتک ہوتی ہے ۔

تجارت ۔ ان دنوں میں ایک بودھ کتاب جاتک لکھی گئی تھی ۔ اوس سے اُسوقت کی تجارت کا حال دریافت ہوتا ہے ۔ اس کتاب سے یہ بات جانی جاتی ہے کہ اُن دنوں بنارس تجارت کی بہت بڑی جگہہ تھی ۔ یہاں ہمین سے مہین دھوتی اور ہاتھی دانت کی چیزیں بنتی تھیں ۔ کئی ایک سوداگر ملکر اور گاڑیوں میں مال لادکر دُور دُور ملکوں میں بیچنے کے لیئے جاتے تھے ۔ لین دین کا کام ہنڈوی کے وسیلے سے ہوتا تھا ۔ جہازوں پر مال لادکر مقام بمبئی کے بھاردچھ اور سوپار مندر سے تجارت پیشہ لوگ بھیرو (بابل) اور سوبرن سرزمین (برما) اور تامبپنّی (لنکا) میں اپنے کام کے لئے جاتے تھے ۔

اسوقت کے آئین انصاف ۔ جج اکثر برہمن ہوتا تھا ۔ کچہری میں ادسے تین اسیسروں کی رائے سے متفق ہوکر انصاف کرنا ہوتا تھا ۔ پنچایت کے علاوہ ۔ چار قسموں کی کچہری ہوتی تھی ۔ صدر عدالت ۔ دورہ کرنے والی کچہری ججی ۔ بادشاہی دربار ۔ سمرتی نام ایک افسر جج کی تجویز سُنانے کو مقرر تھا ۔

تصدیق کے لئے آگ - پانی - اور سونے سے امتحان ہوتا تھا - مدعی کی نالش کرنے پر جج اس سے سوال کرتا تھا - پھر مدعا علیہ کی طلبی ہوتی تھی - اس کے بعد مدعا علیہ کی صفائی سنکر جج اپنی تجویز لکھتا تھا - مدعا علیہ اگر الزام کو تسلیم نہ کرے تو مدعی کو گواہ دینا ہوتا تھا - ثبوت نہ ملے تو آزمائش کام میں آتی تھی - جج کو دینی قانون سیاسی قانون اور جماعتی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا تھا - پنچایت کے پاس جو مقدمے پہلے جاتے تھے انکی اپیل جج کے پاس ہوتی تھی وہاں سے عدالت شاہی میں اپیل ہوتی تھی -

دین و مذہب - عموماً ابھی تک لوگ ویدی مذہب کی تعلیموں پر عمل کرتے تھے - یگ کا رواج پیشتر کی طرح باقی تھا - اندنوں اس کے خاص مددگار رچھتری لوگ ہوئے - تمام ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں جو تقسیم ہو گیا تھا - اسلئے ہمیشہ جنگ جدال رہتی تھی - جب کوئی راجہ جنگ و جدل کرکے ہمسایوں پر فتحمند ہو جاتا تھا - تب وہ شان و شوکت کے ساتھ اشومیدھ اور راج سویہ یگ کرتا تھا - اشومیدھ کرنے کے لئے ایک لشکر زبردست کے ساتھ منتر سے پاک کیا ہوا ایک گھوڑا چھوڑ دیا جاتا تھا وہ گھوڑا جن جن ملکوں سے ہو کر گذرتا تھا ان ان مقاموں کے راجاؤں کو خراج دیکر صلح کرلنی پڑتی تھی - سال دو سال کے بعد جب وہ گھوڑا واپس آتا تھا تو بڑی دھوم دھام سے تین دن تک ایک یگ ہوتا تھا - اندر اور دوسرے دیوتاؤں کی پوجا ہوتی تھی - برہمنوں کو دان دیا جاتا تھا - لاکھوں آدمیوں کی ضیافت ہوتی تھی، اور عالم لوگ متفق ہو کر شاستر کا ورد کرتے تھے - بڑے بڑے شاعر

اور گانے والے اپنے اپنے کمال دکھاتے تھے اور اسکے بعد سیکڑوں انواع و اقسام کے جانوروں کے ساتھ منتر سے پاک کئے ہوئے گھوڑے کی قربانی کرتے تھے۔ اور اُسکے ہر ایک عضو سے ہوم کیا جاتا تھا۔ یگ تمام ہونے پر کاہنوں کو بہت بڑے نذرانے دیئے جاتے تھے۔ اور بڑے تکلف کے ساتھ یگ کرنے والا راجہ اشنان کرنے جاتا تھا۔

چکرورتی راجاؤں کے جلوس کا نام راج سویہ تھا۔ سب سے پہلے سوم۔ رودر اور اور دیوتاؤں کو یہ چڑھاکر راجہ کو اور سپاہ سالار اور کاہن اور رانی وغیرہ کو جوا ہر اور نذر دیتے ہوتے تھے۔ پھر اگنی سوم۔ اور دیوتاؤں کے ہوم ہونے کے بعد چاروں ورنوں کے لوگ اُسے سمندر اور ندیوں کے پانی سے نہلاتے تھے۔ آخر کار بڑے تکلف کے ساتھ راجہ کے آنے کے بعد تیر کمان لیکر "عہد" کرنا پڑتا تھا۔ عہد کرنے کے وقت یہ کہتا تھا "رات کے اندھیرے میں میری پیدائش ہوئی اور مرنے کے بعد رات کے اندھیرے میں چلا جاؤں گا۔ اگر میں کبھی ناانصافی کروں تو اُسی وقت ثواب سے۔ بہشت سے اور اپنی جان سے ہاتھ دھوؤں"۔ اس کے بعد کاہن سونے کی چلنی میں چھانکر پانی چھڑکتا تھا۔ پھر راجہ تخت پر جلوس کرتا تھا۔ تب کاہن منتر پڑھکر ذمہ داری کا بار اسکی گردن پر رکھتا تھا۔ پھر بڑے تزک سے نئے راجہ کی سواری نکلتی تھی۔

ایسی ایسی ظاہری شوکتوں کے باوجود بھی اُس زمانے کے لوگوں کو دلی اطمینان حاصل نہ تھا۔ ویدی مذہب سے لوگ علی العموم عاجز آگئے تھے۔ اس مذہب نے

ولادت اور موت کی زنجیر سے چھوٹنے کی کوئی تدبیر بھی نہیں دکھائی - پس نجات کی راہ کی جستجو میں اوس زمانے کے بڑے بڑے راستباز طرح طرح کی تدبیریں ڈھونڈھتے رہتے تھے - ان میں سے بعضے ویدی طریق کو ماننے والے تھے اور بعضے اوس کے خلاف تھے اور یہ سرمن کہلاتے تھے - گھنے گھنے جنگلوں میں ریاضت کرنے والے بدن کو تکلیفیں دے دیکر نجات کو تلاش کرتے تھے -

پری براجک لوگ ملک کی سیر کرکے اپنے اپنے عقیدوں کو پھیلاتے تھے - فلسفی عالم برملا ویدی مذہب کی تردید کرنے لگے - اُنکے نزدیک وید کے یگ کرنے اور وید کے بیانات کرنے لاعلمی تھے - اُن کا یہ کہنا تھا کہ کرم کانڈ کے ماننے کی بہ نسبت اخلاقی راستے پر چلنا - دھیان کرنا عقل بڑھانا اور خدا کی اصلیت جاننے کی کوشش کرنا بہت ہی افضل ہے - اس طرح بہت لوگ بہت تدبیروں کو نجات کا راستہ ٹھہراتے تھے - مگر سراب کی طرح نجات ہمیشہ دور بھاگتی رہتی تھی -

مابعد ویدی زمانہ - بودھوں کا دور

(۶۰۰ سال مسیح کے پہلے سے ۱۰۰ مسیح کے بعد تک)

اُس زمانے کی خصوصیتیں مابعد ویدک (قبل مسیح ۵۰۰ سے بعد مسیح ۱۰۰ برس تک) کے آخر حصہ میں ۶۰۰ مسیح کے پہلے سے ۱۰۰ سال مسیح کے بعد تک ہمارے ملک میں بودھ لوگوں کا دور دورہ ہو چکا ہے - مگر یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس مدت کے اندر وید کا مذہب بالکل سست

ہوگیا تھا۔ بودھوں کا فروغ زیادہ ہوئے پر بھی ویدی مذہب مثل بیشتر کے طاقتور رہا۔ اسلئے کچھہ عالم ایسے بھی ہیں جو تواریخ ہند میں خاص الخاص مدت بودھوں کے غلبے کی محض نابود سمجھتے ہیں۔

پھر فقط بدھہ دیو کا نام اُس وقت کی مصلحوں میں جو اب مشہور رہگیا ہے ایسا نہ سمجھنا چاہیئے کہ اِنکے سوا اور کوئی مصلح نہ تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اُن دنوں مذہبی دنیا میں مذہبی تلاش کا زور اتنا بڑھہ گیا تھا کہ اب بہت سے ایسے مصلحوں کا نام بھی کوئی نہیں جانتا جو اُس وقت پیدا ہوگئے تھے۔

مذہبی جوش کا سبب۔ ویدک مذہب کے ماننے والے کرم کانڈ کے مطابق یگ میں جانوروں کی قربانی کرکے اگنی۔ اندر۔ اور دیوتاؤں کو راضی کرتے تھے اور اسکے عوض میں دیوتا اپنے ماننے والوں کو کھانا دانہ آرام اور فتحمندی دیتے تھے۔ ذرا غور کرنے سے یقین ہوگا کہ یہ سب باتیں محض ڈھکوسلے کی تھیں۔ اِس سے باطنی پیاس کی سیرابی نہیں ہوتی تھی اور راست مذہب کی تکمیل بھی نہیں ہوتی تھی۔ الغرض ادن دنوں جو مذہب کے مصلح لوگ پیدا ہوئے تو انکی توجہ ظاہری ڈھکوسلوں پر اتنی نہ تھی جتنی روحانی باتوں پر تھی۔ اِس میں کوئی تعجب کی جگہہ نہیں۔ قدرت کا قاعدہ ہے اور اسی سے ہر فریق کی مذہبی حالتوں میں ترقی کا نشان پایا جاتا ہے۔

اب ذرا خیال کرنے سے معلوم ہوجائیگا کہ مذہبی جوش کی ابتدا آریاورت کے پوربی حصے میں ہوئی۔ اِس کا خاص باعث یہ ہے کہ پورب کی طرف ویدی آریوں کا

غلبہ اُسوقت تک بخوبی نہیں ہوا تھا۔ اُس طرف اُس زمانے میں۔ براتبہ لوگوں کا فروغ پورا نمودار تھا۔ براتیوں میں ورن آسرم کی رسم اور ساتھ ساتھ برہمنوں کا اختیار کبھی قایم نہیں ہوسکا۔ وہ لوگ برہمنوں سے چھتریوں کو افضل جانتے تھے۔ مدہ دیش کے پورب اور دکھن میں آجتک چار ورن کے لوگ نہیں ملتے۔ پھر کبھی حدمیں ایرانیوں کا دور ہونے کے سبب بڑے بڑے عالم ٹیکسلا ترک کرکے پورب کی جانب بسگئے۔

اُونکے آزادانہ خیالوں کی تاثیر براتیٰ لوگوں کے دل پر کچھ کم نہیں ہوئی۔ اسی طور پر مابعد ویدی زمانے میں جو نہایت وسیع جوش مذہبی ہوا تھا اوس کا مرکز آریاورت کا مشرقی ہی حصہ ہوا۔

جین مذہب کا آغاز۔ جینیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے ایمان کے بانی چوبیس ترتھنکر ہو گئے ہیں ان میں رشپ دیو اول تھے۔ ان چوبیس ترتھنکروں میں سے آخری دو یعنی پارسناتھ اور مہابیر نہایت مشہور ہیں۔

پہلے پارس ناتھ نے ایک جداگانہ فرقہ قایم کیا تھا۔ آخر یہ فرقہ مہابیری فرقے میں ملگیا۔ مہابیر بردھمان عرف نگنتھ گیاتی پتر کی پیدائش مسیح سے ۵۴۷ سال پہلے ضلع مظفرپور کے بیسالی شہر میں ہوی۔ اُن کے باپ سدھارتھ تھے اور ماں کا نام ترشلا تھا۔ یہ عورت بیسالی کے راجہ کی بیٹی تھی۔ مہابیر کی زوجہ ایک لڑکی جسودا نامے تھیں۔ مہابیر بتیس[۲] برس کی عمر میں دنیا کو ترک کرکے پارس ناتھ کے چیلے بن گئے۔ بارہ سال تک اس حالت میں رہنے کے بعد مہابیر نے اپنا ایک دینی فرقہ قایم کیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہ دونوں دینی فرقے متحد ہو گئے اور مہابیر اس اتحادی فرقے کے سردار

مانے گئے ۔ مہابیر ۷ ۶ ۴ سال مسیح کے پہلے فوت ہوئے اور اس واقعہ کی یادگاری میں دیوالی کی تقریب قایم ہوئی ۔ انھوں نے لالچ دنیا کی فریفتگی ۔ غصّے اور ایسی خرابیوں پر فتحمندی حاصل کی تھی ۔ بس لوگ اُن کو جن کہنے لگے ۔ اور اسی سے اُن کے معتقدجین کہلائے ۔ مہابیر نے دھرم کا وعظ کرنے میں اور جین تعمیر کی بنیاد پختہ کرنے میں اپنی زندگانی کا آخری حصّہ صرف کیا ۔ مگدھ کا ایک شاہزادہ اس طریقے کا مددگار ہوگیا ۔ اور بہت سے دولتمند سوداگر اور سیٹھ اور ساہوکار اُن کے پیرو ہوئے ۔ کچھ دنوں کے بعد اونکے پیرو دو حصّوں میں تقسیم ہوگئے ۔ ایک کا نام شتیامبر اور دوسرے کا نام دگمبر ہوا ۔ مہابیر کے مرنے کے بعد جینوں کی دینی کتابیں لکھی گئیں ۔ ان کو بارہ انگ اور بارہ اُپانگ کہتے ہیں ۔

جین مذہب کی تعلیمیں ۔ قدیم وقتوں میں جینوں کو لوگ نگنتھ کہتے تھے ۔ یعنی دنیاوی سکھ دکھ سے آزاد ۔ مہابیر کی تعلیم یہ تھی کہ نجات یا کیولیہ ملنے کے لئے لوگونکو حیوان آزاری ۔ چوری ۔ جھوٹھ بولنا ۔ نہ چاہیئے اور ساتھ ہی ساتھ بدن سے بات سے خیال سے عبادت اور کفارہ کرنے کی ضرورت ہے ۔ جو لوگ مصیبت اوٹھاتے ہیں اوس کے وہی ذمہ دار ہوتے ہیں ۔ صرف عاقل اور نیک روش انسانوں کو نجات مل سکتی ہے ۔ المختصر مہابیر کا قول بھی تھا کہ ہملوگ جو سکھ دکھ پاتے ہیں تو اُس کے سبب ہمیں ہیں ۔ وقت اور قسمت کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں ۔ اس خیال سے مہابیر نے کرم پھل پر بہت زور دیا ۔

گوتم بدھ ۔ قریب اڑھائی ہزار برس گذرے کہ ہمالیہ کی ترائی میں شاکیہ لوگونکی

ایک فرقہ بندی کی ریاست تھی۔ اس کا کاروبار چند سردار متفق ہو کر انجام دیتے تھے۔ یہ سردار مہاراج کہلاتے تھے۔ اس ریاست کی دارالسلطنت گورکھ پور کے پاس کپل وستو تھی۔ مہاتما گوتم کے باپ سدھودن اسی ریاست کے خاص سرداروں میں سے تھے۔ مسیح کے ۵۵۰ سال پہلے مہاراج سدھودن کے ایک لڑکا ہوا۔ اس کا نام سدھارتھ رکھا گیا۔

سدھارتھ کے پیدا ہونے کی خوشی مہاراج نے بہت کچھ منائی۔ سدھارتھ جتنے بڑے ہونے لگے اونکی ہمت اور جرأت زیادہ ہوتی گئی۔ لیکن رحم کے موقع پر اُن کا دل بہت ہی نرم تھا۔ جسوقت انکے ساتھی لڑکے کھیل تماشے اور شکار میں معروف رہتے تھے اُسوقت یہ تنہائی میں بیٹھ کر بڑے غور میں مشغول رہتے تھے۔ جب مہاراج کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے ان کا دل بہلنے کے لئے انکی شادی جسودھرا کے ساتھ کر دی۔ تاہم سدھارتھ کے چلن اور خیال میں فرق نہ آیا۔ کچھ دلوں بعد انکے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔

جب سدھارتھ نے دیکھا کہ دنیا کی محبت مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے تو اُن کے دل میں بڑی تشویش ہوئی۔ اُنھوں نے بہت فکر و غور کرکے آخر دنیا کو چھوڑ دینا ہی اختیار کیا اور اُسی رات شاہی محل چھوڑ کر نکل آئے۔ جس رات بدھ دیو گھر سے نکلے تھے۔ اُس رات کو بودھ لوگ "مہانشکرمن" کہتے ہیں۔ اس وقت ان کی عمر تیس برس کی تھی۔

گھر چھوڑنے پر انھوں نے راجگیر میں رہکر برہمنوں کے ساتھ دھرم شاستر وغیرہ پڑھا۔ لیکن جب اس سے بھی تسلی نہ ہوئی۔ تب بعد اسکے چھ برس تک اکیلے نہایت سخت ریاضت کی۔ پھر بھی گوتم کو وہ سکون نہ ملا جسکے لئے گھر چھوڑا تھا۔ آخر نا اُمید ہو کر ایک دن دریائے نرنجرا کے کنارے ایک پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھ کر غور کرنے لگے۔ اُسی وقت

یکایک اون کو راستی کی راہ ملگئی - اور اُسی وقت سے اِن کا نام بُدھا ہوا - اور اُس پیپل کے درخت کا نام بودھی دُرُم ہوا بعد اس کے اُسی جگہہ بودھ گیا کا مشہور مندر بنوا یا گیا - اسکے بعد بُدّھا پھر آبادی میں آئے اور لوگوں کو راہ راست سکھانے لگے - بنارس کے پاس سارناتھ میں انھوں نے پہلے پہل اپنے مذہب کی منادی کی - اسی لیے سارناتھ کو بودھ لوگ زیارتگاہ مانتے ہیں - اس جگہہ بھکشوؤں کے لیے ایک مٹھ بنوایا گیا تھا - اشوک نے وہاں پتھر کا ایک کھمبا گڑوا دیا تھا - اوس کھمبے پر چار شیر ببر کی مورتیں ہیں - اوسکے دیکھنے سے ہندوستانیوں کی ہنرمندی کا کمال معلوم ہوتا ہے - بہت سے لوگ بُدھا کی پیروی کرنے لگے - انھیں کو لوگ بودھ کہنے لگے - رفتہ رفتہ گوتم کی زوجہ - انکا فرزند - اونکے باپ - اونکی رعیت - سبھی بودھ بنگئے - آخر مسیح سے ۴۸۳ سال پہلے مہاتما بدھ بہشت کی طرف روانہ ہوئے -

بودھ مذہب کی تعلیمیں - بُدّھا نے سبکو یہی تعلیم دی کہ نجات یا نروان ملنے کے لیے آدمی کو نہ تو بہت دُکھ اوٹھانے کی ضرورت ہے اور نہ سکھ اور آرام کی زندگی بسر کرتے رہنا ضروری ہے - سکون دل کامل علم یا نروان ملنے کے لیے درمیانی راہ پر چلنا چاہیے - اسکے لیے خواہش نفسانی چھوڑنے کی ضرورت ہے - کیونکہ اس خواہش ہی کے مطابق آدمیوں کو سکھ دکھ سدا اوٹھانا پڑتا ہے

اس طرح جب دنیا کے فانی ہونے کا خیال پیدا ہوگا اوسی وقت سب چیزیں اوسکو نیست معلوم ہونگی - اسی علم کا نام نروان ہے - یہ علم حاصل کرنے کے لیے

لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ان آٹھ راستوں پر چلیں جنمیں سے چند یہ ہیں - ایمان -
دلی ارادہ - قول - کرم (فعل) رہن سہن - کوشش - چنتا (خیال) غور -
ان راستوں کے وسیلے سے رفتہ رفتہ تکمیل حاصل کریں - اسی تدبیر کے
وسیلے سے علم حقیقی کا نمود ہوگا - اور جبتک انسان میں علم کا ظہور نہ ہوگا تب تک
اوسکے کاموں کی زنجیر نہ ٹوٹیگی - یعنی بار بار جنم لینا پڑیگا اور تولید - مرض -
بڑھاپا - موت تکلیف کے ساتھ ظاہر ہونگے -

دان کا مطلب موت نہیں بلکہ دنیا کی نیستی کو مان لینا یا علم حقیقی حاصل
کرنا ہے -

پہلے لوگ بڑے بڑے یگ اور بیشمار جانداروں کو مارنا ہی - اپنا دھرم
کرم سمجھتے تھے - مگر بدھ دیو کی تعلیم یہ تھی کہ علم حقیقی حاصل کرنے کے وسیلے ہی سے
نجات حاصل ہو سکتی ہے - ظاہری ڈھکوسلوں سے ہرگز نہیں ملتی - اس طور پر
عالم کی تواریخ میں سب سے پہلے بدھ دیو نے اس بات کو ظاہر کیا کہ آدمی بغیر قوت
حقیقی کے سہارے اپنی کوشش کے زور پر اسی جنم میں جیتے جی نجات حاصل
کر سکتا ہے -

بُودھوں کی قدیم دینی کتابوں میں خدا اور روح کے بارے میں کچھ بھی
نہیں کہا گیا ہے - اسی سبب سے اُن کے مخالف اونکو ناخداشناس کہتے تھے -
بودھ لوگ خاصکر کے تری رتن یعنے بُدھ - دھرم - سنگھ
(بودھوں کی جماعت) کو مانتے ہیں - بُودھوں کا یہ اعتقاد ہے کہ کل چوبیس بدھ ہونگا

ظہور ہوا ہے جنہیں سے سدھارتھ گوتم چو تھے تھے۔

بدھ مذہب کی جماعت بندی۔ بدھ بھگوان کے مرنے کے بعد بودھ دھرم کی دینی کتابیں "تری پٹک (تین پٹاریاں) لکھی گئیں۔

تری پٹک کے تین حصّوں کے نام یہہ ہیں۔

بنَئ - سوتر - ابھیدھرم -

بنے میں سنگھ کے قاعدے قانون مندرج ہیں۔

اس میں بدھ دیو کے مرنے کے بعد بودھوں کے دینی تواریخ کا بیان بھی ہے سوتر پٹک میں اخلاقی قاعدے۔ تعلیم مذہبی۔ اور اکثر باتوں کی پوری تشریح کی گئی ہے اس کتاب میں پانچ حصّے ہیں اور ہر حصّے کا نام نکائی ہے۔

"ابھیدھرم پٹک" کی تالیف دیر کرکے ہوئی۔ اس میں نکائوں کی لکھی ہوئی باتیں دوبارہ بیان ہوئی ہیں۔

بدھ دیو کی زندگی ہی میں بہت لوگوں نے انکو مان لیا۔ ان میں سے کچھہ بڑے بڑے اگنی ہوتر برہمن تھے جیسے کاشیپ۔ کچھہ بڑے راجا مہاراج جیسے کوشل اور اجات شترو۔ کچھہ بڑے مالدار سیٹھہ ساہوکار جیسے اناتھہ پنڈیک اور کچھہ نیچی قوموں کے بھی جیسے پالی نام ایک حجام۔

عورتوں سے بدھ دیو کو نفرت تھی۔ چنانچہ پہلے پہل انھوں نے سنگھ میں اونکو نہیں لیا۔ مگر سدھوں کے مرنے کے بعد عورتیں بھی سنگھہ میں لیلی گئیں۔

جو لوگ عیش دنیا ترک کرکے "وہار" میں رہتے تھے اون سنیاسی اور سنیاسنوں کا نام بھکشو اور بھکشونی تھا اور جو گرہست تھے اون کا نام "اپاسک" اور "اپاسکا" تھا
بدھ دیو نے قدیم رشیوں کے بنائے ہوئے نیشٹھک برہمچاری کے طریقے پر سنگھ کی بنیاد ڈالی۔
بھکشو اور بھکشنی "وہار یا مٹھوں میں رہا کرتی تھیں۔
وہار میں ذات کا کوئی خیال نہ تھا۔ سنگھ میں داخل ہوئے کا نام پربرجیا تھا۔ بیس برس سے کم عمر والوں کو پکّے درویش کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا۔ (وعظ کرنیکی اجازت) سات برس سے کم عمر کے لڑکے سنگھ میں داخل نہیں کئے جاتے تھے۔ نئے بھکشوؤں کو اوستادوں کے ماتحت رہنا ہوتا تھا۔ بھکشو اور بھکشنی کو بھیک مانگ کر کھانا پڑتا تھا انھیں تیر چی ور پہننا پڑتا تھا۔
قصور کرنے "تو وہار" کے سبھا میں گناہ کا اقرار کرنا ہوتا تھا اور کفّارہ دینے کی رسم تھی ہر ہفتے میں ایک دن بے کھائے رہنے کا دستور تھا۔
بھکشو لوگ برسات کے چار مہینے وہاروں میں رہا کرتے تھے اور باقی آٹھ مہینے وہ جہانگردی۔ غور دینی یا وعظ مذہبی میں مصروف رہتے تھے۔ ساون میں اُنکی ایک تقریب ہوتی تھی۔ اس کا نام پروارن تھا۔ اُسوقت بھکشو پُرانے کپڑے اوتار دیتے تھے۔

آجکل ہمارے مُلک میں بودھ مذہب کے لوگ زیادہ نہیں دکھائی دیتے۔ لیکن لنکا۔ برما۔ تبت۔ چین۔ جاپان۔ ان سب ملکوں میں اُسی مذہب کے لوگ

زیادہ ہیں۔

بودھ دھرم سے ویدی دھرم کا علاقہ۔ اگر سچ پوچھو تو بدھ دیو کی تعلیمیں سانکھیہ۔ جوگ اور اپنشد کے طور پر بنیاد رکھتی تھیں۔ غرضکہ اونھوں نے ایسی باتیں بہت بتائیں جو ویدی دھرم میں ہوں۔ مگر اونھوں نے جب وید اور برہمنوں کی بزرگی۔ جگ اور ذات کی پابندی سے انکار کیا تب ہی وہ برہمنوں کے دھرم سے خارج ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد پرانوں میں بدھ دیو بھگوان کے نویں اوتار قرار دیئے گئے۔ پھر بھی اپنی زندگی میں برملا بدھاجی نے کبھی ویدی دھرم کی مخالفت نہیں کی۔

بودھ دھرم اور جین دھرم کا مقابلہ۔ بودھ اور جین مذہبوں کا ظہور قریب قریب ایک ہی وقت میں اور ایک ہی ملک میں ہوا۔ دونوں ورن آسرم کے برخلاف تھے اور دونوں کی بنیاد ڈالنے والے کھتری تھے۔ دونوں نے عام لوگوں کی زبان پالی اور پراکرت میں اپنے مذہب کی منادی کی۔ دونوں کرم پھل کے ماننے والے جنم آنتر کے قائل نجات کے معتقد۔ نا خداشناسی پر مائل تھے۔ شروع میں دونوں فریقوں میں بہت سی باتوں میں اختلاف تھا۔

بدھ دیو نے اپنے مذہب کے شایع کرنے کے لئے ٹھیک طور سے سنگھ کو مرتب کیا۔ مگر یہ مہابیر نے نہیں کیا۔

بدھ دیو نے جداگانہ وجود میں روح کو کبھی نہیں مانا۔ مہابیر نے روح کی جداگانہ ہستی کا اقرار کیا۔ بودھ مذہب کے مطابق خواہش نفسانی کو فنا کر دینے کا نام نروان ہے۔ جینیوں کا مذہب یہ ہے کہ روح کی تحقیق ہونے سے انسان کو نجات ملتی ہے بدھ دیو نے

کہا ہے کہ کرم سے دل کا پورا علاقہ ہے۔ مہابیر نے کہا ہے کہ کرم ہی کے سہارے دل کو صفائی حاصل ہوتی ہے۔ بدھ دیو کا قول تھا کہ دھیان ہی سے گیان کی بنیاد پڑتی ہے اور گیان کے پیدا ہونے سے انسان نجات پاتا ہے۔ لیکن مہابیر کی تعلیم تھی کہ آچار یا کرم کے وسیلے سے انسان نجات حاصل کرتا ہے۔ جین مذہب کو بیشیشک درشن سے بہت مشابہت ہے۔

آخرکار اتنا ظاہر کرنے کی ضرورت ہے کہ دونوں فریق عورتوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ممکن ہے کہ اسی باعث سے عورتوں کی حالت ہمارے ملک میں اتنی ذلیل ہے۔ مہابیر اس معاملے میں اتنے سخت تھے کہ اون کے نزدیک عورتوں کو نجات بھی نہ ملے گی۔ بیان ہو چکا ہے کہ ان دونوں اور بھی بہت سے فریق کے لوگ اپنے طور پر نجات کی تلاش میں مصروف تھے۔ چنانچہ ایک فرقے کا نام آجی وک تھا۔ اس جتھے کے تیسرے تیرتھنکر کا نام گوشال تھا۔ وہ پہلے تصویر بیچتا تھا۔ اکثر لوگ اُسے ماسکری گوشال کہتے تھے۔ مہابیر کچھ دنوں خود اس فریق شامل تھے۔ اشوک کے پوتے دسرت اس جماعت کے ایک مددگار تھے۔ آجی وک فریق کے لوگ اہنسا اور سداچار پر بہت زور دیتے تھے۔

دوسرا ایک فریق لوکایت ہے اس کی بنیاد اجت کیش کملی ایک مصلح دین نے ڈالی تھی یہ لوگ دنیا کے کاروبار پر بہت توجہ رکھتے تھے۔ انکی تعلیم یہ تھی کہ جب تک دنیا میں رہنا ہو تب تک چین سے رہو اگر ہاتھ پیسے سے خالی ہو تو قرض لیکر گھی پیو۔ یہ لوگ بھی جداگانہ طور پر روح کا وجود نہیں مانتے تھے اور برہمنوں کو دان دینا۔ یگ کرنا۔ سرادھ کرنا بیفائدہ سمجھتے تھے۔ کچھ

زمانے کے بعد انکی تعلیموں کا نام چارواک درشن پڑا۔ انکے علاوہ اور بھی چند اصلاح دہندگان دین انہی دنوں نمودار ہوئے تھے۔ زیادہ تر مفت میں نجات ڈھونڈھنے والے تھے۔

خلاصہ۔ مسیح کے پہلے ۵۴۰ سال سے مسیح کے پہلے ۴۶۷ مہابیر مسیح کے پہلے ۵۵۷ سال سے مسیح کے پہلے ۴۸۳ تک۔ بدھ دیو

(۸) قدیم ریاستیں اور سکندر کا حملہ

مسیح کے پہلے ۶۵۰ سال سے ۳۲۵ سال تک

قدیم ریاستیں پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ ویدی زمانہ میں آریوں نے سپت سندھو کے ملک میں بہت سی چھوٹی چھوٹی فرقہ بندی کی ریاستیں قایم کی تھیں۔ مگر جتنا دن گذرتا گیا اتنا ہی ملکی مرکز پچھم سے ہٹ کر آہستہ آہستہ پورب کی طرف آنے لگا۔ اسی طرح مہابھارت اور رامائن کے زمانے میں کورو۔ پانچال۔ کوشل ریاستیں ملکی میدان میں پیشتر دکھیں۔ پھر بودھ کی ادبیات سے پتہ لگتا ہے کہ اُن دنوں کوشل راج کا تنزل ہوتا گیا اور اس کے ساتھ ہی مگدھ ریاست کا رُعب داب بڑھنے لگا۔

بودھ کی ادبیات سے یہ بھی سراغ لگتا ہے کہ بدھ دیو کی پیدایش کے ٹھیک پہلے آریاورت میں کُل سولہ راج تھے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جن پر ایک ایک راجا حکومت کرتا تھا۔ جیسے انگ۔ مگدھ۔ کاشی۔ کوشل۔ چیدی۔ ونکش یا ونس۔ کورو۔ پانچال۔ متسی۔ سُرسین۔ اونتی۔ گاندہار۔ کمبوج۔ کچھ جمہوری ریاستیں تھیں جیسے شاکی۔ مل۔ چھدرک۔ مالو۔ اور کچھ راج ایسے ہی تھے جنھیں دو تین چھوٹے چھوٹے فرقوں نے ملکر قایم کیا تھا۔ جیسے ورِشنی۔ اَندھک۔ بھوج۔ اور

پھتّوی بدیہہ۔ جمہوری راجوں میں مجرمونکا معاملہ عام دربار میں ہوتا تھا جہاں تمام ریاست کے باشندے جمع ہوتے تھے۔ اور اپیل بھی کئی طرح سے کی جاسکتی تھی۔ پھوی راج میں بھی یہی دستور تھا۔ ہجوم عام کے سامنے بزرگ لوگ ایک ساتھ ملکر حکومت کے انتظام کرتے تھے۔ سُبھدّرا راج کماری کے لیجانے کے بعد اندھک برشنی بھوج کے لوگ صدر انجمن کی ماتحتی میں مشورہ کرتے تھے۔

کوشل راج پسے ندی کی شادی کی تجویز پر غور کرنے کے لئے سَاکّی قوم کے سب سردار جمع ہوئے۔ پھوی راج میں سات ہزار سات سو سات راجہ۔ سات ہزار سات سو سات چھوٹے راجہ۔ سات ہزار سات سو سات سپہ سالار تھے۔ ان ریاستوں میں سب کو برابر درجہ کا موقع تھا کہ اپنے کمال دکھائیں۔ للت بستر کتاب میں پھوی لوگونکے بارے میں یہ لکھا ہے "یہاں چھوٹے بڑوں کا فرق نہیں کرتے۔ سبھی اپنے کو راجہ کہتے ہیں۔ سبھی چلاتے ہیں۔ میں راجا ہوں۔ میں راجا ہوں۔ جمہوری ریاستوں میں گن پتی خاص افسر ہوتا تھا۔ اوس کا انتخاب ووٹ سے ہوتا تھا۔ مگر بدھ دیو کی زندگی میں ہم لوگوں کو پتہ لگتا ہے کہ آریاورت میں صرف چار بڑے راج تھے۔ اون کے نام یہ ہیں۔ اُونتی۔ بتس۔ کوشل۔ مگدہ۔

اُونتی۔ اس کا دوسرا نام مالوہ ہے۔ اس کی دارالسلطنت اجّینی تھی۔ بدھ دیو کے عہد میں پردیوت خاندان کے راجا چنڈ بڑی شان و شوکت سے یہاں حکمران تھے۔ اونہوں نے بتس ملک کے راجا اُدین کو قید کرلیا۔ اور مابعد اپنی لڑکی باسودتا سے ان کا ازدواج کردیا۔

ولس ۔ یہ راج اونتی کے ٹھیک اتر طرف دریائے جمنا کے کنارے آباد تھا۔ اسکی دارالسلطنت کوشامبی تھی ۔ راجا ادین بھارت خاندان میں سے تھے ۔ ان کو ہاتھی سکھانے کا ہنر خوب آتا تھا۔

کوشل ۔ یہ راج اندنوں بہت ہی وسیع تھا۔ شاکیوں کا جمہوری راج اور کاشی راج اس راج کے اندر تھے ۔ اس کی راجدھانی سراوستی تھی یہ مقام راپتی ندی پر بسا ہوا تھا۔ راجا بمبی سار پسے ندی کوشل کے بہنوئی تھے ۔ کاشی راج جہیز کے طور پر اسی وقت بمبی سار کو دیدیا گیا تھا ۔ مگر بمبی سار کے مرنے کے بعد اجات شترو اور پسے ندی سے بہت سخت لڑائی چھڑ گئی ۔ آخرکار پسے ندی نے اپنی ایک بیٹی کی شادی اجات شترو سے کر دی ۔ اور کاشی راج پھر مگدھ راج کے قبضے میں سونپ دیا۔ پسے ندی کا بیٹا بدو دبھ شاکیوں پر حملہ آور ہوا اور بہت آدمیوں کا خون بہایا۔ چند روز کے بعد کوشل راج بھی مگدھ راج میں شامل ہوگیا۔

مگدھ ۔ یہ راج آریاورت کے قدیم ریاستوں میں تھا ۔ مہابھارت کے دنوں میں جراسندھ اسپر حکومت کرتے تھے ۔ پانڈوں نے جراسندھ کو قتل کر ڈالا ۔ آجکل کے جنوبی بہار میں پرانا مگدھ راج بسا ہوا تھا ۔ اندنوں اسکی راجدھانی گیا کے پاس راج گرہہ تھی ۔ بودھ کے عہد میں ناگ بنسی راجا بمبی سار مگدھ کا راجا تھا ۔ اسوقت مگدھ راج میں جملہ اسی ہزار گاؤں تھے ۔ بمبی سار نے انگ راج (آجکل ضلع بھاگلپور) کو فتح کرلیا ۔ ان کا بیاہ ایک لچھوی راجکماری اور دوسرا ایک کوشل راجکماری سے ہوا تھا ۔ بمبی سار بدھ دیو کے پیرووں میں سے تھے ۔ ان کے بیٹے اجات شترو نے

انکو قتل کر ڈالا اور راجہ بنگیا۔ اس سبب سے لینی ندی کوشل اور اجات شترو سے لڑائی چھڑ گئی۔ لڑائی کے آخر میں کوشل راج نے شکست کھائی اور کاشی مگدھ راج میں شامل ہوگیا۔ پھوری لوگوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے اجات شترو نے ایک بڑا قلعہ پاٹلی گاؤں میں تعمیر کیا۔ اجات شترو کے بیٹے ادی نے اپنی راجدھانی پاٹلی پتر میں قایم کی۔ بالفعل اسے پٹنہ کہتے ہیں۔ ان ناگ نبسی راجاؤں کے بعد شیشو ناگ نبسی راجا مگدھ کے تخت پر بیٹھے اس خاندان کا پہلا راجہ شیشو ناگ تھا۔ اس نے کوشل۔ وتس۔ اونتی راجوں کو فتح کرلیا۔ اسکے عہد میں سوائے پنجاب کے کل آریاورت میں مگدھ کا دور ہوگیا۔ اٹھارہ برس سلطنت کرنے کے بعد شیشو ناگ نے انتقال کیا۔

تب اوس کا بیٹا کالاشوکھ تخت نشین ہوا۔ اسکے عہد میں مسیح سے ۳۸۳ اور ۳۸۲ سال پہلے بودھوں کی دوسری مذہبی مجلس ہوئی تھی۔ پہلی مجلس بودھ دیو کے انتقال کے بعد ہوئی تھی۔ کالاشوکھ کے دس بیٹے سلسلہ وار تخت کے مالک ہوئے بائیس برس بعد نند نبسی راجا اگرسین یا مہاپدم نے اور نگ سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ اگرسین بڑا طاقتور راجہ تھا۔ اوسکے نسبت پرانوں میں یہ تحریر ہے "شیشو ناگ بنس کا آخری راجہ مہانندن کی شودر عورت سے مہاپدم نند کی ولادت ہوگی۔ وہ تمام چھتریوں کا خاتمہ کر دے گا۔ اوسی وقت سے تاجدار شودر لوگ ہونگے۔ مہاپدم سب راجاؤں کو زیر نگیں کر کے خود حاکم اعلیٰ یعنے چکرورتی سمراٹھ بنے گا"۔

مہاپدم بڑا بہادر تھا۔ اُسکی فوج میں بیس ہزار شہسوار۔ دو لاکھ پیادے دو ہزار رتھیں اور چار ہزار ہاتھی تھے۔ مہاپدم اور اوسکی نسل تقریباً سو سال تک صاحب تخت و

تاراج رہے۔ پس جب شودر راجاؤں نے تمام آریا ورت پر اپنا قبضہ کرلیا اور براہنوں نے مذہبی دنیا میں بڑا تہلکہ کر دیا تب کچھ دنوں تک ویدی مذہب اور آریا تہذیب کے بدلے غیر آریوں کا دورہ ہوگیا۔ موریہ کی سلطنت اور اشوک کا مذہبی طریقہ اسی مخالفت کا بڑا موجود نتیجہ ہے۔

ایرانیوں کا حملہ۔ ان دنوں ہندوستان کے پچھم میں ایرانی سلطنت آباد تھی۔ ایشیا کے دکھن کے سب ملک ایرانی بادشاہوں کے زیر حکومت تھے۔ تقریباً پانچسو برس مسیح کے پہلے جب مگدھ میں بمبی سار اور اجات شترو کا تسلط تھا اُسی وقت میں ایرانی شاہنشاہ دارا نے سندھ ندی تک فتحیابی حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ دارا کی اس فتوحہ زمین کی آمدنی ایرانی سلطنت کے کُل خراج کا تیسرا حصہ تھی۔ سندھ اور پنجاب کا کسیقدر حصہ ایرانی قلمرو کا ایک صوبہ شمار کیا جاتا تھا۔ ہندوستانی سپاہی ایرانی فوج میں داخل کئے جاتے تھے۔ کئی بار یونانیوں سے انکے مقابلے کی نوبت بھی آئی تھی۔ اسی طرح جب آریاورت کے پچھمی حصے پر ایرانی تاجداروں کا قبضہ ہوگیا۔ اُسوقت سے خشکی کی راہ ایرانی سلطنت کے ساتھ تجارت جاری ہوگئی۔ تجارت کے ساتھ ہی ایران کے رسم و رواج کی نقل ہمارے ملک والے بھی کرنے لگے۔ موریہ بادشاہوں کے دربار میں اُس وقت کی کاریگریوں کا تھوڑا بہت اثر نظر آتا ہے۔ اور ایرانی سلطنت کا مقام ہندوستان اور یونان کے درمیان ہونے کے سبب سے ان دونوں ملکوں میں باہم واقفیت ہوگئی۔ بہت سے یونانی مسافر اس ملک میں آکر جو دیکھتے سُنتے تھے اوسکو قلمبند کرتے تھے۔ پھر ایرانی شاہنشاہ کے بہت سے یونانی ملازم ہمارے

ملک سے واقف کار ہو گئے۔ چنانچہ پائیتھ گورس ایک یونانی حکیم نے سب سے پہلے موت کے بعد کا وجود مغربی ملکوں میں شایع کیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مسئلہ وہ حکیم ہندوستان ہی سے اپنے ملک میں لے گیا تھا۔

سکندر کا حملہ مسیح سے ۳۲۷ سال پہلے سے ۳۲۵ تک۔ اس ماجرے کے دوسو برس بعد ظفریاب نامدار سکندر اعظم ہندوستان پر لشکر کش ہوا۔ اس بہادر بادشاہ نے ایران کے زبردست شاہ دارا کو شکست دی اور ایران کا فرمانبردار بنگیا۔ تمام مغربی ایشیا کو آسانی سے فتح کر کے آخر مسیح سے ۳۲۷ برس پہلے ہندوستان کے شمالی و مغربی کونے پر نمودار ہوگیا۔ رفتہ رفتہ جنگ و جدل کرتا ہوا فتح و شکست اٹھاتا ہوا پنجاب میں داخل ہوگیا۔ اون دونوں تکشلا کے راجہ اور پنجاب (جھیلم اور چناب کا درمیانی دوآبہ) کے راجہ پورو آپس میں جنگ و پیکار کر رہے تھے۔ باہم اتفاق کے نہونے سے سکندر کو خوب موقع ملگیا۔

سکندر کا تکشلا پہنچنا تھا کہ وہاں کے راجہ نے بغیر جنگ و جدال کے اسکی ماتحتی قبول کر لی۔ سوا اس کے سکندر کو ہر ایک راجہ اور فرقے کے ساتھ لڑنا پڑتا تھا۔ سکندر نے پورو راجہ کے پاس بھی پروانہ بھیجا کہ تم ہماری ماتحتی قبول کرو اور نذر کیساتھ ہمارا خیر مقدم کرو۔ اسکے جواب میں اُدھر سے یہ کہا گیا کہ آپ کا خیر مقدم ننگی تلوار کے ساتھ کروں گا۔ یہہ جواب سکندر کو ناگوار معلوم ہوا۔ آخر انجام یہ ہوا کہ ۳۲۶ء قبل سنہ عیسوی میں جھیلم ندی کے کنارے دونوں بہادروں کا مقابلہ ہوا۔ پورو کی شکست ہوئی۔ لیکن ہندوستانیوں کی بہادری دیکھکر سکندر کے چھکے چھوٹ گئے۔ راجہ پورو آخر تک لڑتا رہا

لیکن جب پورو زخم کھا چکا تب زمین پر گر پڑا اور اوسی وقت گرفتار کیا گیا۔ جب وہ سکندر کے سامنے لایا گیا تب سکندر نے ان سے پوچھا کہ اب میں آپ کے ساتھ کسطرح پیش آؤں۔ پورو نے بھی بڑی بیباکی کے ساتھ جواب دیا کہ جسطرح راجہ راجہ کے ساتھ پیش آتا ہے۔ سکندر خود بہادر تھا اور بہادروں کی عزت کرنا خوب جانتا تھا۔ پورو کا یہ جواب سُنکر بہت خوش ہوا اور اس کی تمام سلطنت اسکے حوالے کردی بلکہ اس کی ریاست اور بڑھادی۔

اسکے بعد سکندر کو کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ آخر میں جب وہ بیاس ندی تک پہنچا تو اس نے دیکھا کہ میری فوج آگے بڑھنے میں کوتاہی کر رہی ہے۔ اس کے سپاہی گھر واپس جانا چاہتے تھے کیونکہ انھیں اپنا کنبہ چھوڑے بہت دن گذر گئے تھے۔ اور خون کا زور انھیں پیچھے کھینچ رہا تھا۔ مجبور ہوکر سکندر کو پھر جانا پڑا۔ سکندر کے پھر جانے کی صرف یہی وجہ نہیں تھی۔ ان دنوں مغربی حصہ بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم تھا۔ ان ریاستوں میں سے صرف ایک چھوٹی ریاست کے راجہ کے ساتھ مقابلہ کرنے میں سکندر کی آنکھیں اچھی طرح کھُل گئیں تھیں۔ پورو کی دلیری اور اس کی فوج کی بہادری دیکھکر یونانیوں کو دانت تلے انگلی دبانی پڑی۔ سکندر آگے بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ اسیوقت اسے خبر ملی کہ بیاس ندی کے اوس پار جودھیہ لوگوں کی بڑی جمہوری ریاست قائم تھی اور پھر گنگا ندی کے کنارے نند خاندان کے راجہ مہاپدم کے بیٹوں کی حکومت ہے۔ انکی فوج میں بیس ہزار رسالے۔ دو لاکھ پیدل دو ہزار رتھ اور چار ہزار ہاتھی تھے۔ ممکن ہے کہ اس خبر کے ملتے ہی سکندر کی ہمت چھوٹ گئی ہو اور

واپس جانا ہی بہتر سمجھا ہو۔

اس نے فوج کے ایک حصّے کو نیارکس (Nearchus) نام کے ایک سپہ سالار کی زیر نگرانی کر کے بحری راستے سے روانہ کر دیا اور دوسرا حصّہ اپنے ساتھ لیا۔ سکندر کو اس سفر میں بہت سی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آخرکار کسی طرح بلوچستان اور فارس کو پار کر کے بابل تک پہنچا۔ وہیں ۳۲۳ قبل سنہ عیسوی میں اس نے اس دنیا سے رحلت کی۔

سکندر کے پھر جانے کے بعد پنجاب کی مفتوح ریاستیں بہت جلد پھر سے خود سر ہو گئیں اور یونانی پنجاب سے بالکل بھگا دیئے گئے۔ لوگ خواب کی طرح اس حادثے کو بھول گئے۔ ان دنوں کی لکھی ہوئی سنسکرت یا پالی کتابوں سے اس واقعہ کا کچھ بھی سُراغ نہیں ملتا۔

تاہم دوسری دوسری باتوں پر اس حملے کا اثر کم نہیں پڑا۔ سکندر کی چڑھائی کے بعد دو مہذب قوموں کا آپس میں اتفاق قایم ہو گیا۔ ہندوستان سے فارس تک آنے جانے کے لئے بحری راستے کے علاوہ تین خشکی کے راستے بھی جاری ہو گئے اس ملک کی جنگی قواعد پر یونانیوں نے کچھ عکس ضرور ڈالا۔ سکندر کے ساتھ جو مورخین یہاں آئے تھے ان کی لکھی ہوئی تاریخوں سے یہاں کی بہت سی باتوں کا حوالہ ملتا ہے۔ یونانیوں نے منطق، ریاضی، اور چند علوم ہمارے ملک سے سیکھے اور ہمارے ملک کے علم نجوم پر اپنا اثر چھوڑ گئے۔

سکندر کے انتقال کے بعد اس کے سالاروں نے آپس میں اس کی تمام سلطنت

تقسیم کر لی - ان میں سے سیلیوکس (Seleukos) کو بخارا (ترکستان) پارتھیا (شمالی فارس) شام وغیرہ ملے - وہ نائکاٹور (Nikator) یعنی فتحمندی کا خطاب لیکر بڑی شان و شوکت کے ساتھ تمام مغربی اور شمالی ایشیا پر حکومت کرنے لگا -

خلاصہ

سنہ ۳۲۷ قبل مسیح سے ۳۲۵ قبل مسیح تک	سکندر کی چڑھائی
۳۲۶	جھیلم کی لڑائی
۳۲۳	سکندر کی موت

(۹) موریہ خاندان کے بادشاہوں کا حال

چندر گپت موریہ سنہ ۳۲۲ - سنہ ۲۹۸ قبل سنہ عیسوی

نند خاندان کے آخر بادشاہ کے دو بیٹے تھے جنمیں سے ایک چندر گپت تھا - یہ مورا نام کے شودر قوم کی عورت سے پیدا ہوا تھا - راجہ کے مرنے پر دوسرے بیٹے کو گدی ملی - کہتے ہیں کہ نند راجہ نے چندر گپت کو کسی ناخوشی پر مگدھ راج سے شہر بدر کر دیا تھا - کچھ دنوں تک یہ یوں ہی بھٹکا کیا آخرکار پنجاب پہنچکر سکندر سے ملا اور اسکے ساتھ رہکر معرکہ آرائی کے سبق یاد کئے - سکندر کے مرتے ہی چندر گپت نے پنجاب کے کچھ حصّہ پر قبضہ کر لیا - اور وہیں سے ایک زبردست فوج لیکر مگدھ کی طرف آیا - یہاں بشنو گپت کوٹلیہ کی مدد سے سنہ ۳۲۲ قبل سنہ عیسوی

میں مگدھ راج پر بھی قابض ہو گیا۔ چندر گپت کے جیتنے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ نند راجہ سے اس کی رعایا خوش نہ تھی۔ یہ ایک نیچ قوم سے تھا اور برہمنوں کی خاطر داری کرنا بالکل نہیں جانتا تھا اور نہایت مغرور تھا۔ آخر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ برہمنوں نے چندر گپت کی مدد کی اور اُسے راجہ بنا کر چھوڑا۔

شہنشاہ چندر گپت۔ مگدھ کو جیتنے کے بعد خاندان نند کے راجاؤں کی تمام وسیع و زبردست فوج چندر گپت کے ہاتھ لگی۔ اس کی مدد سے اس نے بہت سے ملک زیر کئے۔ پنجاب سے لیکر بنگال تک اور نربدا سے لیکر ہمالیہ تک ایک بڑی سلطنت قایم کی۔ وشنو گپت اوس کا وزیر اعظم تھا۔ مورا کی اولاد ہونے کی وجہ سے اس خاندان کا نام موریہ پڑا۔

سلیوکس کا حملہ۔ ان دنوں ایشیا کے جنوبی اور مغربی حصوں میں سلیوکس حکمراں تھا۔ سکندر کی طرح اس کی بھی طمع نے زور پکڑا کہ ہند کو جیت کر اپنی سلطنت میں اضافہ کرنیکی غرض سے ۳۰۵ قبل از سنہ عیسوی اس نے ایک زبردست فوج کے ساتھ پنجاب پر حملہ کر دیا۔ لیکن جب چندر گپت نے اسے شکست دی تب اس نے چندر گپت سے صلح کر لی۔ اس صلح کے مطابق یونانی بادشاہ کو تمام افغانستان اور بلوچستان سے ہاتھ دھونا پڑا اور اپنی لڑکی کی ساتھ چندر گپت کی شادی کر دینی پڑی۔

اس فتح کے بعد سے موریہ کی سلطنت میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ اس سلطنت کی مغربی سرحد ہندو کش اور بلوچستان تک پہونچ گئی۔ اب اس سلطنت میں

غیرملک والوں کے گھسنے کا موقع بالکل جاتا رہا کیونکہ قدرتی سرحد کی رکاوٹ زبردست تھی اسی سے مغرب کی طرف سے کوئی حملہ نہیں ہونے پایا۔ چندرگپت نے نہ فقط جلد ترقی کی بلکہ سلطنت کے اضافہ کی وجہ سے غیرملک والے یا یونانی لوگ اس ملک پر فتح نہ پاسکے اور ہمارے ملک کی آزادی اور تہذیب بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ بڑھ گئی اسی سے اُس کا لقب محافظ ہند ہوا۔ (The Saviour of India)

بوقت ضعیفی ۲۹۸ قبل عیسوی میں چندرگپت نے تاج و تخت اپنے ولیعہد بندوسار کو دیکر جنگل کا راستہ لیا اور اخیر وقت تک وہیں قیام کیا۔

اُسوقت کی تاریخ دیکھنے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ملکی بیدار مغزی کسقدر لوگوں میں زبردست تھی۔ اگر یہ جوش نہ ہوتا تو چندرگپت کبھی اپنی سلطنت اتنی نہ بڑھا لیتا اور نہ اس کے بعد اشوک ہی کچھ دین کی ترقی پاتا۔

ملک کی حالت۔ سیلوکس جب اپنے وطن واپس گیا تو وہاں سے اس نے اپنا ایک قاصد چندرگپت کے دربار میں بھیجا۔ اس کا نام مگاستھینز (Megasthenes) تھا جو کچھ کیفیت اس زمانے کی تھی وہ سب مگاستھینز کی تصنیف میں مندرج ہے۔ اسکی تاریخ اور کوٹلیہ کے ارتھ شاستر کے دیکھنے سے اسوقت کی رسم و رواج اور تہذیب کا پورا پتہ چلتا ہے جو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

پاٹلی پوتر گنگا اور سون ندی کے سنگم پر بسا ہوا تھا یہی اسوقت دارالسلطنت تھا۔ یہہ شہر لمبائی میں پانچ کوس اور چوڑائی میں ایک کوس تھا۔ اس کے چاروں طرف کھائی کھودی ہوئی تھی اور لکڑیوں کی دیوار کھڑی ہوئی تھی۔ اس دیوار میں
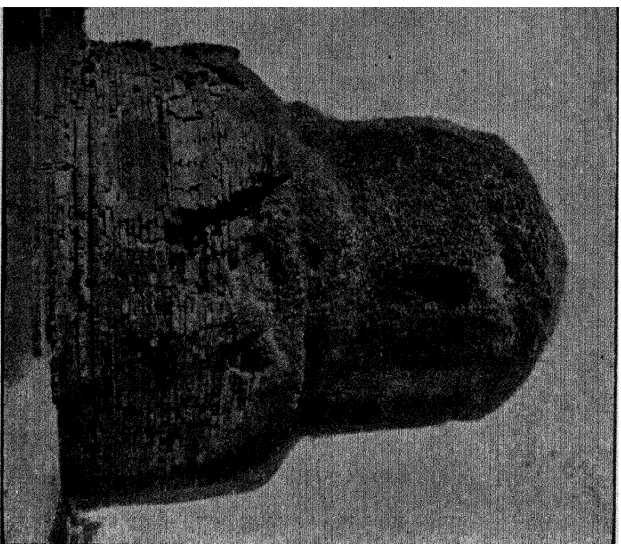
(Chop 9)
Dhamek Stupa.
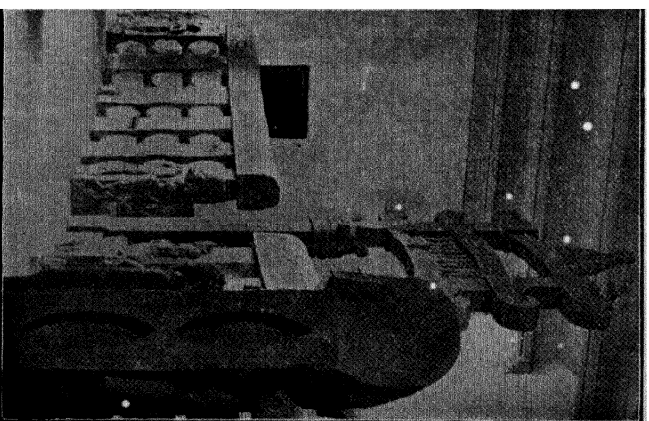
(Chap. 9.)
Bharhut Nath Gate.

جگہ بجگہ چھوٹے چھوٹے قلعے اور اونچی اونچی میناریں بنی تھیں۔ شہر کے بیچ میں شاہی محل تھا جو زیادہ تر لکڑیوں کا بنا ہوا تھا۔

راج دربار کے کھمبے سونے سے منڈھے ہوئے تھے اور سونے کے انگور اور چاندی کی چڑیوں سے آراستہ تھے۔ محل کے چاروں طرف پائیں باغ تھے۔ دربار کے کام نہایت حسن اور شان کے ساتھ ہوتے تھے۔ راجہ یا تو سونے کی پالکی پر یا خوب سجے ہوئے ہاتھی پر سوار ہوکر دربار میں تشریف لاتے تھے۔ دربار کی آرایش وزینت کے لئے جگہہ بجگہہ سونے اور جواہرات جڑے ہوئے تانبے کے گملے رکھے ہوئے تھے۔ محل کی رکھوالی کے لئے یونانی عورتیں تھیں۔ راجا کبھی کبھی شکار میں بھی جایا کرتے تھے۔ کشتی اور جانوروں کی لڑائی بھی دربار میں ہوا کرتی تھی۔ مثل آجکل کے گھوڑدوڑ کے اسوقت رتھوں کی دوڑ ہوتی تھی جسمیں بازیاں لگائی جاتی تھیں۔ ان دنوں بھی آجکل کی طرح میونسپلٹیاں تھیں ایک میونسپلٹی کا کاروبار چھ محکموں میں تقسیم تھا جو پانچ ممبروں سے انجام پاتا تھا۔ کوئی محکمہ کاریگروں کے کام کا نگراں تھا تو کوئی بدیشیوں کا کوئی مردم شماری۔ کوئی تجارت اور کوئی آمدنی کا۔

مگاستھینز نے اِن دنوں کے ملکی انتظام کی بڑی تعریف کی ہے۔ ذرا ذرا خبر رکھنے کے لئے مخبر تعنات تھے۔ کاشتکاروں کو پیداوار کے مطابق چوتھائی حصہ خراج میں دینا پڑتا تھا۔ سلطنت کی طرف سے آبپاشی کے لئے بڑی بڑی نہریں بنی ہوئی تھیں جنکے لئے کاشتکاروں کو علحدہ ٹکس دینا پڑتا تھا۔ اسوقت بھی پکی سڑکیں موجود تھیں اور ایک ایک میل کے فاصلے پر پتھر گڑے ہوئے تھے۔

تکشیلا سے پاٹلی پوتر تک ایک پکی سڑک تھی۔

چندرگپت کی فوج چار حصوں میں تقسیم تھی۔ کچھ سپاہی تو ہاتھی گھوڑوں اور رتھوں پر سوار ہوکر لڑتے تھے اور کچھ پاپیادہ۔ انکو سرکار سے تنخواہ ملتی تھی۔ یہ برچھا بھالا۔ تیر۔ تلوار۔ ڈھال وغیرہ سے جنگ کرتے تھے۔ کاشتکاروں کو لڑائی کے وقت بھی سپاہیوں سے کسی قسم کی ایذا نہیں پہنچتی تھی۔ انکے کاروبار میں فوجی ہرگز دخل اندازی نہیں کرتے تھے۔ جہازی بیڑے کے لئے ایک علٰحدہ محکمہ قایم تھا۔

یونانیوں نے ہندوستانیوں کی سچائی اور سادگی کی بڑی تعریف کی ہے۔ عام طور پر لوگ کم خرچ بالانشین تھے۔ نشہ سے پرہیز کرتے تھے اور مذہب اور فرائض کا از حد خیال رکھتے تھے۔ مقدمے چوری ڈکیتی کے بہت ہی کم تھے۔

اشوک موریہ ۲۷۳ء سے ۲۳۲ء قبل عیسوی شہنشاہ بندوسار کے کئی بیٹے تھے لیکن اشوک کو وہ سب سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ اسلئے یہی ولیعہد بنایا گیا۔ اپنی کمسنی ہی میں اشوک دو بڑے صوبوں یعنی تکشیلا اور اجین کا حاکم (گورنر) بنایا گیا۔ اس لئے سیاسی معاملوں میں وہ بہت تجربہ کار تھا۔ بندوسار کی وفات کے بعد سنہ ۲۷۳ قبل عیسوی میں اشوک تخت نشین ہوا۔ دوسرے اور راجکماروں کو جاگیریں دی گئیں سنہ ۲۶۹ قبل عیسوی میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ تاجپوشی کا دربار ہوا اور تمام شہروں میں خوشیاں منائی گئیں۔

فتح کلنگ۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ چندرگپت نے تمام شمالی ہندوستان کو فتح کرلیا تھا۔ بندوسار نے جنوبی ہندوستان کو تابع کیا اور میسور تک اپنی سرحد

بڑھائی - اون دنوں کلنگ جو اوڑیسہ میں جنوب کی طرف سمندر کے کنارے تھا ایک زبردست ڈرو ڑ سلطنت تھی اوسکی آبادی بہت کثیر تھی - شہروں میں یہ کیفیت تھی کہ راہ چلنے والوں کے کندھے چھلتے تھے اور رتھوں کے پہئے ٹکراتے تھے کلنگ کے لوگ اچھے سوداگر بھی تھے وہ جہازوں پر جاکر سمندر کے پار دُور دُور کے ملکوں سے تجارت کا سلسلہ رکھتے تھے اوس وقت اونھوں نے بحر ہند کے پوربی حصّے کو اپنا عام گذرگاہ بنالیا تھا اور برما - سیام - کمبوڈیا - سُماترا - جزیرہ جاوا - بالی اور مقاموں میں خوشحال آبادیاں بسادی تھیں کلنگ کا راجہ بھی نہایت زبردست تھا اوس کا اور اشوک کا اچھا مقابلہ تھا - لیکن اشوک نے اوسپر فتح پائی - کلنگ والوں کی طرف سے ایک لاکھ سپاہی مارے گئے اور ڈیڑھ لاکھ گرفتار ہوئے - بھوکھ اور بیماریوں سے مرنے والوں کا شمار از حد زیادہ تھا - موت کی یہ خوفناک کارروائی دیکھکر اشوک کا دل پگھل گیا ایک سلطنت پر قابض ہونے کے لئے اس قدر خوں ریزی کی طمع کو سوچکر اوس نے اوسی دن لڑنے سے استعفا دیدیا اور دل میں مصمم ارادہ کرلیا کہ آج سے "دھرم کا راج" قایم کرنے کے لئے تمام تکلیفوں کو سر پر لوں گا - رنج سے وہ بودھ بنگیا - اوسکے گرو کا نام اُپاگپت تھا -

مذہبی باتوں میں اشوک کی حکمت عملی - اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ اوس زمانے میں ویدک دھرم زوال پر تھا اور بودھ مذہب نے عوام پر چھاپا مار رکھا تھا اسلئے اشوک نے شاید بودھ مذہب اختیار کیا تاکہ رعایا کی شفقت اور محبت کو اپنا مددگار بنا سکے -
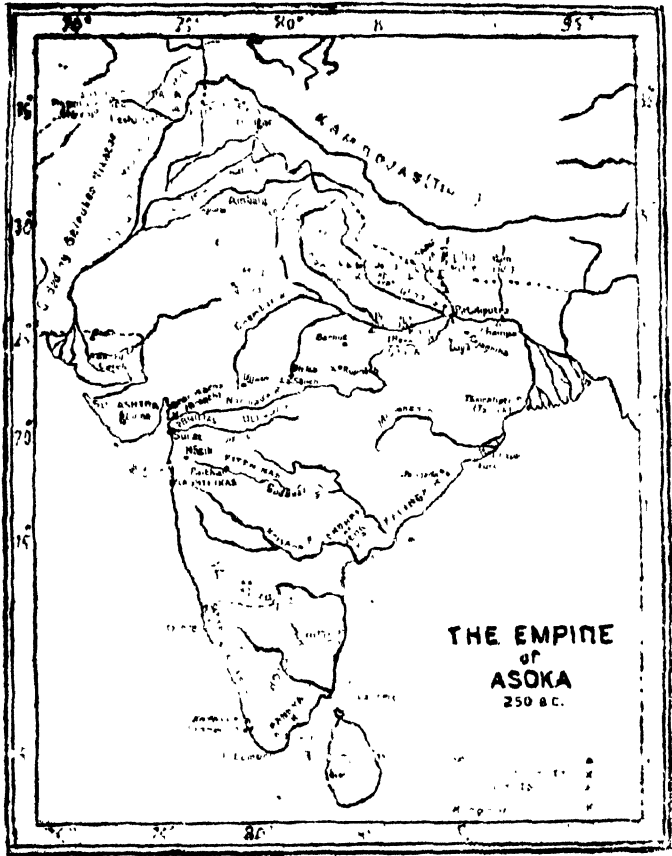
پھر یہ بھی ممکن ہے کہ مذہبی جذبہ اور دلی جوش کی وجہ سے اشوک کے دل میں

یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ اپنی رعایا کے اندر ایک عام مذہب قائم کرے ۔ اس خیال میں صاف سیاست جھلک رہی ہے ۔ چندر گپت نے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو فتح کر کے ایک بڑی سلطنت قائم کی تھی اس سلطنت کی مضبوطی کے لئے نہایت ضروری تھا کہ تمام ریاستوں کو ایک دائرہ میں رکھا جائے جسکے لئے مذہبی دائرہ زیادہ مناسب معلوم ہوا ۔ پس اسی اتفاق کے خیال سے انھوں نے بودھ دھرم کو شاہی مذہب بنادیا جس نے اوس وقت اپنا قریب قریب پورا قبضہ جمالیا تھا ۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ سلطنت موریہ کی بنیاد زمین ہی میں نہیں بلکہ لوگوں کے دلوں میں مضبوط ڈالی گئی ۔

ویدک دھرم کے مطابق نجات کے لئے دو باتوں کی ضرورت تھی یا تو علم و لیاقت کے ذریعہ روحانی طاقت حاصل کرے (۲) یا بہت دھوم کے ساتھ یگ اور قربانیاں کرے ۔ یہ کام آسان نہ تھا اور خاص کر تمام رعایا کے لئے ۔ اسلئے اشوک نے وہ راستہ دکھایا جس سے تمام لوگ نجات حاصل کرنیکی کوشش کرسکیں جس میں نہ دولت کی زیادہ ضرورت ہے اور نہ اسقدر علم کی ۔ پس اشوک نے تمام خوبیوں کا لُبِ لباب چُنکر اپنے مذہب کے احکام درست کئے جسے ہر ایک مذہب کا آدمی خواہ وہ ہندو ہو یا جینی یا بودھ آسانی کے ساتھ اختیار کرسکتا ہے ان حکموں کی پابندی کے ذریعہ نجات حاصل کرسکتا ہے ۔ اِن نصیحتوں میں جو احکام کی صورت میں تھیں سب سے بڑی نصیحت یہ تھی کہ :۔

"اپنے والدین اور بزرگوں کی دل سے خدمت کرو ۔ غریب اور بیکسوں کی مدد کرو کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ ۔ دوسروں کے

مذہب کی شکایت نہ کرو۔ اور ہمیشہ سچ بولو"

رعایا کی بھلائی کا خیال۔ اشوک کی طرح رعایا پرور شہنشاہ بہت ہی
کم پائے جاتے ہیں۔ دن اور رات وہ اسی فکر میں غوطہ زن رہتا تھا کہ رعایا کی
بہبودی کی کونسی سیدھی اور آسان تدبیر ہے۔ دلوں میں نیکی کا جوش پیدا کرنے
کے لئے اوسنے کچھ جگہوں پر اسپتال قایم کردیئے۔ جہاں مریضوں کو مفت دوا
تقسیم کیجاتی تھی۔ صرف آدمی ہی کے لئے اسپتال نہیں بنوائے بلکہ جانوروں کے
لئے بھی شفاخانے قایم کئے۔ اچھی اور پختہ سڑکیں بنوائیں۔ بہت نئی سڑکیں
نکلوائیں اور سایہ کے لئے دورویہ درخت لگوائے اور کنارے ہی کنارے
کوئیں کھدوائے۔ مذہبی خیال پیدا کرنے کے لئے اشوک نے بڑے پتھر کے
کھمبوں اور چٹانوں کی دیواروں پر اچھی اچھی نصیحتیں کھدوائیں جو آجتک موجود
ہیں تاکہ سب لوگ فائدہ اوٹھاسکیں۔ نصیحتیں بول چال کی عام زبان پالی میں
اور مقامی زبانوں میں لکھکر کھودی گئیں۔ برائیوں سے بچانے کے لئے دو قسم کے
عہدہ دار تجویز ہوئے۔ دھرم مہا ماترا اور دھرم یکت اونکے لقب تھے۔ عورتونکو
نیک روش بنانے کے لئے استری دھیک نام کی عورتیں مقرر کی گئیں۔ پانچ برس
گذرنے کے بعد یہ شہنشاہ رعیت کی حالت سے واقف ہونے کے لئے
ملک میں سیاحت کرتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے لئے خاص افسر ہوتے
تھے۔

پھر وقت جتنا گذرتا گیا اشوک متعصب بودھ بنتا گیا لیکن اونھوں نے

کسی کو بودھ دھرم میں آنے کے لئے مجبور نہیں کیا اور نہ کسی کو کوئی خاص مذہب اختیار کرنے کے لئے زبردستی کی۔ اکبر کی طرح اونکے زمانے میں بھی صلح کل پھیلی ہوئی تھی۔ بودھ مذہب کو مشہور کرنے کے لئے اوس نے بہت سے بودھ بھکشوؤں کو جو درویش کی زندگی بسر کرتے تھے چاروں طرف روانہ کیا۔ یہانتک کہ اس مذہب کو مصر و یونان و شام تک شہرت ہوئی۔ اشوک ہی کی بنیاد قایم کی ہوئی تھی کہ اوس کے بعد شام میں بڑے مصلح ایمان عیسیٰ مسیح نے عیسائی مذہب کی تلقین کی۔ اسکے علاوہ رفتہ رفتہ بھکشوؤں کو جزیرہ لنکا میں دکھن کی تامل ریاستوں میں مجمع الجزایر ہند میں اور ہمالیہ کے باشندوں کے درمیان بھیجا تاکہ دلوں پر اس مذہب کا سکہ جم جائے اون دنوں ہزاروں مٹھ بن گئے جن میں بودھ مذہب کے پیرو رہا کرتے تھے۔ یہ لوگ عام طور سے دوسروں کو لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے۔ اشوک خود بھکشو کی صورت بناکر خیرات پر بسر کرتا تھا اونھوں نے شکار کرنا اور گوشت کھانا بالکل چھوڑ دیا اور جگ کے وقت قربانی کی رسم۔ شادی کے وقت دھوم دھام کرنے اور سماج نام کے میلے موقوف کر دیئے۔ اون کی جگہ دھرم جاترا۔ دھرم منگل۔ رتھ جاترا۔ ہستھی درشن کے میلے اور جلوس قایم کئے۔ اشوک ہی نے پہلے پہل بدھ اور دیو دیویوں کی مورت اور تصویر پوجنے کی رسم نکالی۔ مذہبی علاقے میں خراب رسم و رواج کو دبانے اور بودھ مذہب کو اصلاح دینے کے لئے اوس نے ۲۴۰ قبل سنہ عیسوی میں پاٹلی پوتر میں بودھ پنڈتوں کو جمع کیا۔ اس مجلس کی تمام کارروائی پالی زبان میں ہوئی تھی اور اسی نے تمام مذہبی کتابوں کی دوبارہ اصلاح کی تھی۔

اشوک کی وفات ۲۳۲ قبل سنہ عیسوی - اسی طرح اوس نے
برابر چالیس برس تک اصلاح کی نہایت کوشش کی کہ جس سے نسل انسان مستفید ہو
آخر الامر ۲۳۲ قبل از سنہ عیسوی میں اوس نے اس جہان فانی سے رحلت کی
دیبا بدان ایک بودھ کتاب میں لکھا ہے کہ اشوک کے بڑھاپے میں اشہران ملک
نے تمام سلطنت کا کاروبار اوس سے لے لئے اور جیوراج سمرتی کے قبضہ میں
سلطنت کردی پھر بھی یہ سچ ہے کہ اشوک کی طرح منصف مزاج اور نیک راجہ
اس روئے زمین پر اب تک کم پیدا ہوئے ہیں - شاید ہی کسی راجہ نے اس طرح اپنی رعایا کی
رفاہ و اصلاح کے لئے اتنی کوشش کی ہو جتنی اشوک نے کی - اشوک کا کلام ہے
جو ایک پتھر پر کھدا ہوا ہے -

"تمام رعایا مثل میری اولاد کے ہیں میری
دلی خواہش یہی ہے کہ میری اولاد کی طرح میری
رعایا بھی دین و دنیا کی راحت حاصل کرے"

اس تذکرے کے سلسلہ میں اتنا کہدینا بے موقع نہ ہوگا کہ بودھ مذہب کی شہرت
کا زبردست سبب اشوک ہی تھا - بدھ دیو کی وفات کے بعد بہت کم لوگ اوسکے
پیرو تھے لیکن دو ہی سو برس بعد اس مذہب نے اپنا سکہ ہر طرف جما لیا اور یہ اثر
اشوک ہی کی بدولت ہوا -

موریہ خاندان کا اختتام - لیکن اشوک کے بعد اوس کے وارث بالکل کمزور نکلے - اوس کے انتقال کے پچاس ہی برس بعد موریہ خاندان کا خاتمہ ہوگیا - یہں ۱۸۴ ؁ء قبل از سنہ عیسوی میں مگدھ میں برہمن خاندان شونگ مالک و سرتاج ہوئے -

اس تبدیلی کا سبب - اشوک نے ملکی اور مذہبی معاملوں کو اتنا ملا دیا تھا کہ ملکی اختیار جداگانہ بالکل نہ رہا تھا - موقع پاتے ہی دُور دُور کے صوبے جیسے گاندھار آندھرہ کلنگ آزاد ہوگئے - اگر سچ پوچھو تو موریہ کی سلطنت کے سبب غیر آریا قریب المرگ شائستگی دوبارہ قوت پاگئی - اشوک نے بودھ مذہب کی تعلیموں کی تائید کرنے میں بغیر ارادہ خاص کے ویدک مذہب کی تعلیموں کو کمزور کردیا تھا - جب اونھوں نے یگ کے وقت جانوروں کی قربانی بند کردی اور جب ورنوں میں برہمنوں کی بزرگی ماننے سے انکار کردیا - اور برہمن سے چنڈال تک سب کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنے لگے اوسی وقت برہمن مذہب اور شائستگی کی حفاظت کرنے کے لئے ایک شخص سام ویدی برہمن تلوار لیکر اوٹھ کھڑا ہوا اس کا نام پُشیہ مِتر شُونگ تھا -

شونگ خاندان اور کانوں خاندان (۱۸۴ ؁ء سے ۲۷ ؁ء قبل عیسوی) یہ بہت متعصب ہندو تھا بودھ مورخ تاراناتھ لکھتا ہے کہ وہ بودھوں کو بہت ستاتا تھا - قریب ۱۵۵ سال قبل مسیح می ناندر افغانستان کے ایک یونانی بادشاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا - مِنا ندر بودھ مذہب مانتا تھا - ناگسین ایک بودھ بھکشو کے ساتھ اوس کے مذہبی مباحثے میلند پنہو نامی ایک مذہبی کتاب میں ملتی ہیں - وہ بڑا دلاور تھا - شاکل (آجکل کا سیالکوٹ) سے

چلکراوس نے دکھن میں راجپوتانے تک اور پورب میں متھرا سے ہوکر سیدھے اودھ تک فتح کرلیا۔ وہیں پشیہ متر نے اسکو شکست دی۔ فتحمندی کی خوشی میں اوس نے ایک اشومیدھ جگ بھی کیا۔ ہندو مذہب کی ترقی کے ساتھ ساتھ سنسکرت زبان کو بھی فروغ ہونے لگا۔ پتنجلی اور بھاش دو بڑے پنڈت اندنوں نامآور ہوئے بھاش بہت بڑے تمثیل نگار ہوئے۔ منو کے دھرم شاستر کی کتاب یعنی منوسمرتی انھیں دنوں پھر از سرِ نو مرتب ہوئی اور راماین اور مہابھارت پر بھی نظرثانی کی گئی۔ اور برہمنوں کی بزرگی پھر آشکارا ہوگئی۔

پشیہ متر کی وفات کے بعد اور کئی راجا اس خاندان کے تخت نشین ہوئے اخیر راجہ دیوبھوت ہوا جسے مارکر انکا برہمن وزیر باسودیو خود راجہ بن بیٹھا کنو خاندان کے چار راجے ۲۷ء قبل مسیح تک حکمراں رہے۔ اسی وقت دکھن کے آندھر ملک کے راجہ نے مگدھ کو فتح کیا۔

کلنگ کھربیل۔ اشوک کے مرنے کے بعد دکھن کا راج کلنگ پھر آزاد ہوگیا جیتی خاندان کے راجے بڑی شان وشوکت سے وہاں سلطنت کرنے لگے اس خاندان کا تیسرا راجہ کھربیل بہت طاقتور تھا۔ اودیگری کے سنگی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے برار اور مگدھ پر حملہ کیا تھا۔ (۱۶۵ سال قبل مسیح) وہ جینی مذہب رکھتا تھا مگر برہمنوں کو بھی مانتا تھا۔

آندھر خاندان۔ (۲۰۰ سے ۲۲۵ قبل عیسوی) اسیوقت جبکہ شمالی ہند میں خاندان موریہ حکمراں تھا جنوبی ہند میں خاندان ساتواہن کے آندھر راجہ نہایت حسن وخوبی کے ساتھ

راج کرتے تھے۔ یہ لوگ تیلنگی تھے اور انکی ریاستیں گوداوری اور کرشنا ندی کے مہانے سے برابر احاطہ بمبئی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اِن کا دارالسلطنت اُمراؤتی کے قریب تھا۔ مگدھ کے فتح کے بعد انکی سرحد اور بھی وسیع ہوگئی۔ اس خاندان میں تیئیس راجے ہوئے جنھوں نے قریب چارسو برس تک حکمرانی کی۔ یے راجے ویدک مذہب کے پیرو تھے مگر عوام پر بودھ مذہب کا زور بہت تھا بڑے بڑے پٹھان کھود بودھ بھکشوں کے رہنے کے لایق ویہار بنوا دیتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ برہمن دھرم کے لوگ گودان برہمنوں کو دان دینا اپنا ایمان جانتے تھے۔

اسی خاندان میں ہال نام کا ایک راجہ ہوا ہے جس نے مراٹھی پراکرت زبان میں ایک کتاب لکھی ہے۔ راجہ لبشٹھ پتر پُولو مائی دیگ سری نے بمبئی احاطے کے باشندوں چھتریوں کو شکست دی چھترپ لوگ شک ذات کے تھے۔

آندھر راج کے ساتھ دُور دُور ملکوں کی تجارت بھی ہوتی تھی۔ ملک کے اندرونی حصّوں میں گاڑی پر تجارت کا سامان جیسے رُوئی۔ ململ اور جواہرات لاد کر سوداگر بھار دیچھہ۔ سوپار۔ کلیان اور اور بندرگاہوں تک لیجاتے تھے وہاں مصر۔ روم اور اور ملکوں سے آنے والے سوداگر یہ مال خریدکر اپنے ملکوں میں لیجاتے تھے۔ شہروں میں میونسپل کمیٹی (نگم سبھا) کے وسیلے سے صفائی کا انتظام تھا۔

دکھن کی ریاستیں۔ اشوک اور کلنگ والوں سے جو خوفناک لڑائی ہوئی تھی اوس کا خاص نتیجہ یہ ہوا کہ بالکل دکھن کے جو چھوٹے چھوٹے مگر خوشحال

تین تامل راج تھے اونکی آزادی محفوظ رہی۔ ٹھیک ٹھیک آجتک پتہ نہیں چلتا کہ یہ راج کب قایم ہوئے تھے مگر اس میں شک نہیں کہ بہت قدیم ریاستیں تھیں۔ آج کل کے مڈورا اور ترچناپولی ضلعوں میں پانڈی راج قایم تھا۔ یہاں کے راجے اپنے کو پانڈوں کی اولاد کہتے تھے۔ ملابار کے کنارے آج کل کے کوچین اور ٹرانکور ریاستوں کی جگہہ پر قدیم کیرل یا چیرا راج قایم تھا۔ اور کارومنڈل کے کنارے چولا راج تھا۔ پھر پانڈی راج سے کچھہ لوگوں نے لنکا جزیرے میں جاکر ایک طاقتور راج قایم کیا یہ سب رجواڑے آس میں اور لنکا کے راجہ کے ساتھ خوب لڑتے بھڑتے تھے۔ ان راجوں سے آندھر راج کا بہت علاقہ تھا۔ تامل کی ادبیات سے پتہ چلتا ہے کہ آندھر راج نے جب مگدھ جیتا تو یہ بھی اوس کے ساتھ مگدھ گئے تھے۔ تامل سوداگر جہازوں پر سوار ہوکر پُرانے زمانے میں بابل، شام مصر اور اور ملکوں سے تجارت کرتے تھے۔ یورپ کے عالموں کی رائے ہے کہ تامل سوداگر میسوپوٹامیاں سے وہاں کے حروف تہجی لائے۔ مسیح کے بعد پہلی اور دوسری صدی میں قدیم روما کے ساتھ چیرا اور پانڈی راجوں کی تجارت خوب ہوتی تھی۔ انھیں دنوں میں تامل علم ادب کی بھی بڑی ترقی ہوئی۔

خلاصہ

سنہ ۳۲۲	—	سنہ ۲۹۸ قبل سنہ عیسوی	خاندان موریہ چندرگپت
سنہ ۳۰۵	—	" "	سلیوکس کا حملہ

سنہ ۲۷۳ " " " " اشوک

سنہ ۲۴۰ " " " " مجلس عظیمہ بودھ

سنہ ۱۸۴ " " " " خاندان موریہ کا خاتمہ

سنہ ۱۸۴ " " " " خاندان شونگ پشیہ متر

سنہ ۱۵۵ " " " " مینانڈر کا حملہ

سنہ ۲۰ مسیح کے پہلے سے سنہ ۲۲۵ مسیح کے بعد تک اندھر کا خاندان

(۱۰) موریہ کے عہد میں ملک کی حالت

تواریخی نظر سے موریہ راجاؤں کا زمانہ بہت قابل تعریف زمانہ ہے۔ اسی دور میں ہندوستانیوں نے اپنے قوت بازو سے بہت بڑی سلطنت قائم کی تھی۔ اس کی حکومت نوکرشاہی سرکار کرتی تھی۔ جماعت۔ تعلیم۔ مذہب سب کچھ سلطنت ہی کے اندر شمول تھے۔ سچ پوچھئے تو یہ کہنا بیجا نہیں کہ رعیت کا مال و متاع سب سلطنت ہی کے لئے تھا۔ سلطنت رعیت کے لئے نہ تھی۔ ان دنوں ایسی ہی حکومت کرنے کی ضرورت بھی تھی۔ کیونکہ شمالی و مغربی کونے پر یونانی لوگ فتح کرنے کا موقع ہی ڈھونڈھ رہے تھے۔ ان دنوں کی طرز حکومت کا حال ہم لوگوں کو ان وسیلوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کوٹلیہ کا ارتھ شاستر۔ مگاستھینز کا بیان۔ اشوک کے منقوش پتھر۔

طرز حکومت۔ ریاست کے لوگوں کی پرورش راجہ خود کرتے تھے۔ اس

کام میں بادشاہ کو مدد دینے کے لئے سیکڑوں چھوٹے بڑے افسر ہوتے تھے۔ ہرایک افسر کی کارروائیوں پر نگرانی کے لئے جاسوس مقرر کئے جاتے تھے۔ ساری سلطنت کئی حصّوں میں منقسم رہتی تھی۔ ہر صوبے کا مالک ایک استھانک ہوتا تھا۔ اسکے علاوہ کھانوں کی حفاظت کرنے کے لئے۔ کال سے لوگوں کو بچانے کے لئے۔ تجارت کی نگہداشت کے واسطے۔ صحرائی اجناس کو اکٹھا کرنے کے لئے جہازوں کی خبرداری کے لئے جدا جدا افسر ہوتے تھے۔ معلم تیک کرنے والے۔ کاہن یہ لوگ بڑے افسروں میں سے تھے۔ اُجاڑ زمینوں پر بستی بسانے کا سامان سرکار کی طرف سے کیا جاتا تھا۔ گاؤں کے چودھری برہمن اور بعضے لوگ لاخراج زمین پاتے تھے۔ قصبوں میں امن و اماں کے لئے قلعہ ہوتا تھا۔ جو والدین اولاد و اطفال کی نگہداشت نہ کرتے تھے وہ سزا پاتے تھے۔ بیکس عورتوں کی پرورش سرکار خود کرتی تھی۔ شہر کے پھاٹک پر سُرخ رنگ کے جھنڈے سے آراستہ جنگی گھر ہوتا تھا۔ شُرو تریہ برہمنوں کو زمین مفت دیجاتی تھی۔ ضرورت کے وقت سرکار کی طرف سے دیوتا کو جلوس کے ساتھ نکالکر بھی روپیہ وصول کیا جاتا تھا۔ سرکار کی طرف سے ورنآسرم طریقہ کی حفاظت کیجاتی تھی۔ اشوک جب سے بودھ بن گئے اُنھوں نے لوگوں کو دیندار ہونے کے لئے جو جو تدبیریں نکالیں اور نئے نئے افسر مقرر کئے۔ اس کا بیان ہو چکا ہے۔ اون کے عہد میں برہمنو نکی قدر مثل پیشتر کے نہ تھی۔

مذہب۔ اندر۔ برون۔ اگنی۔ سوم۔ اور ویدی دیوتاؤں کے علاوہ۔ لوگ مندر بنا کر اپراجیتا۔ شیو۔ ویش ون۔ سری۔ اور بہت سے دیو دیبیو نکو

پوجتے تھے۔ پاک دنوں میں سیلاب روکنے کے لئے بڑی دھوم دھام سے ندیوں کی پوجا چڑھائی جاتی تھی۔ لوگ بھوت شیطان کو بھی مانتے تھے۔ چیتہ کے درختوں کو بھی پوجتے تھے۔ اونچی ذات کے لوگ پہلے وقت کی طرح دیدگیتا بھی کرتے تھے۔ سال میں کئی دن جاترا۔ اُتسو۔ سماج وغیرہ بھی منائے جاتے تھے۔ ان اُتسوں میں تماشے۔ ناٹک۔ گانا۔ کھانا پینا ہوتا۔ جب اشوک بودھ ہوگئے تب جو تبدیلیاں ہوئیں وہ پہلے بیان ہو چکیں ہیں۔ ان تبدیلیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوسی وقت سے بودھ لوگوں نے قدیم اعتقادوں کو ترک کر دیا اور عوام الناس کے دلوں کو ترغیب دینے کے لئے بہت قسموں کی ظاہری اور بیرونی تکلفوں کو اختیار کرلیا۔ اور اسی صورت میں مہایان دھرم کی بنیاد پڑ گئی۔

کاریگری۔ چندرگپت کے شاہی محل کی تعمیر اور صنعتیں دیکھکر یونانیوں کو بہت تعجب ہو گیا تھا۔ مگاستھینز کی رائے میں یہ محل ایران کے شہنشاہوں کے محل سے بھی بہتر بنایا گیا تھا۔ جب بنا تھا اوس وقت میں نہر اور بڑے تالاب بھی بڑی آسانی سے کھودے جاتے تھے۔ اشوک کے عہد کے کھمبوں کو دیکھکر آجکل کے بڑے بڑے انجینیر لوگ حیرت میں دیکھتے رہجاتے ہیں۔ پھر ہم لوگ یہ بات ٹھیک طور سے جان ہی نہیں سکتے کہ اون دنوں بغیر ریل کے بڑے بڑے پتھر کیونکر ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچائے جاتے تھے اون دنوں کے کاریگروں کی کاریگری کا سب سے اچھا نمونہ پتھروں پر کی پالش ہے معمولی پتھر گھس کر سنگ مرمر کی طرح چمکدار اور چکنا کرنے کا ہنر آج کسی کو نہیں معلوم

مگر وہ لوگ اس ہنر کو خوب جانتے تھے۔ یہ کھمبے دُور سے دہات کے بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انھیں دنوں میں بڑے بڑے اسٹوپ بنتے تھے۔ بنارس کے نزدیک سارناتھ میں ایک بہت اونچا اسٹوپ ہے۔ ویسا ہی ریاست بھوپال میں سانچی کا اسٹوپ ہے اور متوسط ہندوستان کے باروت نام مقام میں بھی بڑے بڑے اسٹوپ بنے ہوئے ہیں۔ اسٹوپ اینٹوں کے بہت اونچے ٹیلے ہوتے ہیں۔ یہ قبر یا کسی یادگار کے لیے بنائے جاتے تھے۔ سانچی اور باروت کے اسٹوپوں کے چاروں طرف پتھر کے گھیرے سے بنے ہوئے ہیں۔ ان پتھروں پر کئی تصویریں منقوش ہیں۔ ان نقشوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کے لوگ کس آرام سے زندگی بسر کرتے تھے۔ بڑے بڑے پہاڑوں کو کاٹ کر ان کی کھوہ میں بودھ وِہار یا مٹھ بنانے کا دستور بھی اوسی وقت جاری ہو گیا تھا۔ ناسک کے پاس بمبئی سے پونا جانے کے راستے پر کارلی اور حیدر آباد ریاست میں اجنتا کی کھوہوں میں ایسے مٹھ ابھی تک موجود ہیں۔ بڑے بڑے کمرے۔ کھمبے سب کچھ چٹانوں کو کاٹ کر بنتے تھے۔ پھر پہاڑ کی دیوار پر استر کاری کر کے اُس پر بہت ہی خوبصورت تصویریں بنائی گئی ہیں۔ کاریگری کے لحاظ سے یہ سب تصویریں بڑے درجے کی ہیں۔

تعلیم۔ یہ کوٹلیہ کے ارتھ شاستر سے مفہوم ہوتا ہے کہ اُن دنوں میں چار ویدوں کے علاوہ لوگ اِتہاس وید کو پڑھتے پڑھاتے تھے۔ پُرانے قصے۔ تواریخی واقعات۔ دینی کتابیں۔ ارتھ شاستر سبھی کچھ اِتہاس وید میں شامل تھے۔

راجکمار کو ویدا در اتیہاس کے علاوہ ۔ نیائے ۔ بیشیشک ۔ شانکھیہ ۔ جوگ ۔ وغیرہ کے
مضمون پڑھائے جاتے تھے ۔ تین چار برس کے بچّوں کو حروف تہجی پڑھائے
جاتے تھے ۔ خوشخطی پر بہت توجہ کیجاتی تھی ۔ اشوک نے اپنی نصیحتوں کو چٹانوں کی
دیوار یا پتھر کے بڑے بڑے کھمبوں پر کھدوا کر ایسے مقاموں پر قایم کیا تھا جہاں کہ
عام لوگوں کی بھیڑ لگجاتی تھی ۔ یہ سب پتھر کے کتابے پالی زبان میں ہیں ۔ اس سے
مفہوم ہوتا ہے کہ اوس وقت عوام کی زبان پالی تھی ۔ لکھے پڑھوں کا اوسط آجکل
سے بہت زیادہ تھا ۔ سنسکرت برہمنوں کی زبان تھی ۔ معمولی لوگ اس زبان کو
کم سمجھتے تھے ۔ بودھ لوگوں کی دینی کتابیں پہلے پہل اسی زبان میں لکھی گئی تھیں ۔ معلوم
ہوتا ہے کہ اندنوں تعلیم کا مرکز تکسلا میں نہیں تھا ۔ اُندنوں کاشی ۔ اُجین ۔ پاٹلی پتر وغیرہ
تعلیم کے خاص مقام تھے ۔ اشوک کی حمایت سے پالی زبان کی تکمیل اگرچہ بہت ہوئی
لیکن سنسکرت زبان میں بھی اسی وقت اچھی اچھی کتابیں تحریر ہوئیں ۔ ان کتابوں کا
مختصر بیان پہلے کیا گیا ہے ۔ کوٹلی اور پتنجلی اندنوں کے بڑے ادیب تھے ۔

وشنو گپت کوٹلیہ ۔ وشنو گپت کوٹلیہ تھے اور اونکے باپ کا نام چنک تھا
اس سبب سے اونھیں لوگ چانکیہ بھی کہتے ہیں ۔ وہ بہت وجیہ آدمی تھے ۔ اور انتقام
لینے میں بہت مستعد تھے ۔ ایک دن وہ اپنے باپ کا سرادھ کرنے کو تھے کہ اونکے
پاؤں میں نوکدار گھاس چبھ گئی اور خون نکل آیا ۔ اِسلئے اوس دن وہ سرادھ نہ کر سکے
پس غصّے میں آکر اونھوں نے اپنے پاس کے کشا کے سب گچھوں کو اُکھاڑ کر پھینک دیا
تھا ۔ نندبنسی آخری راجہ نے اونکی توہین کی تھی ۔ اس وجہ سے اُنھوں نے نندبنس کا خاتمہ ہی

کردیا۔ اور چندرگپت کو تخت شاہی دلادیا۔ وہ آریاورت کے پہلے شاہنشاہ چندرگپت کے وزیراعظم تھے۔ مگر اس عروج پر بھی معلمی کا کام کرتے تھے ہر روز یگ کرتے تھے اور ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رہتے تھے۔ چندرگپت جب تخت شاہی چھوڑکر صحرانورد ہوگئے۔ اوسی وقت کوٹلیہ نے بھی وزارت سے استعفا دیدیا۔ وہ ایک بیمثل برہمن وزیراعظم تھے۔

پتنجلی۔ انکی ماں کا نام گونکا تھا۔ وہ چیدی کے پاس گونرد کے باشندے تھے۔ اونکے وقت میں یونانیوں نے آریاورت پر حملہ کیا تھا۔ پشیہ مترنے جو اشومیدھ یگ کیا تھا اوس میں اونہوں نے پروہت کا کام کیا تھا وہ کاشمیر۔ اجین۔ پاٹلی پتر وغیرہ مقاموں سے واقف تھے۔ اشوک کی حمایت سے جب پالی اور دوسرے مقامی زبانوں کی بہت ترقی ہوئی اوسی وقت سنسکرت زبان کے خالص رہنے کے تحفظ کے لئے اونہوں نے پانینی کے رسالۂ صرف نحو پر مہابھاشیہ نامی ایک بڑی شرح لکھی۔

شہر بسانے کا علم۔ قدیم ہندوستان میں شہر بسانے کے علم کی بھی بڑی ترقی ہوئی۔ ہر شہر کے چاروں طرف پانی سے لبالب گہری خندق ہوتی تھی اور اس سے کچھہ دور اونچی دیوار بنتی تھی۔ ہرطرف ایک ایک پھاٹک ہوتا تھا۔ جو رات کو بند کردیاجاتا تھا۔ اون پھاٹکوں کے سامنے سے دور مقاموں تک سفر کرنے کے لئے ایک پکی سڑک ہوتی تھی۔ شہر کے اندر چار بڑی سڑکیں ہوتی تھیں۔ انکے علاوہ اور بہت سی سڑکیں اور گلیاں ہوتی تھیں۔

شہر کے ایک ایک حصّے میں ایک ایک ورنؔ کے لوگ رہتے تھے ۔ جیسے اُتر میں نہار۔ الماس تراش وغیرہ اور برہمن رہتے تھے ۔ دکھن میں ویش رہتے تھے اور سرکاری کارخانے ہوتے تھے ۔ پورب میں چھتری لوگ ۔ عمدہ کاریگر اور سوداگر رہتے تھے ۔ پچھم میں شُدر لوگ رہتے تھے ۔ ایک ایک گلی میں ایک ایک طرح کی چیز بکتی تھی ۔ جیسے پھول بازار میں پھول بکتے تھے ۔ دنت بیٹھی میں ہاتھی دانت کی چیزیں ۔ اسکے ماسوا ہر شہر میں باغیچے ۔ تالاب ۔ مندر بھی ہوتے تھے ۔ آجکل کے شہروں میں جے پور قدیم شہروں کے طور پر بسا ہوا ہے یہ شہر اورنگ زیب کے عہد میں بسایا گیا تھا ۔ ہر شہر میں صفائی کا انتظام میونسپل مجلس (نگم) کی طرف سے ہوتا تھا ۔ میگستھنز نے لکھا ہے کہ میرے عہد میں پاٹلی پتر کی میونسپل مجلس کے تیس ۳۰ ممبر تھے اور چند چھوٹی چھوٹی مجلسوں کی مدد سے شہر کی نگرانی عمل میں آتی تھی ۔ ایک مجلس کاریگروں کا خیال رکھتی تھی ۔ دوسری باہر کے سوداگروں کا تیسری پیدائش اور موت کا ۔ چوتھی تجارت کا ۔ پانچویں کارخانوں کا ۔ چھٹویں چنگی وغیرہ وصول کرتی تھی ۔ سڑک پر کوڑا ۔ میلا پانی ۔ مُردہ جانور پھینکنے سے جُرم قایم ہوتا تھا ۔ ناسک کے منقوش پتھروں سے سُراغ ملتا ہے کہ آندھر راج میں بھی نگم سبھائیں تھیں ۔

(**Guilds**) **پیشے والوں کے جتھے** ۔ قدیم وقتوں میں دستور تھا کہ ایک پیشے کے سب لوگ ایک ہی جگہہ رہتے تھے اور اپنی کاریگری کے مال کو بناکر بیچتے تھے ۔ اسی طرح جُلاہے ۔ حکیم ۔ غلہ فروش ۔ سُنار ۔ سوداگر لوگوں کے جتھے الگ الگ ہوتے تھے یہ لوگ آپس میں کام بانٹ لیتے تھے ۔ ٹھیک دام ٹھہراتے تھے ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے ۔ چندہ وصول کر کے اچھے کاموں میں لگاتے تھے ۔ ہر ایک جتھے کا ایک مکھیا ہوتا تھا ۔ اسکا نام سر بنڑیں مکھیا یا پرکھ ہوتا تھا ۔ دربار شاہی میں سر بنڑیں

مکھیوں کی قدر اور پرستش ہوتی تھی۔

شلپ (نازک کاریگریاں) اور تجارت۔ سرکار موریہ کی طرف سے ہر خاص قلعے میں کارخانے لبائے جاتے تھے۔ وہاں طرح طرح کے ہتھیار۔ سونا۔ چاندی جواہر کے گہنے۔ جنگل کی پیداوار سے مفید سامان بنائے جاتے تھے۔ ان کارخانوں میں ہوشیار کاریگروں سے کام لیا جاتا تھا۔ اسکے لئے سرکار اونھیں تنخواہیں دیتی تھی۔ کبھی کبھی بیگار کام بھی لیا جاتا تھا۔ انکے علاوہ بیکس عورتوں کے لئے۔ بیواؤں کے لئے۔ ناقص الاعضا عورتوں کے لئے پرورش کا انتظام سرکار کی طرف سے تھا۔ اس پرورش کے معاوضے میں روئی۔ ریشم۔ پٹوے۔ سُوت کاتنے کا کام اون سے لیا جاتا تھا۔ کچا مال سرکار کی طرف سے اُن کے گھر بھجوا دیا جاتا تھا۔ نمک۔ معدنی پیداواروں پر سرکار کا ٹھیکہ تھا۔ بہت سے مقاموں میں سرکار کی طرف سے کپڑے بُننے کے کارخانے قایم کئے گئے تھے۔

جماعت۔ موریہ عہد کی جماعت میں بہت تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ سرکار قدیم قاعدوں کے مطابق رعایا کو ورن آسرم طریقے پر کام کرنے کا حکم دیتی تھی۔ شاہی سفیروں کا عہدہ برہمنوں کے سپرد تھا۔ برہمن فوجی کام کرتے اور لیتے تھے۔ مگر اس صیغہ میں چھتریوں کی تلاش زیادہ تھی۔ سروتری برہمن کوئی محصول نہیں دیتے تھے۔ اکثر برہمن مجرموں کی سزا نہ ہوتی تھی۔ مگر چوری کریں تو لوہا گرم کر کے داغ دینے کا دستور تھا۔ اور بغاوت شاہی کریں تو پانی میں ڈبا دئے جاتے تھے۔ اشوک کے عہد میں برہمنوں کی قدر کچھ بھی نہ رہی۔ شودر لوگ کاریگری۔ زراعت۔ خدمت۔

تماشا کرنے والوں کا کام کرکے بسر کرتے تھے۔ جو لوگ اپنے والدین کی مدد نہ کرتے تھے اونھیں سزا ملتی تھی۔ اسی طرح جو اپنے کُنبے والوں کی پرورش نہ کرتے تھے اور سادھو بنجاتے تھے اونکو بھی تعزیر دیجاتی تھی۔ گاؤں کے اندر تماشاگر۔ ناچنے والے۔ بھانڈ نہ آنے پاتے تھے۔ پتنجلی کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شُنگ بنشی بادشاہوں کے وقت سے برہمنوں کا ستارہ چمکا۔ بیواؤں کی شادی کا رواج نہ تھا۔ جو برہمن سال بھر کے کھانے کا سامان رکھتے تھے۔ جو لالچی اور خودغرض نہیں ہوتے تھے۔ اور کسی علم کے عالم ہوتے تھے وہ شِشٹ (مہذب) کہلاتے تھے۔ ان کو پانینی ضرور پڑھنا ہوتا تھا۔

(۱۱) شک قوم کی چڑھائیاں
بادشاہ سلیوکس کے مرنے کے بعد

اشوک کے وقت میں بیکٹریا یا ملک (بلخ) خودمختار ہوگیا وہاں یونانی بادشاہ حکمراں بنگئے۔ خاندان موریہ کے آخری راجاؤں کے وقت میں شک قوم کی ایک شاخ نے بیکٹریا ملک کو فتح کرلیا۔ تب یونانی لوگ بیکٹریا سے آگے بڑھے اور افغانستان میں آکر اونھوں نے بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی بنیاد ڈالی۔

یونانی اور پارتھی بادشاہ۔ ان یونانی راجاؤں میں ڈیمٹریس نے مسیح کے قریب دو سو برس پہلے ہندوستان پر حملہ کیا اور پنجاب پر قبضہ کرلیا۔ لوگ اوسے ہندوستان کا بادشاہ کہتے تھے۔ اس کے بعد ۱۵۵ سال مسیح کے پہلے میناندر نامے ایک یونانی نے

پھر ہندوستان پر حملہ کیا اور دُور دُور ملکوں پر فتحمند ہوا - اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے - اُسیوقت سے یونانی پنجاب میں بود و باش کرنے لگے - بیکٹریا کے ساتھ ساتھ پارتھیا نام کا صوبہ بھی (خراسان - سمرقند اور بحیرہ کاسپین کا جنوبی ساحل) خود مختار ہو گیا - پارتھیا کے ایک بادشاہ متھرڈیٹیز نے ۱۴۰ سال مسیح کے پہلے ہندوستان پر حملہ کیا اور پنجاب کا کچھ حصہ اپنی سلطنت میں ملا لیا - پچھم اُتر جانب یونانی بادشاہوں کے ساتھ ساتھ پارتھی بادشاہ بھی فرمانروا نکلے - پُرانی سنسکرت کتابوں میں انھیں کا نام پہل کو رکھا گیا ہے - ان پہل کو راجاؤں میں سے گانڈو فرنیز (سنہ عیسوی ۲۰ سے ۵۰ تک) کا نام مشہور ہے - روایت یہ ہے کہ انھیں دنوں میں ٹامس نامی ایک عیسائی نے سب سے پہلے اس اس ملک میں مسیحی دین کی منادی کی -

سینٹ ٹامس - عیسیٰ مسیح کے بارہ شاگردوں میں سے تھے - مسیح کے بعد اونکے شاگردوں نے دینی منادی کرنے کے لئے دنیا کے ملکوں کو آپس میں بانٹ لیا - کہتے ہیں کہ پارتھیا اور ہندوستان ٹامس کے ذمے کردئیے - ٹامس مذہبی خدمت میں سرسبز بھی ہوئے تھے - لیکن آخر مذہب کے لئے اونھوں نے اپنی جان نذر کر دی - مدراس ملک میں ابھی تک اونکی قبر موجود ہے - بس چند یورپ کے عالموں نے یہ بات ٹھرالی کہ بھارت کا ویشنو دھرم اور اوسکی بھگتی مارگ کی بنیاد سینٹ ٹامس ہی نے ڈالی تھی مگر یہہ نتیجہ غلط ہے - پتھر کے کتبے سے پتہ ملتا ہے کہ اس بات کے ڈیڑھ سو برس پہلے ہلی ڈورس نامی ایک یونامی نے بھاگوت دھرم کو مان لیا تھا اور گوالیار کی ریاست میں بمقام بھلسہ نگرادس کا یادگار گرُوڑ دوھج آجتک اس سچائی کا گواہ ہے -

شک قوم کی چڑھائی - شک لوگ پہلے پہل سر دریا اور دریائے آمو کے درمیانی حصّوں میں رہتے تھے - یہ لوگ کئی شاخوں میں منقسم تھے - ان شاخوں میں سے ایک کا نام یوچی تھا - یوچی قوم کے لوگوں پر ہیونگنو نامی ایک جنگلی قوم نے فتح پائی - یوچی قوم نے آمو دریا کے قریب رہنے والی دوسری شاخ سے اسکے رہنے کا مقام چھین لیا - شکست خوردہ شاخ دکھن کی طرف چلی گئی جہاں پر اوس نے یونانیوں سے بیکٹریا اور افغانستان چھین لیا - شک لوگ افغانستان سے رفتہ رفتہ ہندوستان میں داخل ہوگئے - اونھوں نے کئی ریاستیں قایم کیں - ایک تکشلا میں دوسری متھرا میں اور ایک گجرات کے جزیرہ نما میں -

کشان قوم - کیڈفائی سیز پہلا اور دوسرا سنہ ۱۵ء سے سنہ ۷۸ء تک

یوچی قوم نے شک لوگوں سے بیکٹریا تو فتح کرہی لیا تھا اب وہ اور بھی آگے بڑھے اور افغانستان بھی فتح کرلیا - یوچی قوم کی پانچ شاخیں تھیں - سنہ ۱۵ء کے قریب کشان لوگوں کے سردار پہلے کیڈفائی سیز نے باقی چار شاخوں کے لوگوں کو زیر کرلیا - اور خود بادشاہ بنگیا - بیکٹریا میں اپنا رعب خوب جمایا اور تب شک لوگوں کو بھگا دیا اور یونانی اور پارتھی راجاؤں کو بھی شکست دیدی - پھر کابل اور قندھار کو فتح کرلیا - اور تکشلا کی سلطنت کو بھی اپنے زیر فرمان کرلیا - تقریباً سنہ ۴۵ء میں اوس نے رحلت کی - اوس کا بیٹا کیڈفائی سیز دویم نے اپنے باپ کا کام خود اختیار کرلیا - اور ہندوستان پر بھی حملہ کردیا - پنڈتوں کی رائے ہے کہ اوس نے پورب کی طرف بنارس تک اور دکھن کی طرف نربدا تک فتح حاصل کرلی - اس کے سکّوں سے

معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیوجی کا بھگت تھا۔ اون دنون چین والے بھی ایشیا کے تمام ملکوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس وقت وہ لوگ ختن تک فتح پا چکے تھے۔ اسلئے کیڈفائی سیز کو اون سے لڑنا پڑا۔ لیکن وہ شکست کھا گیا اور مجبور ہوا کہ بادشاہ چین کو خراج دے۔ سُننے میں آیا ہے کہ کیڈفائی سیز دویم نے قدیم روما کے بادشاہ کے پاس ۹۹ء میں اپنا سیفر روانہ کیا تھا۔ ۷۸ء کے قریب اوسنے وفات پائی۔

کنشک ۷۸ء سے ۱۲۳ء تک۔ کشان راجاؤں میں کنشک بڑا نامور ہوا۔ اسکے باپ کا نام وجھیشک تھا۔ اسکی دارالسلطنت پُرش پور (آجکل پیشاور) تھی وہ مگدھ کی ریاست پر فتحمند ہوا اور مالوہ کو بھی زیرنگین کر لیا۔ پھر ہندوستان میں حکومت کا انتظام ٹھیک کرکے اوتر جانب اپنی نگاہ عزیمت پھیری اور پامیر کے اوس طرف چین کے بادشاہ کو خراج دینے والے کاشغر کے والی۔ یارقند کے مالک اور ختن کے حاکم کو اپنے زیر حکم لے آیا اور بطور ضمانت ان تین سرداروں کے تین ولیعہدونکو اپنے ساتھ لے آیا۔ کہتے ہیں کہ سیب اور شفتالو یہی تینوں ولیعہد پہلے پہل ہندوستان میں لائے تھے۔

شکابد۔ انھیں دنوں میں ایک نیا سنہ رواج پا گیا۔ اسکو شکابد کہتے ہیں اسی سنہ کو لوگوں نے شالیباہن کے نام سے منسوب کر دیا۔ اسکا شروع کنشک تخت نشینی سے ہوا تھا۔ ہمارے ملک میں آجتک یہ سنہ رائج ہے۔

کنشک کا مذہب۔ کنشک کے سکّوں کو دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ
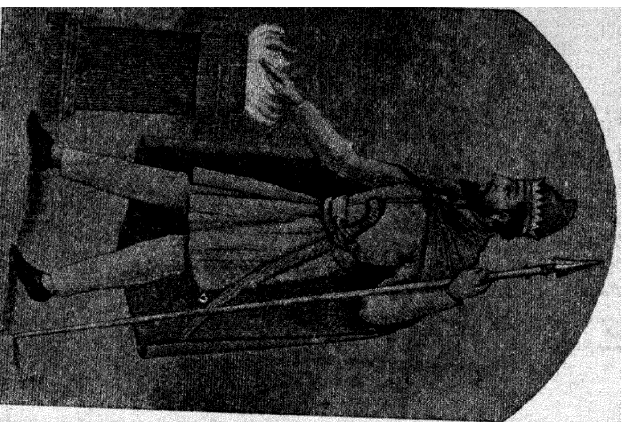
(*Chap. 11*)
Emperor Kanishka.
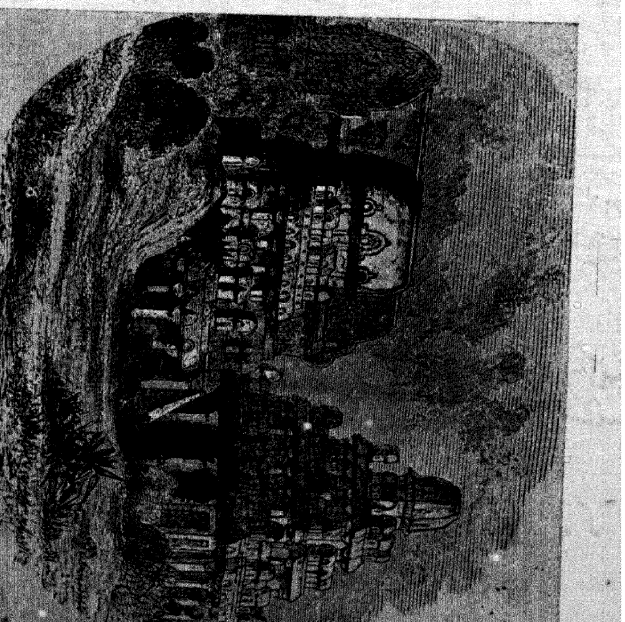
(*Chap. 16.*)
Rathas (Mamallapuram.)

پہلے وہ یہ بات طے نہیں کرسکا تھا کہ بہترین مذہب کون ہے اس سبب سے ابتدا میں وہ اون دنوں کے سب مذہبوں کو مانتا تھا۔ وہ ایرانیوں کی طرح آتش پرست تھا۔ سوا اسکے وہ یونانی اور ہندو دیودیبیوں کو بھی مانتا تھا۔ مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ ہندوستان میں وہ اپنے کو بودھ کہتا تھا۔ اسکے باعث بھی موجود تھے۔ یہ ذکر ہو چکا ہے کہ سکندر سیلوکس اور چند غیر ملک والے فاتحان ملک جب قوت بازو پر بھروسا کرکے ہند پر ظفرمند ہونے کو آئے تب ہمیشہ ناکامیاب ہوکر وطن واپس گئے۔ لیکن جب میناندر یلی ڈورس اور غیر قومی حملہ آور بھارت کے کسی مذہب کو مان کر یہاں حکومت کرنے لگے تو بخوبی کامیاب ہوئے۔ اسلئے ممکن ہے کہ کنشک نے سمجھ لیا تھا کہ اہل ہندوستان کے دل پر حکومت کرنے کے لئے مجھے ضروری ہے کہ کسی ہندوستانی مذہب کو اختیار کرلوں اور چونکہ اون دنوں ہندوستان میں بودھ مذہب کا بڑا دَور دَورہ تھا۔ کنشک نے بودھ دھرم کو اختیار کرلیا۔ اور اس میں اوسکی شاہی حکمت عملی بھی تھی۔

مہایان دھرم۔ پھر انھیں دنوں میں بودھ دھرم کے لئے ایک مشکل کا وقت آگیا تھا۔ شاہان موریہ کا خاتمہ ہونے پر جب برہمن شاہی خاندان کے ساتھ ویدی دھرم اور سنسکرت زبان کا عروج ایکبار پھر ہوگیا۔ تب بودھ دھرم کو زندہ رکھنے کے لئے دوسرا پیرایہ دینے کی مصلحت معلوم ہوئی۔ اسی وقت عوام الناس کو راضی رکھنے کے لئے اعلیٰ فلسفی خیالوں نے اعمال کو بدل کر ہیردلی ڈھکوسلوں سے اور زبان کی ردّوبدل کے وسیلوں سے پُرانے بودھ مذہب کے عوض ایک نئے بودھ مذہب

کی بنیاد ڈالی گئی - اسلئے بود مذہب کا نام مہایان ہوگیا اور پرانے مذہب کو لوگ ہین یان کہنے لگے - کاشمیر کی وادی میں جہاں مہاسبھا (مہاسنگتی) ہوئی تھی (تقریباً سنہ ۱۰۰ء میں) اب ابھی سبھا میں کنشک کی حمایت سے اشوگھوش نامی ایک بودھ عالم نے مہایان دھرم کا اظہار کیا۔ اس مذہب کی زبان سنسکرت ہوئی اور ہندو دھرم کی جتنی خاص تعلیمیں تھیں جیسے تنتر منتر - بھگتی باد - جپ - تیرتھ - جاترا - مورتی پوجا اور بہت سی باتیں مہایان دھرم میں شامل کردی گئیں - پس عوام کو خوشنود کرنے کے لئے بودھ دھرم کی اصلیت ہی بدل گئی - مہایان دھرم کی ترقی کے لئے کنشک نے اشوک کی طرح بہت کدوکاوش کی - چنانچہ اوس نے کاشمیر - پیشاور - گاندھار - ختن - کاشغر اور اور مقاموں میں بہت سے مٹھ اور مندر بنوائے - کنشک نے پیشاور میں چارسو فیٹ اونچا ایک مینار بنوایا تھا - اسکے قریب ہی ایک بڑا بودھ مٹھ اور مندر تھا - یہاں دور دور سے طالبعلم تحصیل لیاقت کو آتے تھے -

آخری حالت - کنشک فقط مذہب کے معاملے میں پیشرو نہ تھا بلکہ بڑا فتحمند بہادر بھی تھا - اوس کا راج بہی بہت وسیع تھا - اُتر میں کوہ التائی سے دکھن میں دریائے کرشنا تک اور افغانستان سے پورب میں بہار تک کی سرزمین کا وہ شاہنشاہ تھا - روما کی تتبع سے اوس نے بھی سونے کے سکے بنوائے تھے - کنشک کا پورا خطاب یہ تھا - مہاراج - راجہ دھراج - دیوپتر - قیصر - کنشک - کہتے ہیں کہ سنہ ۱۲۳ء میں جبکہ کنشک ترکستان میں شاہ چین سے لڑ رہا تھا - اوس کے چند نمکحرام نوکروں نے اوس کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا - کنشک کے مرنے کے بعد اوسکی اولاد کے زمانہ میں

GANDHARA
KASHMIR
Purushapura
Taxila
KUSHAN EMPIRE
Indraprastha
Mathura
KOSALA
Benares
Prayag
AVANTI
SAURASHTRA
WESTERN KSATRAPAS
ANDHRAS
ANDHRA DOMINIONS
KALINGAS
ANGA
KERALAPUTRAS
CHOLAS
INDIA
In The Second Century A D
(THE KUSANA EMPIRE)
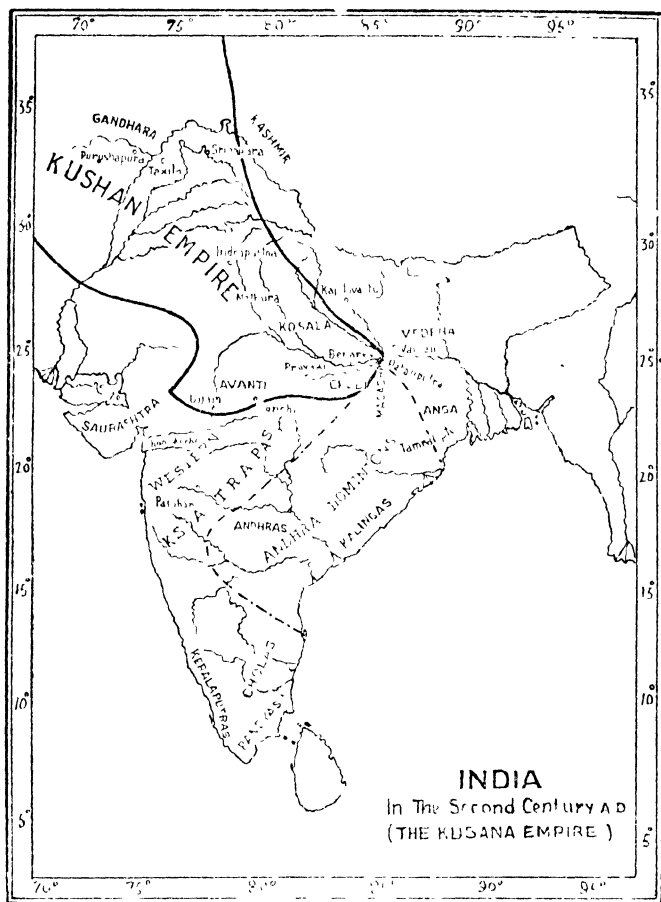
(Pt I Chap. 11.)

سلطنت بڑی شان وشوکت کو پہونچی۔ کشان لوگ اس ملک میں بہت دن رہنے کے سبب سے ہندو بنگئے۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ بسودیو ہوا۔ وہ شیوجی کا بھگت تھا۔ اسی کے عہد میں کشان کی سلطنت شکستہ ہوگئی۔ دُور دُور کے صوبے خود مختار ہوگئے پھربھی بسودیو کی اولاد افغانستان اور پنجاب میں سنہ ۳۱۹ء تک راج کرتی رہی۔ آخر گپت خاندان کے بادشاہوں نے اون کو بھی پست کردیا۔

پچھمی بھارت کے شترپ خاندان۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاک قوم نے سنہ عیسوی کی پہلی ہی صدی میں یونانیوں سے گجرات اور کاٹھیاوار ملکوں کو فتح کرلیا۔ یہاں کی شاک قوم کے راجا اپنے کو شترپ کہتے تھے۔ ممکن ہے کہ پہلے پہل وہ کسی پارتھی بادشاہ کے ماتحت رہے ہوں مگر خود مختار ہونے کے بعد بھی اونھوں نے اپنے لقب کو نہیں چھوڑا۔ سنہ ۱۲۵ء میں آندھراج گوتمی پتر نے نہپان نامی شترپ کو بہت ہی بیطرح شکست دی اور اوسکی جگہہ چشٹان نامی دوسرے ایک شاک کو شترپ بنادیا۔ چشٹان کی اولاد جلد خودمختار ہوگئی اور بڑی شان وشوکت سے چوتھی صدی عیسوی تک راج کرتی رہی۔ اب ان کا نام مہاشترپ ہوگیا۔ شترپ لوگ ہندو مذہب مانتے تھے۔ اور سنسکرت زبان کو بہت پسند کرنے والے تھے۔ اس خاندان کے آخری راجہ کو قتل کرکے بادشاہ چندر گپت نے سنہ ۳۹۵ء میں انکی قلمرو کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ شترپ راجاؤں میں سے مہاشترپ رُودرمَن (سنہ ۱۴۳ء سے سنہ ۱۵۸ء تک) کا نام مشہور ہے۔ اس نے آندھر راج کو شکست دی اور کوکن، سندھ، مالوہ اور چند ملکوں کو قبضۂ تصرف میں لایا۔ رُودرمَن برہمن دھرم کا محافظ تھا۔ اور رعیت پرور تھا۔ اس نے سنہ ۱۵۰ء میں کوہ گرنار کے پاس سُدرشن

سر کی مرمت کروادی۔ اسی سلسلے میں ایک پتھر کی تختی پر اوس نے کھدوا دیا۔ "رعیت کی رفاہ کے لئے ہم نے بہت دولت اپنے خزانے سے صرف کی ہے۔ مگر اس نیک کام کے لئے کبھی رعیت سے ایک کوڑی نہیں مانگی۔"

خلاصہ

قبل مسیح ۱۵۰ — منانڈر کا حملہ
سنہ ۷۸ء سنہ ۱۲۳ء — کنشک
سنہ ۷۸ء — شک کا سنہ شروع ہونا۔
سنہ ۱۴۳ء سے سنہ ۱۵۸ء تک — رُدّر دمن۔

(۱۴) کشان خاندان کے بادشاہوں کے وقت میں مُلک کی حالت

اگرچہ کشان شاہی خاندان غیر مُلک کا تھا تاہم اسکے عہد میں مُلک کی حالت بہت اچھی تھی اور مذہب۔ سوداگری۔ علم و ادب وغیرہ کے دائرے میں رفتہ رفتہ تکمیل ہوتی جاتی تھی۔ اسکا سلسلہ نہیں بگڑا۔ خاص سبب یہ تھا کہ پہلے وقت کے فتحمند لوگ ملک مفتوحہ کے ساتھ ایک دل اور ایک روح ہو جاتے تھے اور اوسکی ترقی کو اپنی ترقی سمجھتے تھے۔

مذہب۔ مہایان کا بہت بڑا اصول یہ تھا کہ ارہت بننا چاہئیے اس بات میں خود غرضی کی بُو تھی۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اپنی ترقی سے زمانے کی ترقی ہے۔ مہایانی تعلیم خاص یہ تھی کہ

(*Chap. 12.*)

Bodhisattva Maitreya.

انسان بودھی ستو۔ بنے۔ بودھی ستووں کا دل سب کے ساتھ بھلائی کرنے میں سرگرم تھا۔ یہ لوگ سب سے پہلے خلایق کی بہتری چاہتے تھے۔ آخر میں اپنے لئے نجات کی دعا مانگتے تھے۔ ہین یان کی تعلیم یہ تھی کہ اچھی چال چلن ہو اور انسان سدا چاری بنجائے تو سچا علم حاصل ہوگا۔ مہایانی کا اعتقاد یہ تھا کہ صرف سدا چاری بننے سے نجات نہ ہوگی۔ اسکے ساتھ اخلاص بھی ہونا چاہیئے۔ ہین یانی بُت پرستی کو بیکار جانتے تھے۔ مہایانی بتوںکو پوجتے تھے۔ ہین یانی کی مذہبی کتابیں پالی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ مہایانی اس کام کیلئے سنسکرت زبان استعمال کرتے تھے۔ کشان بادشاہوں کے ساتھ چین کا علاقہ محض مُلکی معاملات کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ مذہبی معاملوں میں بھی یہ علاقہ قایم ہوا سنہ ۶۷ء میں کاسیّپ۔ ماتنگ اور بھرن وغیرہ سرمن لوگ چین کے بادشاہ کے بلانے سے اوس مُلک میں گئے اور اپنے دین کی منادی کی۔ مسیح کے ترپن ۵۳ برس پہلے کون ڈنّی نامی ایک برہمن انڈو چین میں جو نئی آبادی کی بنیا ڈالی تھی اوسی کو مرکز قرار دیکر آنام۔ کمبوڈیا۔ سماترا۔ جاوا وغیرہ جزیروں میں ہندو مذہب کی تعلیم دینے لگا۔ پھر بات ساین کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ شہری تکلف والوں کے گھر میں طرح طرح کے پوجا پاٹ اور دینی رسمیں اور ہوم ہوا کرتے تھے۔ ہندو لوگ بڑے سامان کے ساتھ شیو۔ وشنو۔ سرستی۔ اور بہت دیو دیبیوں کو پوجتے تھے۔

نازک ہنرمندیاں۔ مہایان مذہب کے مطابق (بُت پرستی کا رواج جب ہوگیا تو یونانی بُت تراشوں نے گاندھار مُلک میں ایک نئے طرز کی بُت سازی ایجاد کی آجکل اس ہنر کا کام گاندھار طرز مشہور ہے۔ اس میں ہندوستانی اور یونانی بُت سازونکی

آمیزش ہے۔ اس طرز کا خاص مرکز متھرا ہو گیا۔ بودھ دیو اور بودھی ستوؤں کی طرح طرح کی مورتیاں بڑی عمدگی سے بنتی تھیں اور دُور دُور کے ملکوں میں جاتی تھیں۔ اس کے بعد سارناتھ میں مورتیاں بننے لگیں۔ بات سائن کی تصنیف سے یہ بھی دریافت ہوتا ہے کہ ارباب شوق کے گھروں میں دیوی دیوتاؤں کی مورتیوں کے علاوہ اور مورتیں بھی آرائش کے لئے رہتی تھیں اور بُت سازی کے ہنر میں بہت جوش کے ساتھ لوگ مصروف ہوتے تھے۔ مصوری کی ترقی بھی ان دنوں بہت ہوئی۔ چوبی تختے اور دیوار اور موٹے کپڑے سب پر تصویریں بنتی تھیں۔ طرح طرح کی حالتیں ظاہر کرنے کے لئے مختلف رنگ کام میں لائے جاتے تھے۔ کنواری لڑکیاں بھی یہ ہنر سیکھتی تھیں۔

علم ادب۔ مہایان مذہب والوں نے جب سنسکرت کو دینی زبان بنالیا اوسیوقت سے بہت سی بودھ دینی کتابیں اسی زبان میں تصنیف ہوئیں۔ ان دنوں اشوگھوش۔ ناگارجن۔ وسومتر۔ اور اکثر لوگ بودھ کے مشہور مصنف ہو گئے۔ انکے علاوہ انھیں دنوں میں بات سائن نے کام سوتر ایک کتاب لکھی۔

اشوگھوش قوم کے برہمن تھے انکی ماں کا نام سُبرناکشی تھا۔ بودھ ہو جانیکے پہلے سنسکرت زبان بہت عمدہ طور پر سیکھ چکے تھے۔ وہ بڑے مشہور شاعر اور عمدہ موسیقی داں تھے۔ تبتی زبان میں انکی سوانحعمری جو موجود ہے اوس میں یہ لکھا ہے "کوئی سوال انکو مشکل معلوم نہ ہوتا تھا۔ ہر شُبہے کو دُور کر سکتے تھے اور وہ اپنی عجیب لیاقت سے اپنے مخالفوں کو خاک میں ملا دیتے تھے۔ انکی لکھی ہوئی ایک کتاب بودھ چرتر سب سے عمدہ سمجھی جاتی ہے۔ اہل علم کی رائے ہے کہ کالیداس نے انھیں کو اپنے لئے نمونہ بنایا تھا"

کنشک کے عہد میں جو مہاسنگھتی سبھا ہوئی تھی اوس میں اونھوں نے سب سے پہلے مہایان دھرم کا اظہار کیا تھا۔

ناگارجن ۔ دوسری عیسوی صدی کے آخری حصّے میں دکھن میں ایک نامی برہمن خاندان میں یہ پیدا ہوئے پہلے انھوں نے چاروں وید پڑھے ۔ بعد اسکے بودھ مذہب کو قبول کیا ۔ انھوں نے اپنی زندگی اسی میں صرف کی کہ دکھن میں بودھ مذہب کی منادی کرتے رہے ۔ انکی دینی کتابیں ابھی تک پائی جاتی ہیں ۔ انھوں نے مہایان مذہب کی ایک شاخ دکھن میں قایم کی وہ عمدہ شاعر فلسفی ۔ طبیب بڑے بڑے مناظرہ کرنے والے تھے ۔ انکے سوا انھیں دنوں میں چرک سوشروت نامی مشہور طبیب بھی ہوئے ۔ انھوں نے بیماروں کے علاج کا علم بہت پھیلایا ۔

سوداگری ۔ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ کشان سلطنت کی پچھم اور اُتر طرف کی سرحد قدیم روم اور چین کی سلطنتوں سے بالکل ملحق تھی ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان تین سلطنتوں میں باہم بہت تجارت ہونے لگی ۔ چین کا ریشم اس ملک میں بہت پسند کیا جاتا تھا ۔ اسکے علاوہ خشکی اور تری کی راہ سے قدیم روما کی مختلف حصّوں کے ساتھ ہمارے مُلک کی تجارت خوب ہوتی تھی ۔ ٹائنا کے رہنے والے آپولونیس کی سوانح عمری (۴۵ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں ہند کے ساتھ بابل اور مصر والوں کو بہت ہی تعلق تھا ۔ ٹکشلا کے لوگ یونانی زبان اور اوس مُلک کے فلسفہ کی تعلیم سے خوب واقف تھے ۔ اور بابل کے سیاح اور سوداگر ہندوستان میں آمد و رفت رکھتے تھے ۔ پھر ایک یونانی کپتان کی تصنیف کردہ کتاب سے (ارائی تھرین سمندر کا پری پلس) معلوم ہوتا ہے

کہ ان دنوں مصر۔ فارس۔ ایشیائے کوچک سے تجارت جاری تھی۔ ان دنوں سوداگر تمام ہندوستان کا مال یکجا کر کے اجینی میں جمع کرتے تھے۔ پھر وہاں سے سب مال بھاروکچھ کو جاتا تھا وہاں روما کے سوداگر تانبے۔ ٹن۔ سیسہ وغیرہ فلزات اور سونے چاندی کے سکوں کے بدلے اس ملک کے چولاراج کے مہین مل۔ موتی۔ جواہر۔ صندل اور خوشبودار چیزیں اور مصالح اپنے ملک میں لیجاتے تھے۔ پلینی ایک قدیم رومی مصنف (پہلے عیسوی صدی میں) نے لکھا ہے کہ ہر سال ہندوستانی سوداگر ہمارے ملک سے کروروں روپئے لیجاتے ہیں۔ کیونکہ ہم لوگ ان کی لائی ہوئی چیزیں سوگنا دام دیکر خریدتے ہیں۔ ایک جگہ وہی مصنف لکھتا ہے ہم لوگ اپنی عورتوں کو خوش کرنے کے لئے ہر سال ہندوستانیوں کو کچھ لاکھ روپئے دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ خلیج کھمبات سے ہندوستانی سوداگر جہازوں میں بھر کر اناج اور اور چیزیں افریقہ اور بحرۂ قلزم کے ساحل کے ملکوں میں بھیجتے تھے۔ مصر کے ساتھ دکھن کا علاقہ اتنا زیادہ تھا کہ مصر والے کناری زبان خوب سمجھ لیتے تھے۔ بحیرہ چین اور سویز کے کنارے کے ملکوں میں تجارت جو ہوتی تھی اس کا درمیانی مقام چیراراج تھا۔

جماعت۔ انہیں وقتوں میں بات سائن کی کتاب کام سوتر میں گویا پوری تصویر ہے کہ اشراف کی عورتیں اور ارباب تکلف بڑے عیش میں بسر کرتے تھے۔ بات سائن نے ان عیش پسند مردوں کا نام ناگرک اور عورتوں کا نام ناگر کا لکھا ہے۔ ناگرک کے روزانہ مشغلے کو لکھتے ہیں کہ سویرے اوٹھکر اور منہ دہوکر اپنے بدن کی زیبائش میں مصروف ہوتے تھے۔ خوب ہار پہنکر صندل لگاکر معطر کپڑے اور چادر کام میں لاتے

تھے ہونٹوں کو لال رنگتے تھے اور آنکھوں میں کاجل لگاتے تھے۔ پان اور طرح طرح کے مصالحے بھی استعمال کرتے تھے۔ تیسرے دن صابون وغیرہ لگانے کا دستور تھا اور چوتھے دن حجامت بنواتے تھے۔ اُن دنوں لوگ ناخن بڑھاتے تھے اور عجیب طرح سے کاٹتے تھے۔ تیسرے پہر کو اپنے مسخروں اور دوستوں سے باتیں کرتے تھے اور مرغ اور مینڈھے کا لڑنا دیکھتے تھے۔ اور کوئل کا بولنا سُنتے تھے۔ مور کا ناچنا دیکھتے تھے۔ پھر اُجلے کپڑے پہنکر گوشٹھی یعنے جلسوں میں جاتے تھے۔ رات رقص وسرود میں کاٹتے تھے ان سب سامانوں کے سوا مندروں میں بھی محفلیں ہوتی تھیں۔ ماگھ کے مہینے میں سری پنچمی کا میلہ بڑی دھوم سے ہوتا تھا کنواریں کو مودی جاگر۔ پھاگن میں ہولی۔ ساون میں جھولا جھولنا۔ یہ سب باتیں ہوتی تھیں جب برسات آتی تھی تو کدمب کے پھول سے آپس میں کھیلتے تھے۔ یا سرسبز گھانسوں پر دوڑتے تھے۔ پانی میں بھی کھیلتے تھے۔ باغوں میں جاکر عیش کرتے تھے۔ اوس زمانے میں طرحدار لوگ یوں ہی اپنا وقت بسر کرتے تھے۔ خانہ داری کے سب کام عورتیں کرتی تھیں۔ وہ شوہر کی عزت کرتی تھیں اور اونکے بے مرضی کوئی کام نہیں کرتی تھیں۔ کبھی کبھی شوہر سے اجازت لیکر جلسوں میں جاتی تھیں۔ لیکن زیادہ جائیں تو عیب سمجھا جاتا تھا۔ گھر کے دیوتاؤں کی پوجا کرتی تھیں۔ اور رندنہ پکاتی تھیں۔ شوہر کی ہدایت کے مطابق کفایت کے ساتھ خرچ بھی کرتی تھیں۔ معزز خاندانوں کی عورتیں اور امیروں کی سہیلیاں دینی کتابوں اور ہنرمندیوں کی تعلیم بھی پاتی تھیں۔ غریب گھر کی عورتیں صرف ہنرمندیاں سیکھتی تھیں۔ اکثر بیوہ کی شادی نہوتی تھی۔ لیکن تاہم جو بیوہ شادی کرے تو وہ جماعت میں بدنام نہیں ہوتی تھی۔

(۱۳) ہندو عہد جدید۔ گپت بادشاہوں کا حال

ہندو عہد جدید۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مابعدی ویدک کے آخری زمانے میں (مسیح کے پہلے ۶۰۰ سے ۲۰۰ تک) بودھ کا دورہ تھا۔ مگر یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ اندنوں بھی ویدک مذہب بالکل نیست نہیں ہو گیا تھا کانو اور سنگ خاندان کے راجاؤنکے وقت میں ویدک مذہب کا زمانہ بھی ایک بار موافق ہو گیا تھا۔ یہ بھی مذکور ہوا ہے کہ ویدک مذہب کی برابری کے لئے بودھ مذہب کا طریقہ بدل دیا گیا۔ جبکہ ویدک دھرم اور تنتر کے بڑے بڑے اصول بودھ دھرم میں داخل کر دئے گئے۔

ہندوستان کی قدیم تواریخ کے وقت میں بودھ زمانے کے بعد ہی ہندوؤں کا نیا زمانہ شروع ہوا۔ اندنوں ہندو مذہب کا طریقہ بھی بدل گیا اور پرانے ویدک دھرم اور یگ کی جگہہ میں آجکل کا ہندو دھرم چل نکلا جسکے اصول سمرتی پران اور تنتر کے مطابق ہیں۔ اسی وقت میں مندر بنا کر ہندو دیو اور دیبیوں کی تانترک پوجا کا رواج جاری ہو گیا۔ پران اور دوسری مذہبی کتابوں میں تنتر کے بڑے بڑے اصول جیسے جنتر۔ منتر۔ پوجا پاٹ۔ دھیان۔ دھارنا۔ زیارتگاہوں کا سفر سب باتیں مذہبی اصول میں داخل ہو گئیں۔ پھر اسی زمانے میں بودھ مذہب کی تاثیر سے ہندو بگڑی ہوئی جماعت کو دوبارہ سمرتی اور دھرم شاستروں کے مطابق ٹھیک کرنے کی بڑی کوشش ہوئی بعضے عالم لوگ اسکو پران کا زمانہ کہتے ہیں۔ مگر مؤلف کا خیال ہے کہ اسکو تانترک زمانہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اسطور سے جب نئے ہندو دھرم اور بودھ دھرم نے تنتر کے بڑے بڑے اصول کو اپنے دھرم میں شامل کر لیا تو ظاہرا دونوں کی ایک ہی شکل ہو گئی۔ ان کا

نتیجہ یہ نکلا کہ آخرکار بودھ دھرم بھی ہندو دھرم کی ایک شاخ ہوگئی اور کچھ اصول بودھ دھرم کے بھی ہندو دھرم میں مشمول ہو گئے۔ پس اس حالت میں بودھ دھرم اپنے وطن ہی میں مُردہ ہوگیا۔

چندر گپت اول ۳۲۰ء سے ۳۳۵ء - کشان سلطنت کے بعد چوتھی صدی کے پہلے حصے میں پاٹلی پوتر میں ایک معمولی راجہ حکمراں تھا۔ جسکا نام چندر گپت تھا۔ تاریخ میں اس کا نام چندر گپت اول پڑا ہے۔ خاندان موریہ کے مشہور و معروف شہنشاہ چندر گپت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس نے مگدھ کے خاندان لچھوی کی راجکماری کے ساتھ شادی کی جسکا نام کمار دیوی تھا۔ اس شادی سے اسے اتنا اور فائدہ ہوا کہ لچھوی خاندان والے اسکے بہی خواہ اور مددگار ہو گئے۔ ان کی مدد سے چندر گپت نے تمام بہار اور ممالک متحدہ کے مشرقی حصے اور اودھ وغیرہ کو فتح کرکے اس زبردست سلطنت کی داغ بیل ڈالی اسی زمانے سے وہ اپنے کو مہاراجہ دھراج کہنے لگا۔ اسلئے وہ تمام عمر تک لچھوی خاندان کا احسانمند رہا۔ یہیں تک نہیں بلکہ جواب احسان میں اپنے سکوں پر اپنی زوجہ اور لچھویوں کے نام کو لکھوا دیا تھا۔ ۳۳۵ء میں اس نے اس جہان فانی سے رحلت کی۔ اوس کی تخت نشینی کی تاریخ ۲۰ رفروری ۳۲۰ء سے گپت سنہ شروع ہوا۔

سمدر گپت ۳۳۵ء سے ۳۸۰ء - بعد اس کی وفات کے اس کا بیٹا سمدر گپت اس سے بھی تیز اور اقبالمند نکلا۔ جتنا بہادری میں لاثانی تھا اُتنا ہی اور علم میں مشہور و معروف ہوا۔ سخندان اول درجہ کا تھا۔ موسیقی میں اچھا ماہر تھا۔ اور بین بھی

نہایت حسن و خوبی کے ساتھ بجاتا تھا۔ اسکی ایک مورتی بھی بین بجا رہی ہے۔ یہ بہت زبردست ہندو تھا۔ اتنا ہوتے ہوئے بھی مذہب والوں پر کسی قسم کی شدت نہیں کرتا تھا۔ قدر دان بھی پلے سرے کا تھا۔ اس کے دربار میں نامی نامی لوگ موجود تھے جو اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

فتح عظیم۔ سمدر گپت نے اپنے راج کو بہت وسیع کر دیا تھا۔ مشرق میں برہمپوتر مغرب میں جمنا اور چنبل اور جنوب میں نربدا تک اسکی سرحد تھی۔ علاوہ اسکے مشرقی بنگال۔ آسام۔ نیپال۔ گڈھوال۔ وغیرہ ملکوں کے راجہ اسے خراج دیتے تھے۔ اخیر میں اس نے اشومیدھ یگ کرنے کا قصد کیا۔ قاعدہ ہے کہ اس یگ کرنے والے کو پہلے فتح کامل کرنا ضروری ہے۔ اسلئے وہ ایک بڑی جنگی لیکر پاٹلی پوتر سے نکلا اور چھوٹے ناگپور سے ہوکر سمندر کے کنارے کنارے اڑیسہ۔ کلنگ۔ نیلور۔ اور کانچی تک فتحیاب ہوتا گیا۔ وہاں سے چولا راج سے ہوکر کونکن میں دیوراشٹر کو بھی زیر کیا۔ اسکے بعد خاندیش ہوکر پاٹلیپوتر کو واپس آیا۔

اس سفر میں وہ بہت سا مال و متاع بھی اپنے ساتھ لایا اور بعد اشومیدھ یگ کے بہت کچھ برہمنوں کو خیرات دی اور اس یگ کی یادگاری میں ایک نیا سکہ بھی نکالا جس پر قربانی کے گھوڑے کی تصویر منقش تھی۔ اس نے اس فتح عظیم کی داستان کو اشوک کے اوس کھمبے پر بھی کُھدوا دیا جو اسوقت الہ آباد کے قلعہ میں موجود ہے۔

کوشامبھی کا کھمبہ۔

خاندان گپت کے شہنشاہوں کے وقت ہی میں آجکل کے سماں ہندو دھرم

(*Chap. 13.*)

Great Buddha (Ajanta).

چل نکلا۔ یہ ہندو دھرم، ویدک دھرم سے بالکل علیحدہ ہے۔ ان دونوں سے بودھ
دھرم شاہی دھرم نہ رہا بلکہ ہندو دھرم نے وہاں اپنا قبضہ جمالیا۔ اسی طرح ۴۵ برس
تک حکومت کرنے کے بعد مہاراج سمدرگپت نے ۳۸۰ء میں اپنے ولیعہد چندرگپت
(ثانی) کے ہاتھ میں ایک عظیم سلطنت کی باگ ڈور سونپ کر اس جہان فانی سے
رحلت کی۔

سمدرگپت کی سیاست۔ سمدرگپت صرف فتح کرنا ہی نہیں جانتا تھا بلکہ ایک
مفتوح ملک کو کیونکر اپنی حکومت کے تابع کرنا چاہیئے یہ علم اسے خوب معلوم تھا۔
شمالی ہندوستان کی تمام ریاستیں اس نے ضبط کرلیں۔ اسیر بھی مفتوح راجاؤں کی
قدردانی خوب کرتا تھا۔ ہمالیہ اور بندھیاچل کی جنگلی قوم پر سختی کی نظر رکھتا تھا۔ جس سے
کسی قسم کا فساد برپا نہ ہو۔ اگرچہ مالوہ۔ راجپوتانہ اور پنجاب کی سرحد پر رہنے والوں کو اسنے
جیت لیا تھا۔ تاہم ہمیشہ دوستانہ برتاؤ رکھتا تھا۔ جنوبی مفتوح ریاستوں کو اسنے
آزاد کردیا۔ لنکا کے راجہ اور کابل اور ایشیائے وسط کے یوچی راجاؤں نے
اس سے صلح کرلی۔ سمدرگپت کی سیاست کا یہ نتیجہ ہوا کہ رعایا کے دل میں قومی خیال کا
زبردست جوش پیدا ہوا۔ اسی بنیاد پر چندرگپت ثانی کی شان و شوکت کا جھنڈا پھرایا۔

چندرگپت بکرما دتیہ ۳۸۰ء سے ۴۱۴ء۔ سمدرگپت کے کئی بیٹے تھے۔
ان میں چندرگپت زیادہ لایق و فایق تھا۔ اسی وجہ سے یہی ولیعہد بنایا گیا۔ یہہ اپنی
نوجوانی ہی میں اپنے باپ کے نظم و نسق میں ہاتھ بٹاتا تھا۔ میدان جنگ میں شامل
رہتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تخت نشینی کے پہلے ہی سیاسی معاملوں میں پختہ ہو گیا۔ وہ

خود نہایت دلیر تھا اور ہنرمندوں کی خوب قدردانی کرتا تھا۔

پہلے پہل چندر گپت نے پنجاب کو اپنی سرحد کے اندر کر لیا اس کے بعد مغرب کیطرف نظر کی۔ تم کو معلوم ہے کہ سمدر گپت کے وقت اوسکی سلطنت کی مغربی سرحد فقط چنبل تک تھی ان دنوں مالوہ۔ گجرات اور سوراشٹر کے جزیرہ نما میں شک لوگوں کا راجہ چھترپ رودر سنگہ حکمراں تھا۔ بہت دنوں تک اس ملک میں رہنے کی وجہ سے شک لوگ بھی ہندو بنگئے تھے۔ ملک چونکہ زرخیز تھا اور بحری تجارت کثرت سے تھی اس سبب سے چھترپ لوگ امیر اور ذی اقتدار مانے جاتے تھے۔ ۳۹۵ء میں چھترپ رودر سنگہ کو شکست دی اور اسکی ریاست کو اپنے ملک میں ملالیا۔ اُسیوقت سے شک لوگ بھی اسکی رعایا ہوگئے۔ اس فتح کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنگال سے لیکر چناب ندی تک اور ہمالیہ سے نربدا تک کا تمام حصّہ سلطنت گپت کے قبضے میں آگیا۔ سلطنت کی حد مشرقی اور مغربی سمندر تک پھیل جانے کی وجہ سے تجارت میں نہایت آسانی ہوئی۔ اور سلطنت کی آمدنی بھی زیادہ ہوگئی۔ مدنی پور کے ضلع میں تامرلپتی (آجکل تمولک) اور بھاروچھ سے چین۔ ہندی جزائر (Indian Archi) روم اور مصر وغیرہ طرح طرح کی چیزیں بھیجی جاتی تھیں۔

ممکن ہے کہ ان ملکوں کو فتح کرنے کے بعد چندر گپت نے بکرمادیتہ کا لقب اختیار کر لیا ہو۔ لیکن اس جگہ یہ کہدینا بے موقع نہوگا کہ یہ چندر گپت وہ بکرمادیتہ نہیں تھے جنکا تذکرہ بیتال پچیسی میں آیا ہے۔ سلطنت کی سرحد چونکہ مغرب کیطرف زیادہ کھنچ گئی اسوجہ سے چندر گپت کو اپنی پرانی راجدھانی پاٹلیپوتر چھوڑکر وسط

GUPTA EMPIRE
NEPAL
KAMRUPA
AYODHYA
PATALIPUTRA
DAVAKA
R. CHAMBAL
WESTERN
UJJAIN
PRAYAG
TAMRALIPTI
KALINGA
PALLAVAS
CHOLA
CHERA
SINHALA
THE GUPTA EMPIRE
SOUTH INDIAN CAMPAIGN OF
SAMUDRA GUPTA
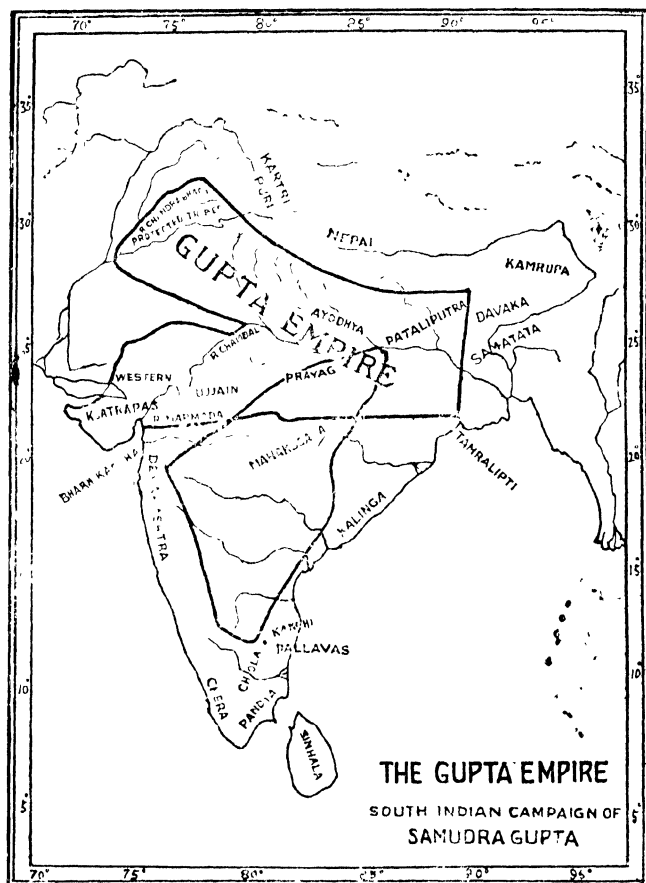
(Pt. I Chap. 13.)

اجودھیا میں نئی راجدھانی قایم کرنی پڑی سنہ ۴۱۴ء میں اس نے انتقال کیا۔ اس کا مذہب ویشنو تھا۔

ہون لوگوں کی چڑھائی سنہ ۴۵۰ء سے سنہ ۵۲۸ء۔ چندرگپت کے بیٹے کمار گپت (سنہ ۴۱۴ء سے سنہ ۴۵۵ء تک) نے بھی اشومیدھ یگ کیا تھا لیکن کمار گپت کے بیٹے سکند گپت (سنہ ۴۵۵ء سنہ ۴۸۰ء) کے وقت میں ہون لوگوں نے ٹڈی کیطرح تمام یورپ اور ایشیا کو چھالیا تھا۔ یہہ لوگ بھی ایشیائے وسط سے آئے تھے اور مغل قوم سے تھے۔ یہ بالکل وحشی اور بیدین تھے۔ فارس میں سلطنت فارس کو یورپ میں سلطنت روم قدیم کو ہندوستان میں سلطنت گپت کو انھیں لوگوں نے نیست و نابود کیا۔ سنہ ۴۵۵ء میں ہن لوگوں نے پہلی بار چڑھائی کی۔ لیکن سکند گپت نے انھیں ہرادیا۔ اسپر بھی وہ نہ ہٹے اور سنہ ۵۰۰ء کے قریب تورامن نام کے ایک ہن سردار نے مالوہ کو فتح کیا۔ اسکے انتقال کے بعد اس کا بیٹا مہر گل جانشین ہوا وہ شیو اور سورج کی پرستش کرتا تھا اور بودھوں کو بہت ستاتا تھا۔ اسلئے چند ہندو راجہ آپس میں ملکر اور مالوہ کے راجہ یشو دھرمن اور خاندان گپت کے راجہ نرسنگہ گپت کو اپنا مددگار بناکر اسکے سامنے میدان جنگ میں آکھڑے ہوئے اور سنہ ۵۲۸ء میں اسے شکست دی۔ مہر گل کاشمیر کیطرف فرار ہوا اور وہاں جاکر اس نے ایک ریاست قایم کی۔ بہت سے ہن پنجاب سے لیکر مالوہ تک بسگئے اور رفتہ رفتہ تمام نے ہندو مذہب قبول کیا۔ خاندان گپت کے ختم ہونے کے بعد بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں وجود میں آئیں۔ یہ سب ریاستیں بجائے خود آزاد تھیں اور

آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اکثر لڑا کرتی تھیں -
بکرم کا سمبت - مہاراج یسو دھرم دیو نے ہُن لوگوں کو شکست دیکر بکرمادت
کا خطاب اختیار کیا - اور مالوہ کے سمت کا نام بدل کر بکرم سمت رکھا - مسیح سے ۵۷ برس
پہلے یہ مالو سمبت شروع ہوتا ہے - آجکل مقاموں میں یہ سمبت رائج ہے -
گپت راجاؤں کا طرز حکومت - کُل سلطنت کئی صوبوں میں منقسم تھی -
اُس وقت صوبہ کو بُھکتی کہتے تھے - ہر بُھکتی ایک اُپرک یعنی صوبہ دار کے ماتحت تھی
اُپرکوں کو راجہ خود مقرر کرتا تھا - اُپرک ہر ضلع میں بشے پتی مقرر کرتے تھے اور نگر سرشٹی
کولیک (مج) پرتھم کایستھ اور دوسرے افسروں کے ساتھ متفق الرائے ہو کر خراج
اور محصول لگاتا تھا - ضلع کے انتظام میں نگم سبھا کے ممبر سرکاری افسروں کو مدد
دیتے تھے - اسوجہ سے موریوں اور گپتوں کی طرز حکومت میں فرق تھا - موریوں کے
وقت میں سبھی کچھ سرکار کرتی تھی مگر گپتوں کے وقت میں رعایا سے بھی مدد لیجاتی تھی -
مُلک کی حالت - بکرمادتیہ کے وقت میں مُلک چین سے فاہیان نام کا
سیّاح ہندوستان میں وارد ہوا تھا - وہ قریب ۱۵ برس (سنہ ۳۹۹ء سے سنہ ۴۱۴ء) تک
اس مُلک میں رہا اور جو کچھ اس نے یہاں دیکھا یا سُنا ان سب کا ذکر اس نے اپنے
سیاحت نامہ میں کیا ہے - اس کتاب کے مطالعہ سے اس وقت کے حالات بالکل
آئینہ ہو جاتے ہیں - مگدھ میں بڑے بڑے شہر تھے - دارالسلطنت پاٹلیپوتر میں
بہت سے دھرم شالائیں اسپتال اور بودھ مٹھ بھی تھے - شہر کے لوگ زیادہ تر
ذی علم ہوتے تھے - اس نے شاہی محل و درباری کاریگری کی بہت زیادہ تعریف
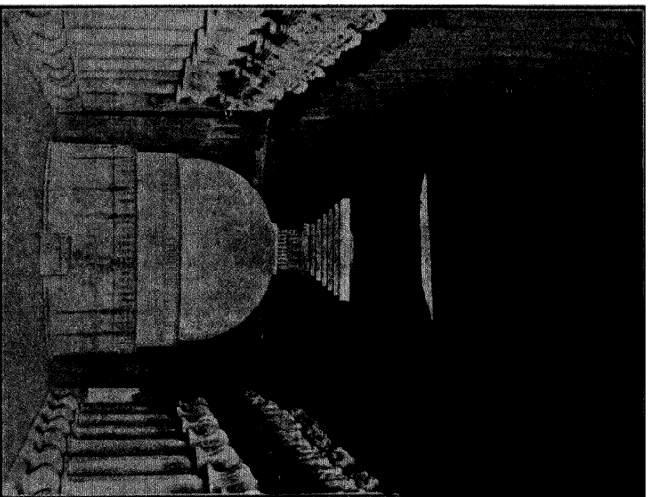
(*Chap. 13.*)
Karli Cave Temple.
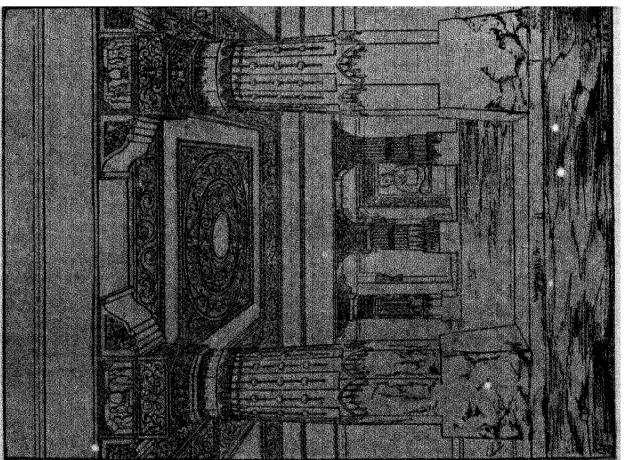
(*Chap. 13.*)
Ajanta Cave.

کی ہے اور اپنی حیرت کی باتوں میں ایک بات یہ بھی بتلائی ہے اس کا کہنا ہے کہ محل آدمیوں کا نہیں بلکہ جنات کا بنایا ہوا ہے۔ تمام ملک میں بڑے بڑے مٹھ تھے جہاں بودھ واعظ رہا کرتے تھے۔ راج میں بالکل امن چین تھا۔ راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ تھی۔ سزا میں موت کی سزا بہت کم دیجاتی تھی۔ زیادہ تر جرمانہ لیکر مجرم رہا کر دیئے جاتے تھے۔ کسان اور سوداگروں سے محصول لیا جاتا تھا۔ لوگوں میں بودھ طور طریقے عام تھے اور شراب۔ لہسن۔ گوشت نہیں کھاتے تھے۔

خاندان گپت کے راجاؤں کے وقت سے نئے ہندو دھرم کی ترقی شروع ہوئی تھی۔ نہایت شان کے ساتھ۔ سوریہ۔ شیو۔ وشنو۔ کارتکیہ۔ سری اور دوسرے دیوتاؤں کی پوجا تانترک طریقے سے ہونے لگی۔ بت پرستی کی ترقی کے ساتھ بودھ مذہب کی تنزلی ہونے لگی۔ ان دنوں بودھ دھرم باہری ڈھکوسلوں سے بہت ہی بھرا تھا۔ اس کا بیان فاہیان کے لکھے ہوئے رتھ جاترا میلے کے حال سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ سیاح مذکور کہتا ہے کہ ہر سال پاٹلی پتر میں دیوتاؤں کی رتھ جاترا ہوتی تھی۔ لوگ اونچی اونچی رتھیں چار پہیوں والی بانس اور لکڑی سے بناتے تھے۔ اور اس پر طرح طرح کی دیو مورتیاں رکھ دیتے تھے۔ بیچ میں بودھ دیو کی مورت رکھی جاتی تھی۔ تیسرے پہر باجے کے ساتھ اس رتھ کو کھینچ کر شہر میں لاتے تھے اور رات بھر میلہ مناتے تھے۔ اکثر لوگ سمن کو عزت کی نظر سے دیکھتے۔ گپت راجے سب پکے ہندو تھے۔ اور ان میں سے زیادہ راجے بھاگوت وشنو تھے۔ پر یہ راجے اور مذہب والوں کو کبھی ستاتے نہ تھے۔ راجہ چندر گپت وکرمادتیہ نے خود پرم بھاگوت ہونے پر بھی

ایک بودھ اور دوسرے بلکے سُنیو کو وزیر بنایا تھا۔

سمدر گپت۔ سمدر گپت نے سنگھل (Ceylon) کے راجہ میگھ ورنا کو بودھ گیا میں بدھ دیو کی یادگاری میں ایک مٹھ بنانے کی اجازت دی تھی۔ انکی توجہی کی وجہ سے ہندوؤں کے بہت سے دھرم شاشتر پھر سے لکھے گئے تھے۔ وہ خود صاحب علم تھے اسلئے عالموں کی زیادہ قدر کرتے تھے۔ ان دلوں ہندو دھرم کی ترقی کے ساتھ ساتھ کاریگری اور سنسکرت کی بھی بڑی ترقی ہوئی۔

کاریگری۔ حیدرآباد ریاست میں اجنتا کی کھوہیں ہیں جن میں کئی خوبصورت محل بنے ہوئے ہیں۔ ان میں دو کھوہیں سب سے اچھی مانی جاتی ہیں۔ یہ دونوں کھوہیں خاندان گپت کے راجاؤں کے وقت میں بنی تھیں۔ انکی دیواروں کی نقاشی دیکھکر آج بھی لوگ حیرت میں رہجاتے ہیں۔ دیوتاؤں کی مورتیاں نہایت حسن وخوبی کے ساتھ بنائی گئی تھیں۔ گپت کے وقت کی سنگی مورتیاں سارناتھ۔ متھرا گنتور ضلع کی امراوتی میں بہت ملی ہیں اور پٹنے میں ایک ایسا پتھر ملا ہے جسپر "کراتا رجونیا" منظومہ کی تصویر منقش ہے۔ مندر بھی اپنی بناوٹ کی خوبصورتی میں لاجواب تھے۔ یہ چیزیں ہندی کاریگری کے نمونے ہیں۔ اُن دنوں دھات کی چیزیں بھی بہت اچھی بنتی تھیں دہلی کا مشہور آہنی کھنبا اُسی زمانے کا بنا ہوا ہے۔ بدھ دیو اور ہندوؤں کے دیوتاؤں کی مورتیاں تانبے اور پیتل کی بنائی جاتی تھیں اور دُور دُور بھیجی جاتی تھیں۔

چندر گپت ثانی کے ایام میں سنسکرت کے نامی ملک الشعرا کالیداس ہوئے تھے۔ انھوں نے بہت سی نظم کی کتابیں اور ڈرامے تصنیف فرمائے ہیں۔

چنانچہ شکنتلا ناٹک اور رگھونبس کاتی انکی سب سے عمدہ تصنیفات میں سے ہیں۔ انکی
نظم کا مقابلہ دنیا میں کسی سخن داں نے نہیں کیا۔ کالیداس اُجین کے رہنے والے
تھے۔ مدرا راکشش نامے مشہور ڈرامے کی کتاب اُسی وقت لکھی گئی تھی۔ نثر اور ادبیات
میں سوبندھو کی باسودت اور ڈنڈی کا دش کمار چرتر انھیں دنوں میں تحریر ہوئے
تھے اسی زمانہ میں امر سنگھ نے اپنا لغت الفاظ تالیف کیا تھا جسکا پڑھنا پڑھانا آجتک
مروج ہے۔ تمام ہندوؤں کے گرنتھ پھر سے لکھے گئے۔ علم نجوم اور علم ریاضی میں آریہ بھٹ
(پیدائش ۴۷۶ء) اور براہ مہر نے اچھی اچھی کتابیں لکھیں۔ اسی زمانے میں ہندوستان
کے مشہور نورتن کا ظہور ہوا لیکن یہ سب ذیعلم لوگ ایک ہی وقت میں نہیں ہوئے
تھے۔ زوال نصیب بودھ دھرم کو جب ہندو جدید دھرم سے مقابلہ کرنا پڑا تو بودھ
درشن شاشتر کی بڑی ترقی انھیں ایام میں ہوئی۔

جماعت اور مذہب - عوام لوگ بودھ دھرم اور ہندو دھرم کے ظاہری
ڈھکوسلوں کو مانے ہوئے تھے۔ یعنی تیرتھ یاترا۔ مورتی پوجا۔ جپ تپ کو ملحوظ رکھکے
دل کی تسکین کو عمل میں لاتے تھے۔ مذہب کے حقیقی اصول پر نگاہ نہ تھی۔ علاوہ
اسکے وہ شمن برہمن کو دان دیتے تھے۔ خیرات میں کھلاتے پلاتے تھے اور کنوئیں
کھدوا دیتے تھے۔ گپت راجاؤں کے حوصلے سے وشنو دھرم مانا جانے لگا۔
مندسور کے کچھ کپڑا بننے والوں نے آج ہی کل سوریہ نارائن کا ایک مندر قائم کیا تھا۔
مگر افسوس ہے کہ اس وقت میں ہندوؤں کا جماعتی علاقہ پہلے کی طرح نہ رہا۔ اس کا خاص
سبب بودھ لوگوں کا غلبہ تھا۔ انکے غلبہ سے ورن آسرم کے قاعدوں میں کچھ خرابیاں

نو رتن: دھنونتری۔ چھپنک۔ امر سنگھ۔ شنکو۔ بیتال بھٹ۔ کالیداس۔ براہ مہر۔ بررچی۔ گھٹ کھرپر

ہوگئی تھیں - نیچ ذات کے لوگ اونچی ذات والوں کو پیشتر کی طرح نہ مانتے تھے -
اس کا بد نتیجہ تمدنی زندگانی پر مؤثر ہوا - بودھ لوگ سب کو پروجیا لینے کے لئے
کہتے تھے - اس کا انجام یہ ہوا تھا کہ دلوں کا میلان گرہستی کی بہ نسبت فقیری پر زیادہ
ہوگیا تھا - اور سنگھارام میں عورتوں کے سبب سے بودھ فقیروں میں اخلاقی خرابیاں
پیدا ہوگئی تھیں - مگر اتنا غنیمت ہوا کہ نئے ہندو دھرم کے ظاہر ہونے کے ساتھ ہی
ساتھ سمرتی شاستر کی دوبارہ ترویج ہونے لگی - گپت زمانے کے مصنفوں
سے یہ بات معلوم ہوتی ہے - اسلئے یہ خیال کرنا غلطی نہیں کہ بالفعل ہندو جماعتوں میں
بہت اصلاحیں بھی ہوئی تھیں - یورپ کے عالم خاندان گپت کے راجاؤں کے
وقت سے لیکر ہرش وردھن کے زمانے تک کو ہندوستان کا ایام زریں (Golden age)
کہتے ہیں انہیں دنوں ہندو دھرم کی ترقی کے ساتھ ساتھ سنسکرت زبان سائنس -
علم سیاست وغیرہ کی بھی خوب ترقی ہوئی - اسوقت روم سے اور ہندوستان سے
کثرت کے ساتھ تجارت ہوتی تھی - اور یورپ کے عالموں کا خیال ہے کہ رومی مال کے
ساتھ وہاں کی تہذیب بھی ہندوستان میں آئی اور اسپر اس کا زیادہ اثر پڑا - یہ بات
واقعی غور کرنے کی ہے - ان دنوں درحقیقت غیر ملک کے بادشاہوں کے ساتھ ان
راجاؤں کا لین دین بہت کچھ ترقی پر تھا - اسلئے اور یونان اور روم کی شائستگی
اور طور طریقے کا اس ملک کے عالموں پر کم وبیش اثر پڑا ہوگا - لیکن ہندو ان کی فقط
نقل ہی کرکے خاموش نہ بیٹھ رہے - بلکہ دیسی سانچے میں ڈھالکر بالکل قومی ملکیت بنالی -
چین میں ہمارے ملکی بھائیوں کے سیکھنے لائق باتیں بہت کم تھیں - بلکہ چینی

سیاح خود ہی دوڑ دوڑ کر ہمارے ملک میں آتے تھے۔ یہاں سے سیکھ کر اپنے ملکوں کو جاتے تھے اور اِس ملک کی ہنر مندیوں اور رسم و رواج کو اپنے ملک میں تبلاتے تھے اِسی سے عالموں کی رائے ہے کہ ہندوستان کی شائستگی اور ملکوں کی شائستگی کی شرمندہ احسان نہیں ہے۔

خلاصہ

سنہ ۳۲۰ء ۔	گپت بنسی ۔ چندر گپت اوّل
سنہ ۳۳۵ء ۔	سمدر گپت ۔
سنہ ۳۸۰ء ۔	چندر گپت دویم
سنہ ۳۹۹ء سے سنہ ۴۱۴ء	فاہیان کی سیاحی
سنہ ۴۱۴ء ۔	کمار گپتا ۔
سنہ ۴۵۵ء ۔	ہُن قوم کی چڑھائی سکند گپت
سنہ ۵۰۰ء ۔	تورامن نے مالوہ فتح کیا
سنہ ۵۲۸ء ۔	مہر گل ہار گیا۔ بکرماجیت کا رواج ہوگیا۔

(۱۴) ہرش وردھن کا احوال

چندر گپت وکرماجیت کے مرنے بعد دو سو برس اِسی طرح گذر گئے تمام ہندوستان میں چھوٹے چھوٹے خودمختار راجے راج کرتے تھے کوئی کسی کو اپنا افسر نہیں سمجھتا تھا پیشتر

کی طرح مگدھ کا عروج بھی باقی نہ رہا۔ وہ بھی محض ایک چھوٹی سی ریاست سمجھا جاتا تھا
اس چھوٹی ریاستوں میں دلی کے اتر تھانیسور کا راج تھا یہاں کے راجہ پربھاکر
بھی چھوٹے ہی شمار کئے جاتے تھے۔ اُنھوں نے جنگ و جدل سے بھی اور بیاہ
شادی سے بھی علاقے پیدا کرکے راجپوتانے اور قنوج تک اپنا عمل دخل کرلیا۔ انکی
فتحمندی کی ہمت انکے بیٹے ہرشیوردھن نے بھی دکھائی۔ اس بیٹے کے علاوہ انکے
ایک اور بیٹا تھا۔ اس کا نام راج وردھن تھا۔ اور راجیہ سری ایک بیٹی بھی تھی۔
پربھاکر کے مرنے کے بعد راج وردھن کو خبر ملی کہ انکی بہن راجیہ سری کے شوہر کو
ایک مفسد راجہ نے مار ڈالا اور اس رانی کو پابزنجیر کرکے قید کر رکھا ہے۔ راج
وردھن اس کے تدارک کو روانہ ہوئے۔ انکے بہن کی رہائی تو آسانی سے ہوگئی
لیکن راج وردھن کو اپنی ریاست میں آنا نصیب نہ ہوا۔ بنگالے کے راجہ ششانک
نے دغا سے ان کا کام تمام کردیا۔ راج وردھن کے بعد سنہ ۶۰۶ء میں انکے بھائی
ہرش وردھن راجہ ہوئے۔ انکو خبر پہونچی کہ راجیہ سری بیوہ ہوئی اور بھاگ کر
جنگل میں چلی گئی ہے فوراً وہ بہن کی تلاش میں نکلے اور بڑے ہی موقع سے جنگل تک
پہونچ گئے۔ راجیہ سری چتا پر بیٹھ ہی چکی تھی تھوڑی دیر اور ہوتی تو ستی ہو کر خاک
ہو جاتی۔ اب بھائی بہن میں ملاقات ہوئی اور دونوں صحیح سلامت گھر پھرے۔

راجیہ سری نہایت دانشمند عورت تھی۔ ہر کام میں ہرش کو عمدہ صلاحیں
دیتی تھی۔ اسوقت ہرش نے بنگالے کے راجہ ششانک پر لشکر کشی کی۔ ششانک
بڑا متعصب ہندو تھا۔ اس نے گیا میں اوس درخت کو جلادیا جسکے نیچے بیٹھکر

بودھ کو معرفت حاصل ہوئی تھی - اور بودھ مذہب والوں کو بہت ستایا کرتا تھا - عرصے تک کُشت و خون ہونے کے بعد ششانک پر فتح حاصل ہوئی آگے بڑھکر پورب میں آسام (کامروپ) کے راجہ کو بھی اپنا خراج گذار بنایا اور پچھم میں گجرات کا راجہ ولبھی بھی انکے ماتحت ہوگیا - لیکن چالوکیہ خاندان کا پولکیشن دوم دکھن میں ان پر زبردست پڑگیا - ہرش اوس سے شکست کھاگئے اور انکے سلطنت کی جنوبی حد دریائے نربدا تک رہگئی - سوا سندھ - راجپوتانے اور پنجاب کے چند حصّوں کے تمام ہندوستان پر ہرش ایک گونہ قابض ہوگیا - اس راجہ نے قنوج کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور وہاں بہت پُرتکلف مکان - تالاب - ہندو اور بودھوں کے مندر بنگئے - یہ شہر اوس وقت میں خوب ہی آراستہ ہوا - لیکن آجکل وہی قنوج بے حقیقت چھوٹاسا ٹوٹا پھوٹا شہر ہے -

ہرش کا علم دوست اور خدا پرست ہونا - ہرش جیسا دلاور فتحمند تھا ویسا ہی عالم اور عالم پرور بھی تھا - اسکے دربار میں بان بھٹ نامی پنڈت تھے - پنڈت صاحب نے دو کتابیں سری ہرش چرت اور کادمبری لکھی ہیں - خود ہرش نے ناگانند رتناولی ناٹک اور کئی رسالے قلمبند کئے ہیں - ان کتابوں کو ابتک لوگ شوق سے پڑھتے ہیں - ہرش کی طرح ہمہ داں لوگ بہت کم ملیں گے یہ راجہ ہرفن مولا تھا - شجاعت بےمثل - ذیعلمی - لاجواب - خردمندی بے نظیر اور ان سب اوصاف سے بڑھکر انکی دینداری تھی - ع اے تو مجموعۂ خوبی بکدامت گویم - پیرانہ سالی میں وہ بھی اشوک کی طرحِ صاحب دل بنگیا - جانداروں کی جان لینی اپنی عملداری میں

بند کر دی - اچھے اچھے خیرات خانے اور سڑکیں بنائیں - مسافروں کو دوا - کھانا - پینا سب کچھ ملتا تھا - راجہ ہرش انتظام سلطنت خود دیکھتے بھالتے تھے - اسلئے جا بجا دورہ بہت کرتے تھے - سفر کے وقت بانس اور کاٹھ کے مکانوں میں ٹھہرتے تھے اور کوچ کے وقت سونے کے نقارے بجتے تھے - انھیں دنوں چین کا مشہور سیاح ہوین سین (Hwen Tsang) ہندوستان میں بودھ مت کے پاک مقاموں کی زیارت کو آیا تھا - یہ راجہ دینداروں کی بہت توقیر کرتا تھا - پہلے شیوجی اور آفتاب کی پرستش کرتا تھا - اور سب مذہب والے اوسکے دربار میں مذہبی مباحثے کرتے تھے - راجہ سب کی باتیں غور سے سنتا تھا - راجیہ سری بھی ان مجلسوں میں شریک ہوتی تھی - ہون سین چینی سیاح بھی ایسی ایک مجلس میں شریک ہوا تھا - اس مجلس میں بہت سے برہمن اور بودھ اور جین مذہب کے دینی عالم بحث کرتے تھے - جو بحث کرنیوالے غالب ہوتے تھے اون کی سواری بڑی دھوم سے نکالی جاتی تھی - جو مغلوب ہوتے تھے اون کی توہین کیجاتی تھی - اون کے منہ میں کالکھ ملی جاتی تھی اور ویرانے میں چھوڑ دئے جاتے تھے - ہرش کی خیرات کا میلا دیکھنے کے قابل ہوتا تھا - یہ میلا پریاگ (الہ آباد) میں گنگا اور جمنا کے سنگم پر ریتی میں ہوتا تھا - چھہتر دن تک جاری رہتا تھا - ہر طرف سے راجہ اور پنڈت لوگ آکر جمع ہوتے تھے - راجہ ہرش اپنے ہاتھ سے مسکینوں اور اپاہجوں کو بہت کچھ خیرات دیتا تھا - برہمن - بودھ مت - جین مت - اور سب متوں کے لوگ جواہرات موتی خلعت پاتے تھے - راجہ کے پاس جو کچھ نقد و جنس رہتا تھا سب دیکر اپنے بدن کے کپڑے بھی خیرات کر دیتا تھا -

KAPISA
HUNS
Mulasthan Pura
Thaneswar
GURJARA
KNGDM.
NEPAL
KANAUJ
KAMRUP
HARSHA'S
EMPIRE
KARNA
SUVARNA
BALLAVI
R NARMADA
Barukachha
Ajanta
Sopara
Nasik
CHALUKYA
Vatapi
EMPIRE
ESTN
CHALUKYA
Vengipura
PALLAVA
CHERA
PANDYA
INDIA
In The Seventh Century A D
THE EMPIRE OF
HARSHA & PULAKESIN.
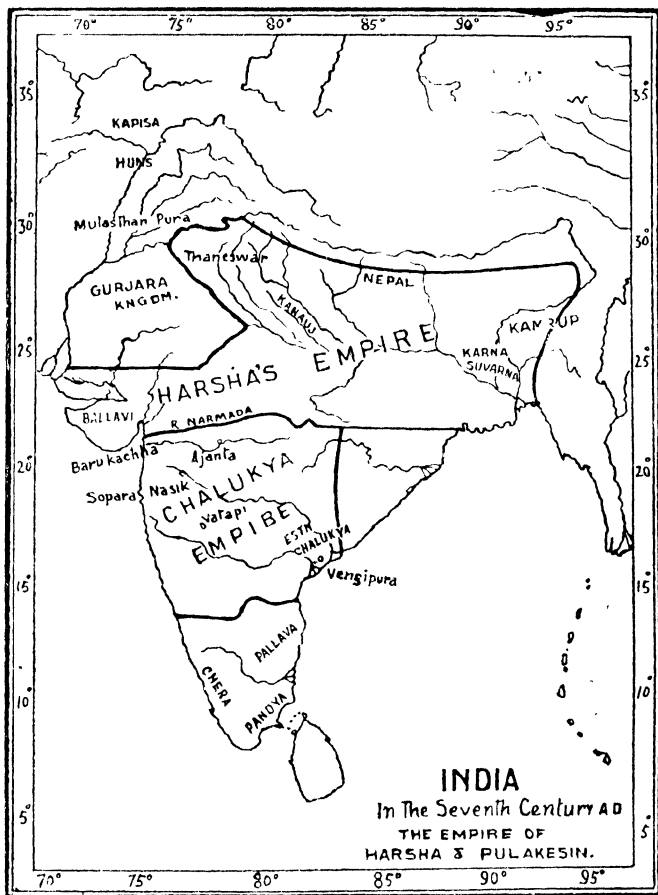
(*Pt I Chap. 14.*)

اوسوقت اپنی بہن راجیہ سری سے پھٹا پُرانا کپڑا مانگ کر پہنتا تھا - اور بڑی خوشدلی اور بشاشی سے گھر پھر کر آتا تھا - اس جہاں پرور راجہ نے چالیس برس راج کر کے سنہ ۶۴۸ء میں وفات پائی -

مُلک کی حالت - بزرگ ہوئن سین پندرہ برس تک اس مُلک میں سیاحی کرتا رہا (سنہ ۶۲۹ء سے سنہ ۶۴۵ء تک) اسکی تحریر سے ہم لوگوں کو اُس زمانے کی ملکی حالت خوب معلوم ہوتی ہے - ان دنوں پنجاب اور غیر ملکوں میں بودھ مذہب کا تنزل تھا - اس مذہب کے تقریباً بیس مختلف طریقے ہو گئے تھے کہ ایک دوسرے سے زیادہ ملتے جُلتے بھی نہ تھے - ہر فرقہ سب فرقوں سے بہتر اپنے ہی کو سمجھتا تھا -
ہوئن سین بہت ذی علم بزرگوار تھے اس سے راجہ ہرش بھی انھیں عزیز رکھتا تھا ایک دفعہ ہرش کے فیاضانہ میلے کے وقت پریاگ میں بھی گئے تھے - یہ نامور سیاح مگدھ میں عرصے تک مقیم رہے - اس وقت پاٹلی پتر ایک چھوٹا سا کم حقیقت شہر ہو گیا تھا - بڑے بڑے افسروں اور عالموں کو جاگیریں ملتی تھیں پیداوار کا چھٹواں حصّہ خراج مقرر تھا - بعضے موقعوں پر سوداگروں سے چنگی بھی وصول کیجاتی تھی - صلح کے دنوں میں سپاہی زیادہ نہیں رکھے جاتے تھے - لڑائی کے وقت نوکر رکھ لئے جاتے تھے - فوج جنگی ہوتی تھی - مگاسھینز کی طرح چینی سیاحوں نے بھی ہندوؤں کی بہت تعریف لکھی ہے - اُس اگلے زمانے کے لوگ دغا و فریب سے دُور تھے - بہت کھرے پن کے ساتھ رہتے تھے - قانون ملکی کو چینی سیاحوں نے بھی بہت اچھا کہا ہے - سزائیں زیادہ سخت نہ تھی - پھانسی

باغیوں کو بھی نہیں دبنے دیتے تھے۔ عمر بھر قید رکھتے تھے۔ ماں باپ کی نافرمانی اور دغابازی کی سزا یہ تھی کہ ناک، کان کاٹ لیتے تھے۔ بیوؤں کی شادی اور تعلیمی کا ازدواج دونوں باتیں رائج نہ تھیں۔ شوہر کے مرنے پر عورتیں ستی ہوتی تھیں۔ جماعت میں عورتوں کی قدر منزلت تھی۔ معاملوں کی تصدیق کے لئے چار طریقے رائج تھے۔ (۱) پانی سے (۲) آپس میں لڑا کر (۳) تول سے (۴) زہر کھلا کر۔ ہر صوبے میں ایک واقعہ نویس مقرر ہوتا تھا کہ ہر طرح کی ضروری اطلاع راجہ کو پہنچائے۔ اس ملازم کو نیل پیت کہتے تھے۔

تعلیم: نالندہ کا دار العلوم۔ ہیون سین کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں تعلیم کی خاص جگہ نالندہ (مگدھ میں راجگیر کے پاس) تھی۔ پانچویں صدی سے یہاں کی دار العلوم کی ترقی ہونے لگی۔ مہایان مت کے علاوہ بید بیدانگ بودھ اور ہندو درشن شاستر کی تعلیم یہاں ہوتی تھی۔ اس دار العلوم کی بڑی عمارتیں دیکھ کر چینی سیاح کی آنکھیں حیرت میں آگئی تھیں۔ کئی ہزار بودھ فقیروں کے علاوہ یہاں بہت سے طالب علم رہتے تھے۔ سمتٹ (مغربی بنگالہ) کے راجکمار شال بھدر اس دار العلوم کے مہتمم یا صدر اعظم تھے۔ انکے ماتحت کئی نامی استاد تھے۔ ان میں دھرم پال، چن متی ستھیرمتی۔ زیادہ نامور ہیں۔ ہیون سین نے شال بھدر سے سنسکرت پڑھی تھی۔ شہرت حاصل کرنے کی تمنا سے بہت بڑی مسافتوں سے لوگ تحصیل علم کو آتے تھے۔ کئی ایک راجاؤں نے ملکر اس کے اخراجات کے لئے دو سو گاؤں دے تھے۔ تقریباً نویں صدی عیسوی تک یہ تعلیم گاہ جاری تھی۔

ہرش کے بعد ملک کی حالت - ہرش لاولد تھا۔ پس اوس کی جمائی ہوئی سلطنت اوسکے مرنے کے بعد ہی شکست ہوگئی۔ ہرش کسی ریاست کو ضبط نہ کرتا تھا شکست خوردہ راجاؤں سے خراج لیکر خوش رہتا تھا۔ اب اوس کے مرنے کے بعد دوُر دوُر کے صوبے جیسے بلبھی (گجرات) قنوج۔ بنگالہ۔ بہار۔ نیپال۔ کامروپ سب جگہہ کے راجا خود مختار ہوگئے۔ کاشمیر۔ کابل اور سندھ ملکوں پر آہستہ آہستہ مسلمان قابض ہوگئے۔ اسی طور سے تمام ملک میں عرصے تک ایک زبردست فرمانروا کے نہ ہونے سے قدیم ہندو ملکی اتفاق رفتہ رفتہ بھول گئے اور اوسکے عوض ایک محدود خیال شروع ہونے لگا۔ پس ملکی نظر سے قدیم ہندوؤں کا خاتمہ ہوگیا۔

خلاصہ

سنہ ۶۰۶ء — ہرش راجہ ہوا

سنہ ۶۲۰ء — ہرش کو پولکیشن چالک نے شکست دی

سنہ ۶۲۹ء سے سنہ ۶۴۵ء تک — ہوین سین چینی سیاح ہندوستان آکر ٹھہرا

سنہ ۶۴۸ء — ہرش کا انتقال ہوا۔

(۱۵) درمیانی زمانے کی ریاستیں

ہرش وردھن کے مرنے کے بعد اوس کی سلطنت کی تقسیم چھوٹی چھوٹی ریاستوں

میں ہوگئی۔ اُن دنوں تمام ہندوستان میں بہت سے چھوٹے چھوٹے خود مختار راجہ راج کرتے تھے۔ یہ سب آپس میں بہت جنگ و جدل کرتے تھے۔ لیکن وہ سب علم دوست اور رعیت پرور تھے۔ انھیں دنوں میں دیسی زبانوں کی بنیاد پڑی۔ ہر راج میں سنسکرت علم رائج تھا اور کاریگری کا بھی مشغلہ تھا۔

راجپوتوں کا شروع - اسی زمانے میں پچھم اور درمیانی ہند میں راجپوت ظاہر ہوئے۔ یورپ کے مورخوں کی رائے یہ ہے کہ شک۔ کشان۔ ہن اور دوسری غیر قومیں جو حملہ آور ہوئیں اس ملک میں آکر ہندوؤں کے ساتھ رہتے رہتے آہستہ آہستہ ہندو بن گئیں۔ بعد اسکے ہندوؤں نے اونکو چھتری بنا دیا۔ اسیطرح اراولی اور بندھاچل کے بسنے والے گونڈ۔ بھیل۔ غیر آریا قوموں کو بھی چھتریوں میں شامل کر دیا۔ یہ صحیح ہے کہ غیر ملک کی قومیں جو چڑھائی کرتی تھیں وہ پہلے بودھمن اور اوس مذہب کے نیست ہونے کے بعد ہندوؤں میں مل گئیں۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ ان کا گوتر آریوں کا نہیں تھا اور نام رکھنے کا طریقہ بھی مثل آریوں کے نہ تھا۔ لیکن ہم لوگوں کے خیال میں ان مورخوں کا قول کامل صحیح نہیں۔ ممکن ہے کہ کسی حصہ ملک میں ایسا ہو۔ لیکن بڑے بڑے راجہ آریوں کی نسل میں تھے۔ جب ہم اونکی زبان۔ شکل و شمائل اور خاندانی حالتوں پر غور کرتے ہیں تو یقین ہوتا ہے کہ وہ آریا تھے۔ راجپوتوں نے آٹھویں صدی میں پنجاب۔ کشمیر۔ راجپوتانہ۔ وسط ہندوستان۔ ممالک متحدہ۔ بہار۔ بنگالے میں بہت سی نئی ریاستوں کی بنیاد ڈالی تھی۔ راجپوت بہادری۔ دلیری۔ عالی ہمتی میں دنیا کی کسی قوم سے کم نہ تھے۔

یہ لوگ جیسے بہادر تھے ویسے ہی عالی حوصلہ بھی تھے۔ لڑائی کے وقت یہ لوگ نہایت سنگدل ہوتے ہیں مگر اون کا دل بہت نرم ہوتا ہے۔ سارا ملک جب چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا تو البتہ وہ یکدل ہو کر کاربند نہ ہو سکے اور اسی سبب سے بار بار مسلمانوں کے مقابلے میں ناکامیاب ہوئے۔ ان دنوں جاب دریا کی طرح بہت راج بنے اور بگڑے۔ آجکل اون کا شمار نہیں ہو سکتا۔ تاہم ان میں سے جو خاص خاص تھے اون کا بیان لکھا جاتا ہے۔

گُرجر پرِہار خاندان۔ عالموں کا قول ہے کہ گُرجر لوگ غیر ملک کے ایک قوم تھے اور وہ پانچویں صدی میں ہن لوگوں کے ساتھ ہندوستان میں آئے۔ وہ شروع وقت میں پنجاب میں بسگئے اور پھر دکھن راجپوتانے میں کئی ریاستیں قایم کیں۔ چھٹویں صدی میں قوم گُرجر کی ایک شاخ پرِہار کی بڑی ناموری تھی۔ سنہ ۵۵۰ء میں پرِہار خاندان کے راجہ ہری چندر کا بڑا عروج تھا۔ اس کا دار السلطنت مندور تھا۔ ہرش کا دباؤ جب پڑا تو سنہ ۶۴۳ء میں ان لوگوں نے پُلی کیشین دوئم کی اطاعت قبول کرلی۔ عربوں کے حملوں کے باعث سنہ ۷۲۵ء میں پہلا شاہی خاندان ختم ہو گیا۔

کچھ دنوں کے بعد ناگ بھٹ نے عربوں کو شکست دیکر اُونتی میں دوسرے خاندان شاہی کی ابتدا کی۔ وتس راج (سنہ ۷۸۴ء) نے راجپوتانے کو اپنے تابع کرلیا۔ اور قنوج پر لشکر کشی کی۔ مگر راشٹر کُوٹ خاندان کے راجہ دُھرب نے اسکو زیر کرلیا۔ اسکے بیٹے ناگ بھٹ دوئم نے قنوج کو پائے تخت بنایا۔ راجہ بھوج پرِہار (سنہ ۸۴۰ء سے سنہ ۸۹۰ء) کے اختیار میں کاشمیر۔ سندھ۔ مگدھ کے سوا تمام ہندوستان ہو گیا۔

عربی سوداگر سلیمان اسکے بارے میں لکھتا ہے۔ اس کا لشکر بہت زبردست ہے وہ بڑا دولتمند بھی ہے۔ اسکی عملداری میں کئی کھانیں ہیں اور لین دین کا کام سونے اور چاندی کی خاک سے چلتا ہے۔ اس کے بیٹے مہندر پال دیو نے مگدھ کو فتح کرلیا۔ مہی پال نے (۹۱۵ء) دکھن میں کیرل راج تک فتح کرلیا۔ راج سیکھر اسکے دربار میں شاہی شاعر تھے۔ مگر راشٹرکوٹ خاندان کے راجہ اندر سوئم نے اسکو شکست فاش دیدی (۹۱۷ء) اس شکست کے بعد دُور دُور کے ماتحت راجہ خود مختار بنگئے۔ بندیل کھنڈ۔ گجرات۔ مالوہ۔ اور کئی ایک نئی ریاستیں قایم ہوگئیں۔ راجپال کو محمود غزنوی نے شکست دی (۱۰۱۸ء) اس خاندان کا آخری راجہ تری لوجن پال ہوا (۱۰۱۹ء)

راٹھور خاندان۔ راٹھور خاندان کے راجہ راشٹرکوٹ خاندان کی نسل میں تھے۔ اس خاندان کا مورث اعلیٰ چندر دیو راٹھور تھا اس نے کاشی۔ قنوج۔ اودھ اور دلی تک کی سرزمینوں کو اپنے لشکر سے پامال کردیا۔ ۱۰۹۰ء کے قریب اوس نے قنوج کو پائے تخت بنایا۔ وہ ویشنو مذہب کا تھا۔ اس کا پوتا گوبندچندر (۱۱۴۰ء) تھا۔ اس نے گوڑ ملک پر حملہ کیا اور غزنویوں سے کئی مرتبہ جنگ و جدل کی۔ وہ بڑا اہلِ علم دوست تھا۔ اس کا پوتا جے چندر تھا (۱۱۷۰ء) اس نے کالنجر اور ہند کے مشرقی حصے پر قبضہ کرلیا اور بڑی شان و شوکت سے راج سو یہ یگ کیا۔* اسی موقع پر پرتھی راج سے رنجش ہوگئی۔ ۱۱۹۴ء میں محمد غوری کے مقابلے میں قتل ہوگیا۔ اس شکست سے راٹھور لوگ مارواڑ میں جاکر بودوباش

---

* بحوالہ سفینہ پران
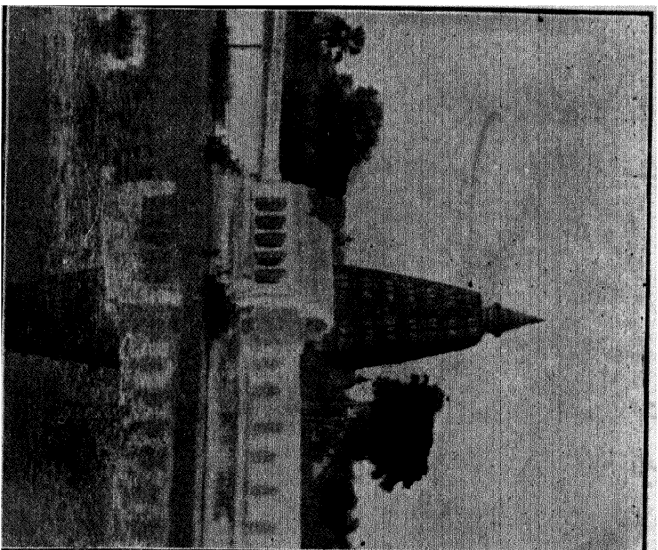
(*Chap. 15,*)
Mahabodhi Temple, Gaya.
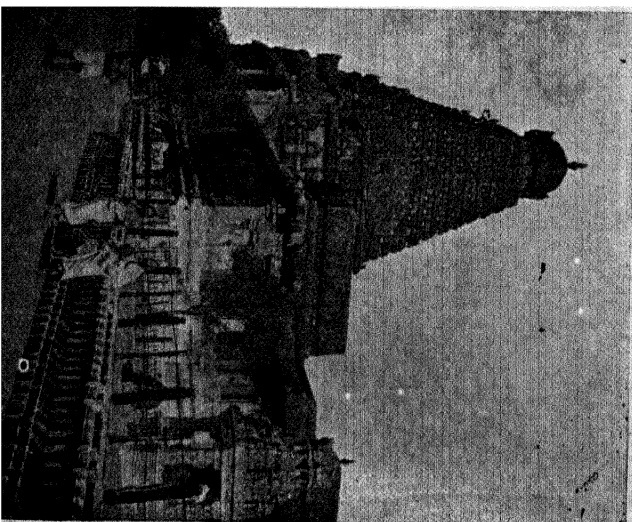
(*Chap. 15.*)
Tanjore Temple.

کرنے لگے (سنہ ۱۲۶۵ء) وہاں اس خاندان کا نام قنوجی راٹھور ہو گیا۔ بعضے لوگ انکو گہرد اور راجپوت بھی کہتے ہیں۔

شاہی خاندان - ہرش وردھن کے مرنے کے بعد پنجاب میں ایک عرصے تک کاشمیر کی ریاست میں شامل رہا۔ آخر دسویں صدی کے انجام کے قریب اس ملک میں ایک طاقتور ریاست نے ظہور کیا۔ اس کا پائے تخت اٹک کے پاس اوہندس تھا۔ یہاں کے راجہ شاہی کہلاتے تھے۔ یہ ذات کے برہمن تھے۔ انکے آباؤ اجداد کابل کے ترچی راجاؤں کے وزیر تھے۔ مگر ترکی سلطانوں کے غلبہ سے مغلوب ہو کر پنجاب میں چلے آئے۔ راجہ جیپال اور اوس کا بیٹا آنند پال کئی بار محمود غزنوی سے مغلوب ہو گئے تھے۔ سنہ ۱۰۲۱ء میں اس خاندان کا آفتاب بالکل غروب ہو گیا۔

پال خاندان - ہرش وردھن کی رحلت کے بعد مگدھ اور بنگالے پر گپت خاندان کی ایک شاخ آٹھویں صدی تک حکومت کرتی رہی۔ اس کے بعد سو برس تک ان مقاموں میں بادشاہ گردی کا زمانہ تھا۔ اس اثنا میں قنوج کے یسوبرمن، کاشمیر کے للتادتیہ اور کامروپ کے راجہ ہرش دیو نے بنگالے اور مگدھ پر لشکر کشی کی۔ دوبارہ امن و امان پیدا کرنے کے لئے لوگوں نے گوپال کو راجہ بنایا (سنہ ۸۳۰ء) اسکے وقت میں گرجر راجہ وتس راج نے مگدھ پر حملہ کیا۔ اپنی زندگی میں گوپال نے اپنے راج کی بنیاد مستحکم کر دی۔ اس کے بیٹے دھرم پال (سنہ ۸۷۵ء سے سنہ ۸۹۵ء) بڑے ذی اقتدار تھے۔ افغانستان - پنجاب - راجپوتانہ اور چند ریاستوں نے

انکی اطاعت قبول کرلی۔ مہی پال (۹۷۵ء) اس خاندان کا بڑا نامی راجہ ہوا ہے۔
اس کا راج پچھم میں بنارس تک تھا۔ اس نے راجیندر چولا کو بھی زیر کرلیا۔ اس کا
مذہب بودھ تھا۔ بڑا متعصب تھا۔ بہت سے مندر اور دیہار بنوائے۔ لوگ اسکو
شیوجی کا اوتار سمجھتے تھے۔ ۱۰۳۸ء میں آتیس یا دیپنکر سری گیان نامی ایک بودھ
سرمن ستر برس کی عمر میں ہمالیہ کو طے کرکے تبت میں پہونچے اور بودھ دھرم کی
تعلیم دی۔ مگدھ کے پال خاندان کے سب راجا بودھ مت مانتے تھے۔ اور
بہت علم دوست تھے۔ انکے عہد میں نالند۔ گیا۔ بکرم شلا۔ گوڑ۔ بنارس۔ اودنت پوری
مقامات پر سیکڑوں مندر دیہار۔ اور بڑے بڑے تالاب بنائے گئے۔ پال کا
شاہی خاندان راجپوت نہ تھا۔ یہ لوگ اپنے کو سگر راجہ کی نسل سے جانتے تھے۔

بکرم شلا کا دار العلوم۔ آجکل بھاگلپور کے ضلع میں راجہ دھرم پال نے اس
دار العلوم کو قایم کیا۔ اس میں ایک سو سات مندر اور چھ مدرسے تھے۔ بودھ دھرم
شاشتر کے علاوہ دیاکرن۔ بیدانت اور کرم کانڈ کا درس بہت عمدہ طور سے ہوتا تھا
آچاری بودھ گیان پاد۔ آتیس۔ شانتی سری یہاں کے مشہور مدرس تھے۔ مدرسونکی
دیواروں پر نامور مدرسوں کی تصویریں کھینچی جاتی تھیں۔ انتہائی امتحان میں کامیاب
ہونے کے بعد یہاں کے طالبعلموں کو پنڈت کا خطاب ملتا تھا۔ اس دار العلوم
کے چھ پھاٹک تھے اور ہر طرف بڑے بڑے عالم لوگ پھاٹکوں پر صدر محافظ مقرر
ہوتے تھے۔ ۱۲۰۳ء میں بختیار خلجی نے اس دار العلوم کو برباد کر دیا۔

سین خاندان۔ گیارہویں صدی کے آخری حصے میں بجے سین نے

بنگالے میں خود مختار سین ریاست کی بنا ڈالی - ندیا میں اوس کا پائے تخت تھا۔
سین خاندان کے راجہ پکّے ہندو تھے - بجے سین کے بیٹے بلاّل سین (سنہ ۱۱۵۸ء)
بنگالی جماعت کو از سر نو مرتب کیا - اس نے متھلا پر بھی قبضہ کر لیا - اس کا بیٹا لچھمن سین
(سنہ ۱۱۷۰ء) خود مختار ریاست بنگالہ کا آخری راجہ تھا - یہ بھی بڑا فہمند بہادر تھا اور
علم دوست بھی تھا - الہ آباد - بنارس - پوری میں اس کے قایم کیے ہوئے ستون
ظفر مندی پائے گئے ہیں - مشہور شاعر جے دیو اس کے شاہی شاعروں میں تھے ان کا منظومہ
گیت گوبند لوگ بڑی شوق سے پڑھتے ہیں - سنہ ۱۲۰۰ء میں محمد ابن بختیار نے
جب بنگالے کو زیر فرمان کر لیا - تب سین راجہ مشرقی بنگالے میں چلے گئے۔

چندیل خاندان - اس خاندان کے راجپوت بندیلکھنڈ میں بسے تھے
پہلے پہل یہ لوگ قنوج کے راجہ کے تابع تھے - اس خاندان کا پہلا خود مختار راجہ
ہرش تھا - اس کے بیٹے یشو برمن چیدی راجاؤں سے کالنجر گڑھ چھین لیا - اور
کھجراہو کا مشہور بشنو مندر بنوایا (سنہ ۹۵۵ء) اس کا بیٹا دھنگ راجہ جیپال کا
حمایتی بنکر سبکتگیں سے جنگ آزما ہوا - اس نے بھی کھجراہو میں دو شیو مندر
بنوائے - اس کے مرنے کے بعد اس کا فرزند گنڈ راجہ ہوا - (سنہ ۹۹۹ء سے سنہ ۱۰۲۵ء)
یہ آنند پال کی طرفداری میں محمود غزنوی سے معرکہ آرا ہوا - اس کے بیٹے بدیا دھر نے
قنوج کے راجپال سے مقابلہ کیا - اس بنیاد پر کہ راجپال مسلمانوں کا تابع ہو گیا تھا۔
سنہ ۱۰۲۳ء میں محمود نے اوسکو مغلوب کر لیا - آخر سنہ ۱۲۰۳ء میں قطب الدین نے
کالنجر کو فتح کر لیا - چندیل راجاؤں کے بنائے ہوئے بڑے بڑے تالاب اور

مندر آجتک موجود ہیں انکی ساخت اور صنعتگری قابل دید ہے۔ گیارہویں اور بارہویں صدی میں اس ریاست میں جین مذہب حاوی تھا۔

پرمار خاندان۔ کوار یا پرمار خاندان کے راجپوت راجہ مالوے میں حکومت کرتے تھے۔ اس خاندان کے چھٹویں راجہ سری ہرش نے ہُن لوگوں کو سخت شکست دی تھی اوس کا بیٹا مُنج (سنہ ۹۷۴ء) بہت دلاور تھا۔ مگر راشٹرکوٹ خاندان کے راجہ تیلپ کے ہاتھ سے قتل ہوگیا۔ یہ راجہ اہل علم کا بڑا مربّی تھا۔ اور اس کے دربار میں بہت زبردست شاعر تھے۔ راجہ بھوج اس کا بھانجہ تھا (سنہ ۱۰۱۸ء سے سنہ ۱۰۶۰ء) اس نے گجرات چیدی اور کئی ریاستوں پر حملہ کیا تھا۔ مگر انتہا تک شکست کھاتا گیا اور اسکے مرنے پر پرمار خاندان کے گھٹنے کا وقت آگیا۔ سنہ ۱۳۱ء علاالدین خلجی نے اس راج کو فتح کرلیا۔ راجہ بھوج بڑے عالم خود بھی تھے اور عالموں کے قدردان بھی تھے۔ ان کا پائے تخت شہر دھر میں تھا۔ یہاں راجہ مذکور نے ایک سنسکرت کا مدرسہ جاری کیا تھا۔ اس مدرسے کی دیوار پر صرف ونحو۔ علم شعر اور علم نجوم کی عمدہ کتابین کُھدوا دی تھیں۔ اس کے علاوہ اس راجہ نے دریائے بیتوا کو ایک چھوٹی ندی سے ملحق کرکے اڑھائی سو میل لمبا ایک بہت بڑا تال بنوایا تھا۔

سولنکی یا چالوکیہ خاندان۔ ابتدا میں گجرات ریاست قنوج کے ماتحت تھا لیکن دسویں صدی میں مولراج نے یہاں ایک خودسر ریاست پیدا کی۔ اس نے گجرات کا جنوبی حصہ اور سورت تک کا ملک فتح کرلیا۔ راجہ بھیم اول نے راجہ

بھوج کو شکست دی اور مالوے کا کچھ حصّہ اپنی ریاست میں شامل کر لیا۔ سنہ ۱۰۲۴
میں محمود غزنوی نے سومناتھ کی مندر کو غارت کیا لیکن بھیم نے اوس کو دوبارہ
بنوا دیا۔ اِس کا پوتا سدھ راج بڑا فتحمند اور جین مذہب ماننے والا بہت سخت
تھا۔ اِس نے بالکل مالوے پر قبضہ کر لیا (سنہ ۱۱۳۴ء) راجہ کمار پال نے راجپوتانے
کا کچھ حصّہ فتح کر لیا۔ ہیم چندر نامے ایک جین اچاری اِس کے خاص وزیر تھے۔
انھوں نے سنسکرت اور پراکرت زبانوں میں بہت سی تواریخی اور دینی کتابیں
لکھیں۔ راجہ کمار پال خود اہل علم کا بڑا مربّی تھا۔ اِس نے بہت سے مندر اور
مٹھ بھی بنوائے تھے۔ سنہ ۱۱۷۳ء میں اوس نے دنیا سے کوچ کیا۔ تیرہویں صدی
کے وسط میں بگھیلوں نے اِس خاندان کے آخری راجہ تری بھون پال کو زیر
کر لیا۔

ہے ہے خاندان۔ آجکل کے الہ آباد اور جبلپور کے درمیان چیدی
راج تھا۔ یہاں کلچُری یا ہے ہے خاندان خاندان کے راجہ حکومت کرتے تھے۔
دسویں صدی میں کگوّل نے اِس خاندان کی ابتدا کی۔ وہ کٹّر شیو مذہب کا
تھا۔ گانگے نے اِس ریاست کی بڑی ترقی کی۔ پنجاب سے بہار تک پامال کر دیا
اِس کے مرنے کے بعد (سنہ ۱۰۴۱ء) اس کا بیٹا کرن راجا ہوا۔ اس نے چندیل
راجہ کیرتی برمن کو مغلوب کر لیا اور بھوج راج کو بھی زیر کر لیا۔ ریاست قنوج کو
اِس نے بالکل نابود کر دیا۔ کاشی میں اِس کا بنایا ہوا ایک مندر ہے۔ پیرانہ
سالی میں کئی دفعہ شکستیں بھی کھائیں۔ تیرہویں صدی کے پہلے حصّے میں چندیلوں نے

اس راج کو اپنے تابع کر لیا۔

چوہان خاندان ۔ ۱۱۶۳ء میں اجمیر کے راجہ بسال دیو چوہان نے تومر خاندان کے راجہ کو زیردست کر کے دلی راج کو اپنی ریاست میں شامل کر لیا۔ پرتھی راج یا رائے پتھورا اس کا بھانجہ تھا۔ تقریباً ۱۱۸۰ء میں پرتھی راج دلی اور اجمیر کی مشترک ریاستوں کا مالک ہوا تھا۔ ۱۱۸۲ء میں اوس نے خاندان چندیل کے راجہ کو زیر حکم کر لیا۔ اوس وقت ہندوستان کے مغربی حصے میں اون سے بڑھکر کوئی راجہ نہ تھا۔

پرتھی راج کا عروج دیکھکر قنوج کے راجہ جے چندر نے ہندوستان کے مشرقی حصے میں اپنا اقتدار خوب قائم کر لیا تھا۔ پس فتحمندی کی خوشی میں اوس نے ایک راجسویہ یگ کیا تھا۔ اوسی وقت میں اوسکی بیٹی "سنجو گتا" کا سویمبر بھی ہونے کو تھا اسلئے جو جو راجہ جے چند کے تابع تھے سبھوں نے اوس محفل میں ایک نہ ایک کام اپنے ذمہ کر لیا تھا۔ لیکن پرتھی راج خود مختار تھا اسلئے وہ الگ ہی رہا۔ پس پرتھی راج کی توہین کے لئے راجہ چندر نے اوسکی ایک مورت بنا کر پھاٹک پر رکھوا دی تھی۔ جے چندر کی بیٹی سنجو گتا پرتھی راج کو شادی کے لئے پسند کرتی تھی۔ جب انتخاب کا وقت آیا تب سنجوگتا نے پرتھی راج کی مورت کے گلے میں ہار پہنا دیا۔ اوس وقت پرتھی راج بھی تبدیل لباس میں وہاں موجود تھا۔ اوس نے فوراً آکر اوس لڑکی کو گھوڑے پر بیٹھا لیا اور دلی کی طرف روانہ ہوا۔ اس سے ناخوش ہوکر پرتھی راج سے بدلا لینے کے لئے جے چندر نے یہ بات کی کہ جسوقت

محمد غوری نے پرتھی راج پر حملہ کیا تو وہ خاموش اپنے مقام پر بیٹھا رہا پہلے لڑائی میں
پرتھی راج نے غوری بادشاہ کو شکست دی لیکن دوسری لڑائی میں مارا گیا۔
دوسرے سال ۱۱۹۴ء میں محمد غوری پھر وارد ہندوستان ہوا۔ اور جے چندر کو
شکست دی اور راجۂ مذکور دریائے گنگ میں غرق ہوکر مرگیا۔ جے چندر کو اپنے فعل کا
ناپسندیدہ نتیجہ اوٹھانا پڑا۔ ہندوستان کی ان دو بڑی بڑی ریاستوں کے غارت ہوجانے
سے ملک کی رونق جاتی رہی۔ مسلمان یہاں آکر اپنا دبدبہ جمانے لگے۔ اس طرح ہندوؤں کی
خود اختیاری ہمیشہ کے لئے مفقود ہوگئی۔

(۱۶) دکھن کی ریاستیں

جنوبی ہند کا بیان ابھی تک بہت کم ہوا ہے۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ قدیم
وقت میں جب آمد ورفت بہت مشکل تھی جنوبی ہند کی بلند زمین پہاڑ جنگل اور سمندر
کے پردوں میں شمالی ہند کی نظر سے بلکہ تمام دنیا کی نگاہ سے پوشیدہ تھی۔ اسکے علاوہ
جنوبی مقام پہاڑی اور ویران تھا اسوجہ سے آبادی بھی زیادہ نہوئی۔ حاصل یہ کہ یہاں کے
باشندوں نے ملکی حالتوں کے میدان میں بہت تیزروی نہیں دکھائی اور ترقی نہ ہوئی
تاہم یہ بات تو ظاہر ہے کہ دروڑ لوگ قدیم زمانے سے بہت شائستہ تھے۔ یہ بھی معلوم
ہے کہ تجارت اور علم ادب میں اور کاریگری میں ان لوگوں نے بہت ترقی کی تھی۔
اس میں بھی شک نہیں کہ دکھن میں آندھر۔ چیرا۔ چولا اور پانڈی ریاستیں نہایت
قوی تھیں۔ اب مختصر طور پر اور اور ریاستوں کا بیان ہوتا ہے۔

چالُکیہ خاندان ۵۵۰ء سے ۷۵۰ء تک - یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ
کشان بادشاہی خاندان پر زوال آیا تو عین اوسی وقت جنوبی ہند میں آندھر راج کا
بھی خاتمہ ہو گیا (۲۲۵ء) اسکے تین سو برس بعد ۵۵۰ء کے قریب پُلکیشن اول نے
پَلّو خاندان والوں کو شکست دی اور باتالی میں (ضلع بیجاپور میں بادامی) چالکیہ
کے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی چالُکیہ کے لوگ شمالی ہند سے آئے تھے - اور ایک
راجپوت فرقے کے تھے - پلکیشن اول نے فتحمندی کی خوشی میں ایک اشومیدھ یگ بھی
کیا تھا - اس راج کے اُتر میں دریائے نربدا اور دکھن میں دریائے تُنگ بھدرا
جاری تھے -

پلکیشن دوئم (۶۰۸ء سے ۶۴۲ء تک) کے عہد میں اس ریاست کو
بہت عروج ہوا سری ہرش کو اس راجہ نے مغلوب کر لیا اور مالوے اور گجرات پر
قبضہ کر لیا تھا - چولا - پانڈی - کیرل - ملکوں پر بھی حملہ کیا تھا - آخر اس راجہ نے پرمیشور
کا خطاب اختیار کیا تھا - چینی سیاح ہوین سانگ نے اسکی حکومت کی بہت تعریف
لکھی ہے - چنانچہ سیاح مذکور اپنی کتاب میں لکھتا ہے - ذات کا یہ آریہ چھتری ہے - وہ
بلند طبیعت اور بہت ذیعلم ہے اوسکو ہمیشہ رعایا کی خوشحالی کا خیال ہے - اسکی رعیت
بھی بادشاہ کی وفادار ہے - فارس کے بادشاہ خسرو دوئم نے اس راجہ کے پاس
سفیر بھیجا تھا - لیکن کانچی (آجکل کانجی ورم) کے پلّو خاندان کے راجہ نرسنگھ برمن نے
پلکیشن کو شکست کامل دی اور قتل بھی کر ڈالا (۶۴۲ء) اسی مقتول راجہ کے
وقت میں دریائے گوداوری اور دریائے کرشنا کے دہانے کے درمیان پوربی

چالوکیہ شاہی خاندان نے قیام پایا۔ پہلے پہل پلووں کی مزاحمت کے واسطے پلکیشن نے
اس صوبے کو قایم کیا تھا۔ مگر بعد چندروز کے یہاں کے حاکم خودمختار ہو گئے۔ تب چالکیہ
اور پلو راجہ آپس میں بہت مدتوں تک سرگرم کارزار رہے۔ کبھی چالکیہ راجہ ظفرمند
ہوتے تھے کبھی پلو خاندان والے۔ پھر بھی پلکیشن کے بیٹے بکرمادت نے چولا۔ چیرا اور
چندریاستین زیرحکم کریں اور پلووں کو سخت شکست دی۔ بنیادت ثانی نے ۹۸۰ء میں
پلوؤں سے صلح کرلی اور ملیبار کے ساحل تک ریاست قایم کی۔ اس خاندان کا آخری
راجہ کیرتی ورمن دویم تھا۔ ۷۵۳ء میں اس نے بھی پلوؤں کی دارالسلطنت کانچی پر
لشکرکشی کی تھی۔

چالکیہ خاندان کے سب راجاؤں کا مذہب بہت آزادا تھا۔ پلکیشن دویم کے
دربار میں ربی کیرتی نامی ایک بڑا جین شاعر ہوا ہے۔ اور راجاؤں نے جین مندر ذکی
نذر اکثر گاؤں کر دیئے۔ ہوین سین کے لکھنے کے مطابق لوگوں پر بودھ مذہب کا
اثر زیادہ تھا۔ مگر بودھ مذہب کے زوال کے ساتھ ہی ہندو مذہب کا ستارہ اوج پر
آگیا۔ ان دنوں اکثر مصنف ایسے تھے جنھوں نے ویدک کرم کانڈ کے درست کرنیکی
کوشش کی۔ اسکے سوائے بہت دیوتاؤں کے نام پر بڑے بڑے مندر بنوائے
گئے۔ ان میں سے راجہ منگلیش کا بنایا ہوا شیومندر بہت مشہور ہے۔

راشٹرکوٹ خاندان شاہی ۷۵۰ء سے ۹۷۳ء تک۔ آخر چالکیہ اور
پلوخاندان دونوں کو زیر کرکے راشٹرکوٹ خاندان کا دنتی برمن اور اوس کے وارث
جنوبی ہند میں بڑی شان وشوکت سے راج کرنے لگے۔

کرشن اول کے عہد میں اور اسی دکھن کا مشہور مندر کیلاش تعمیر ہوا۔ اور
بالفعل نظام دکن کی عملداری میں ہے۔ یہ مندر ایک چٹان کو کاٹ کر تعمیر ہوا ہے
اور اس کے کھودنے کا طریقہ بھی عجیب ہے۔ ایک بخشش نامہ میں لکھا ہے۔
"کیلاش کی بناوٹ اور سجاوٹ دیکھکر سب دیوتاؤں کی یہ رائے ٹھہری کہ یہ مندر گویا
خدا کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے۔ کیونکہ انسان کے ہاتھ کا کام کبھی ایسا عمدہ نہیں ہوتا"
اموگھ ورش (سنہ ۸۱۵ء سے سنہ ۸۷۷ء تک) نے مانیہ کھیت (نظام کی ریاست میں ملکھڑ)
کو دارالسلطنت بنایا۔ سلیمان نامی ایک سوداگر عرب سلطان روم کے برابر اس راجہ کو
زبردست سمجھتا تھا۔ یہ متعصب جین تھا۔ اس کے وقت میں جین مذہب دکھن میں
بہت پھیلا تھا۔ راجۂ مذکور کا بیٹا اکال ورش بڑا فتحمند بادشاہ تھا۔ اس نے گجرات۔
اندھر۔ کلنگ۔ مگدھ۔ گوڑ۔ اور چند ملکوں پر ظفرمندی حاصل کی۔ کرشن سوم نے
بھی چیر۔ چولا۔ پانڈی۔ سنگھل اور چند ملکوں کو زیرنگیں کرلیا۔ (سنہ ۹۴۰ء) اس
خاندان کے آخری راجہ کو چالکیہ خاندان کے تیلپ راجہ نے مغلوب کرلیا (سنہ ۹۷۳ء)
مابعد زمانے کا چالکیہ خاندان۔ (سنہ ۹۷۳ء سے سنہ ۱۱۸۰ء تک) اس خاندان کے
پہلے راجہ تیلپ نے صرف راشٹرکوٹ راج پر فتح حاصل نہیں کی بلکہ تمام جنوبی ہندوستان پر
اختیار حاصل کرکے گجرات اور مالوہ پر بھی حملہ کیا۔ جے سنگھ نے مالوہ کے راجہ بھوج کو
زبردست بنالیا۔ سنہ ۱۰۴۰ء میں جے سنگھ نے رحلت کی۔ سومیشر نے مالوہ اور چیدی
ریاستیں فتح کرلیں اور کلیان نگر کو دارالسلطنت قرار دیا۔ (سنہ ۱۰۶۹ء میں ڈوبکر مرگیا)
اس نے بہت یگ کئے اور عالموں کو ہمیشہ سرفراز کرتا تھا۔

اس کا بیٹا بکرمادت دویم تھا (۱۰۷۶ء سے ۱۱۲۶ء تک) اس نے تمام دکھن کو پامال کر ڈالا۔ وہ وشنو مذہب کا تھا۔ اور بڑا رعیت پرور تھا۔ اس کی سلطنت کے وقت ایسی امن و امان تھی کہ رات کو بھی لوگ دروازے نہیں بند کرتے تھے۔ بلھن شاعر نے اس کی سوانح عمری لکھی ہے۔ اس کا بیٹا سو میشر بڑا عالم تھا۔ اوس نے مانسو لاس ایک کتاب لکھی ہے اوس میں ملکی معاملات کا ذکر ہے۔ اسکے مرنے کے بعد ۱۱۳۸ء میں اس راج کی تباہی ہونے لگی۔

آخر ۱۱۶۲ء میں بجل نے خاندان مذکور کے آخری تاجدار کو قتل کرکے کلچوری خاندان شاہی کو جلوہ افراز کیا۔ اس خاندان کے وقت میں بودھ مت کا زوال ہونے لگا تھا۔ اور لنگایت مذہب کے ظاہر ہونے کے سبب سے جین فرقہ کا بھی تنزل ہونے لگا۔ بجل کے وزیر باسو نے لنگایت مذہب کی منادی کی تھی۔ اس مذہب کے مطابق شیوجی اور نندی کی پوجا ایک نئے انداز سے کیجاتی تھی۔ اور اسی کے شاہی دوسرے دیو دیبیوں کی پوجا بھی بڑے سامان و تکلف سے ہوتی تھی۔ انھیں ایام میں سو میشر اور دوسرے عالموں نے دھرم شاشتر کے متعلق بہت نفیس کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کے مطابق آجتک ہندو جماعت کے کاروبار انجام پاتے ہیں۔

یادو خاندان بادشاہی (۱۱۸۷ء سے ۱۳۱۸ء تک) دیوگیری (نظام کی ریاست میں دولت آباد) کے یادو خاندان کے راجہ پہلے پہل چالکیہ راجاؤں کے ماتحت تھے۔ بھلم نے اس راج کی ابتدا کی۔ ۱۱۸۷ء تک اس راج نے دریائے

کرشنا تک کے مقاموں پر قبضہ کرلیا تھا۔ دیوگیری کو دارالسلطنت بنایا تھا۔ آخر ۱۱۹۲ء
میں بیر بلّال ہوئے سلا نے ایک لڑائی میں راجہ مذکور کو مار ڈالا۔ اس خاندان
میں سنگھن کے برابر زبردست راجہ اور کوئی نہیں ہوا۔ سنہ ۱۲۱۰ء میں یہ تخت نشین
ہوا سارے دکھن کو فتح کرلیا۔ اور مالوہ کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا اور گجرات پر
کئی چڑھائیاں کیں۔ یہ راجہ اہل علم کا بڑا مربی تھا۔ اس کے عہد میں سارنگ دھر نے
علم موسیقی کی ایک بے مثل کتاب لکھی اور بھاسکر آچاریہ کے پوتے چھنگ دیو اسکے
جوتشی تھے۔ سنگھن کے پوتے کرشن (سنہ ۱۲۴۷ء) نے مالوہ۔ گجرات۔ کونکن۔
چولا کو تاخت و تاراج کر دیا۔ اس نے کئی ایک یگ کئے۔ رام چندر (سنہ ۱۲۷۱ء)
نے بھی مالوہ اور تیلنگ سے کئی بار مقابلہ کیا۔ دھرم شاستر کے مشہور عالم ہیما دری
اس کے وزیر تھے۔ لیکن سنہ ۱۲۹۴ء میں علاؤالدین خلجی نے اسکو بہت بیڈھب
شکست دی۔ غرض ایلچ پور پرگنے سے محروم ہوگیا اور سالانہ خراج کے علاوہ مسلمان
فاتح مذکور کو چھ سو من موتی۔ دو سو من جواہر۔ ہزار من چاندی۔ چار ہزار ریشمی
کپڑے وغیرہ دینے پڑے۔

ہوئے سلا خاندان خسروی (سنہ ۱۱۱۱ء سے سنہ ۱۳۱۱ء تک) یہ راج
اندلوں کی میسور کی ریاست میں تھا۔ اسکی بادشاہی جگہ دوارسمدر (آجکل ہلے بِڈ)
تھی اس راج کی بنیاد ڈالنے والے بتی دیو ہوئے سالار (سنہ ۱۱۱۱ء سے سنہ ۱۱۴۱ء تک)
تھے۔ پہلے پہل انکی ریاست چالکیوں کے زیر اختیار تھی۔ بتی دیو پہلے جین تھے۔
لیکن رامانج سوامی نے انکو پکا ویشنو بنا دیا۔ تب سے انکا نام وشنو وردھن ہوگیا۔

انھوں نے ہاسے دویں کئی ایک نفیس مندر بنوائے تھے۔ وشنو وردھن کے ناتی بیر بلاّل نے (سنہ ۱۱۷۳ء) سے سنہ ۱۲۲۰ء تک) تمام جنوبی ہند پر اپنا اقتدار پیدا کر لیا۔ آخرکار سنہ ۱۳۱۲ میں سلطان علاءالدین کے سپہ سالار ملک کافور نے اس راج کو نیست و نابود کر دیا۔

پلّو خاندان ۔ دارالسلطنت کا نام کانچی تھا۔ آندھر بنسی راجاؤں کے بعد اسی خاندان نے پہلے پہل بالکل جنوبی ہند پر حکومت کی۔ ایک وقت نربدا سے لیکر پنّار ندی تک بالکل پلّووں کی قلمرو میں تھا۔ مہیندر برمن (سنہ ۶۰۰ء سے سنہ ۶۲۵ء تک) نے چنگل پٹ کے نزدیک مملّ پورم میں بہت بڑی چٹان کٹوا کر ایک خوبصورت مندر تعمیر کیا۔ اس کا نام رتھا ہے۔ راجۂ مذکور کے بیٹے نرسنگھ برمن (سنہ ۶۲۵ء سے سنہ ۶۴۵ء تک) نے چالکیہ بنسی راجہ پلکیسین دوئم کو شکست دی۔ اس راجہ نے بھی کئی ایک رتھا بنوائے۔ اسکے بعد بہت دنوں تک پلّو لوگ چالکیوں سے لڑتے رہے۔ آخر سنہ ۹۰۰ء کے قریب چولاراج نے پلّو کو فتح کر لیا۔ پلّووں کا دارالسلطنت کانچی بہت دنوں تک ویدک مذہب اور سنسکرت علم کا خاص مقام رہ چکا ہے۔ مہندر برمن نے علم تمثیل اور علم موسیقی کی کتابیں سنسکرت میں لکھیں۔ مہاکبی (بڑے شاعر) بھاروی اور ڈنڈی کانچی کے رہنے والے تھے۔ اسی زمانے میں شیو اور وشنو طریقوں کی بنیاد پڑی۔ اور کئی بڑے خالص دیندار ان مذہبوں میں ہوئے اور دینی کتابیں بہت لکھی گئیں۔

چولا شاہنشاہی ۔ پہلے مدراس کے گرد و نواح کے مقامات اور زیادہ تر

میسور کی ریاست کا حصہ چولا شاہنشاہی میں شامل کر لیا گیا۔ اس کا پرانا دارالسلطنت
اور ایور (ترچناپلی) تھا۔ آخر ترچناپلی کے ضلع میں چولا پورم مقام پر اسکا دارالسلطنت
مقرر ہوا۔ پرانتک اول (سنہ ۹۰۷ء سے سنہ ۹۴۷ء تک) کے وقت میں اس ریاست کا
بڑا دورہ ہوا ہے۔ پرانتک نے پانڈی راج کو زیر کر کے مدورا چھین لیا۔ اور لنکا
پر چڑھائی کی۔ پرانتک کے انتقال کے بعد تقریباً پچاس برس تک چولا بنسیوں
اور راشٹر کوٹوں میں جنگ و جدل ہوتی رہی۔ آخر سنہ ۹۵۸ء میں راج راج چولا کو
تخت نصیب ہوا۔ اس نے لنکا۔ ملیبار کا ساحل مشرقی چالکیہ سلطنت اور کلنگ
ملکوں پر اپنا دخل کر لیا اور سارے دکھن کو اپنا جولانگاہ بنا لیا۔ آخر کار اپنی فتحمندی
کی یادگاری میں تنجور کا مشہور مندر بنوایا۔ یہ مندر دُروِڑ شلپ کا سب سے
عمدہ نمونہ تعمیر ہے۔ سنہ ۱۰۱۲ء سے اس کا بیٹا راجندر چولا مالک تخت و تاج
ہوا۔ اس نے چولا سلطنت کو مستحکم کرنے میں تمام عمر صرف کر دی۔ سنہ ۱۰۴۲ء میں
راجندر چولا نے انتقال کیا۔ بعد اس سانحے کے کئی سال تک چولا سلطنت اور
چالکیہ سلطنت میں میدان کارزار گرم رہا۔ آخر کلوتنگ نے دونوں جنگجو ریاستوں کو
ملا لیا اور خود اس متحدہ سلطنت کا فرمانروا ہوا۔ (سنہ ۱۰۷۰ء سے سنہ ۱۱۱۸ء تک)
یہ بڑا دلاور راجہ تھا۔ تمام دکھن کو زیر فرمان کر لیا۔ اس نے بھی کئی نہایت نفیس
مندر بنائے۔ اسکے وقت میں تامل اور تیلگو ادبیات اعلیٰ درجے تک پہونچ
گئیں۔ اس طرح چولا خاندان کے تاجدار بڑی شان و تجمل سے تیرہ سو دس عیسوی
تک فرمانروائی کرتے رہے۔ یہانتک کہ کافور نے اس سلطنت کا نام و نشان

مٹا دیا۔ اس خاندان کے تمام راجہ بہت رعیت پرور تھے۔ انھوں نے رعیت کو
ایک مدت تک خود اختیاری بھی دی تھی۔ کئی فرقوں کے انتظام کے لئے رعیت کی
طرف سے ایک مہاسبھا قرار دیجاتی تھی۔ ہر گاؤں سے اس سبھا کے لئے ممبر کو
منتخب کئے جاتے تھے۔ اب مہاسبھا سے تالاب۔ سڑک۔ باغ وغیرہ دیکھنے
کے لئے ایک ایک انجمن مقرر ہوتی تھی۔ آمدنی کا چھٹواں حصہ خراج بادشاہی تھا
اس خاندان کے ایک راجہ نے دریائے کاویری میں ایک باندھ بنوا دیا تھا۔
راجندر چولا نے جنوبی آرکٹ میں ایک مدرسہ قایم کیا تھا۔ اور بہادر راجندر دیو نے
پنگل پٹ میں ایک شفاخانہ بنوایا۔

دکھن میں مسلمان ۔ تیرھویں صدی عیسوی کے آخر حصے میں مسلمانوں نے
پہلے پہل دکھن پر حملہ کیا ۱۲۹۴ء میں علاء الدین خلجی نے دفعتہً دیوگری پر فوج کشی
کی اور وہاں کے راجہ سے بجبر خراج حاصل کیا۔ پھر ۱۳۰۲ء سے ۱۳۱۲ء تک
علاء الدین کی طرف سے ملک کافور نے آکر اس ملک پر چڑھائیاں کیں اور اس
حملہ آور نے تمام دکھن کو تاراج کر ڈالا۔ مسلمانوں کا دبدبہ دکھن میں اسی زمانہ سے
روز افزوں ہوا۔

(۱۷) ملک کی حالت درمیانی زمانے میں

ہرش کے مرنے کے بعد اگرچہ ملک آرائی کے معرکے میں ایسا کوئی جوانمرد برسرکار نہیں
ہوا تھا۔ کہ قدیم ہندوستان کے بڑے تاجداروں کی طرح ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو

زیر حلم کرلی جو شب و روز آپس میں لڑتی رہتی تھیں اور خود سب کا سالار بنکر مختلف قوموں کا
دل اتفاق کی سنہری زنجیر کے ایک سلسلے میں مسلسل کردیئے۔ تاہم ہماری نئی جماعت
پر علم ادب۔ تعلیم۔ طرز معاشرت۔ دین و مذہب کی باتوں میں اس زمانے کا
اثر بہت زیادہ سرایت کر گیا ہے۔ اگرچہ تمام ملک پر چھوٹے چھوٹے راجہ حکمرانی
کرتے تھے۔ لیکن ان سب ملک کے مالکوں کے طرز معاشرت اور خیالات قریب
قریب ایک ہی تھے۔ غرضکہ اس زمانے میں بھی ہندوستان کا باطنی اتفاق ضایع
نہیں ہوا تھا۔ البتہ ایسے عالم بھی ہیں جو نویں اور دسویں صدی کو ہندوستان
کے لئے نہایت خوشحالی کا زمانہ قرار دیتے ہیں۔

ہندو مذہب۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ گپت بادشاہوں کے زمانے ہی سے
نئے ہندو مذہب کی ترقی متواتر ہوتی جاتی تھی۔ اور بودھ مذہب کا زوال روز بروز
ہوتا جاتا تھا۔ اسی زمانے میں ہندوؤں کی سب کتابیں۔ سمرتی۔ اتھاس اور پرانوں کی
تصنیف آجکل کے پیرائے پر ہوئی۔ عالی خاندان لوگ مثل پیشتر کے اب تھوڑے ہی
تھے کہ قدیم وقت کی طرح اگنی ہوتر یا یگ کریں۔ شاید دو ایک ظفرمند راجہ
اشومیدھ یا راجسویہ بھی کرتے تھے۔ مگر زیادہ تر لوگ مندروں میں جاکر یا گھر میں
بیٹھکر دیوی دیوتا کی پوجا کرتے تھے۔ ان دیوتاؤں میں شیو۔ وشنو۔ آفتاب۔
گنیش مشہور ہیں اور ان میں سے شیو اور وشنو کے ماننے والوں کا شمار بہت
زیادہ تھا۔ ابتدا آٹھویں ہی صدی میں ہو گئی کہ دیبی یا کالی کی پوجا بھی چل نکلی۔ پرتھی
راج راسو سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ بڑے تکلف سے دیبی کے مندر کے

سامنے بھینس۔بھیڑ۔بکری کی قربانی چڑھاتے تھے۔ اسی سے صریحاً ثابت ہوتا ہے
کہ تانترک قاعدوں کا اثر لوگوں کے دل پر اُسوقت بہت زیادہ تھا۔بڑے بڑے
زیارت کے مقام اسی عصر میں مشہور ومعروف ہوگئے۔ ان میں سے کاشمیر کی
شاردا۔ مُلتان کا سورج کا مندر۔نگر کوٹ کا جوالامکھی۔ اُجین کا مہا کال۔گجرات کا
سومناتھ۔کاشی کا وشنو۔کانچی کا شیو۔بہت نامور زیارتگاہیں ہوئیں۔
پھر اسی عصر میں بہت برت جاری ہوئے کہ آجتک مانے جاتے ہیں۔ اسیطرح پر
صرف ظاہر داری کی باتوں سے ہندو مذہب کی ترقی نہیں ہوئی تھی اسی عرصے
میں نئے ہندو کے کئی بڑے بڑے صالح بھی پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے علم
کے تمام ذخیرے کو ہندو دین کی خدمت میں صرف کیا اور بہت سے متعصب
بودھوں کو مناظرات دینی میں زیر کرکے مجبور کیا کہ بودھ مت کو ترک کریں اور
ہندو دھرم میں آجائیں۔ دھرم کی یہ گرمجوشی اس مرتبہ دکن سے شروع ہوئی۔
کمارل بھٹ۔ یہ بڑے متعصب ہندو تھے اور بودھ مت کو ناقص بنانے
کے لئے وہ اپنی جان تک دینے کو مستعد ہوگئے۔ انھوں نے ویدک دھرم
اور یگیہ کو دوبارہ رواج دینے کی کوشش کی یہ بڑے فلسفی تھے۔بودھ
مذہب کے اصول کی تردید میں بہت کچھ لکھا تھا۔تنتر دارتک نامی ایک کتاب
ودانسائی بھی تالیف کی۔ تقریباً سات سو عیسوی میں انھوں نے اپنی جان دیدی۔
شنکر آچاریہ (سنہ ۷۸۸ء سے سنہ ۸۲۰ء) یہ ملیبار کے نمبودری برہمن
تھے۔ ان کی کم عمری میں ان کے باپ رحلت کرگئے۔ بچپن میں بید۔بیدانگ

پڑھکر انھوں نے سنیاس لے لیا تھا۔ اس کے بعد ملکوں میں سیاحی اختیار کی۔ اور بدرحاچل میں جاکر گوبند گرو کے پاس بہت سے شاستر پڑھے۔ آخر کار کاشی میں بود و باش پسند کی اور دینی مناظروں سے اور کتابوں کی تصنیف سے اپنے طرز مذہب (اُدَّویت باد) کو مروج کرنے لگے۔ اسکے بعد دوبارہ تمام ہند کی سیر کی اور سرنگیری (میسور) بدرکاسرم (پوری) اور دوارکا میں مٹھ بنائے اون وقتوں میں علم وفضل میں اِن کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اسلئے اون کا خطاب زمانے کا اوستاد تھا۔ انھوں نے ممانسا کے بڑے عالم مُنڈن مصر کو معقول و مغلوب کر دیا۔ آخر صرف بتیس برس کی عمر میں رحلت کر گئے۔ لوگ انھیں آجتک شیوجی کا اوتار کہکر مانتے ہیں۔

شنکر آچاریہ کا مذہب یہ تھا کہ بیجان چیزیں۔ جاندار صاحباں روح۔ روح حقیقی الہی۔ اِن تینوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔ یہ ایک ہی ہیں۔ ہم لوگ بیعلم ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری نظر میں اِن تینوں کا وجود جدا جدا محسوس ہوتا ہے۔ اَدویت بھاؤ کا حصول تحصیل علم ہی سے ہو سکتا ہے۔ خدا ایک ہے۔ اور نفوس میں جو انانیت ہے وہ بیعلمی کے باعث سے ہے۔ پس جب اپنے نفس کو کوئی پورے طور پر پہچان لیگا تب ہی وہ بے علمی کی قید سے آزاد ہوگا یعنے نجات ہوگی۔ شنکر خلوص کو علم سے کمتر جانتے تھے کیونکہ خلوص کے لفظ ہی سے دویت کا تصور پیدا ہوتا ہے۔

رامانج ۱۰۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ شنکر کا یہ قول تھا کہ نجات کے لئے علم حاصل کرنا چاہیے اور وہ اُدویت وادی تھے مگر رامانج نے خلوص عبادت پر

زور دیا اور دویت بھاؤ کی تعلیم دی۔ کمسنی میں رامانج کانچی میں رہے اور تعلیم پائی۔ اسکے بعد وہ سری رنگ مٹھ کے آچاریہ بنائے گئے۔ اونھوں نے اپنشد بھگوت گیتا برہم سوتر اور دینی کتابوں پر بڑی بڑی شرحیں لکھیں مگر جب مذہبی مخالفت سے چولا راج والے انگوستانے لگے تو وہاں سے فرار ہو کر ریاست ہوے سلا میں آئے وہاں انھوں نے راجہ وشنو وردھن کو ویشنو دھرم میں داخل کیا۔ (۱۰۹۶ء میں) اگر سچ پوچھو تو رامانج خلوص عبادت کے طریقے کے اصل موجد نہ تھے کیونکہ ویشنو دھرم قدیم طریقہ تھا۔ دکھن میں بہت دنوں سے اس طریقے کا رواج تھا۔ وہاں ویشنو گرؤں کو لوگ آلوار کہتے تھے۔ بھگتی یعنے خلوص عبادت کے لفظ ہی سے دویت کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ یعنے عبد اور معبود دو وجود سمجھے جاتے ہیں۔ عبد اپنے کو معبود کا غلام اور ملازم سمجھتا ہے۔ اس حالت میں آزادانہ ہستی کیونکر ہو سکتی ہے۔ عبد ہر طرح سے معبود کا محتاج ہے۔ رامانج کے طریقے میں بھی اصل مدعا نجات ہی ہے۔ مگر علم کی راہ سے نہیں بلکہ خلوص عبادت کی راہ سے۔ تاہم رامانج پکے برہمن تھے۔ وہ شُدروں سے نفرت کرتے تھے۔ رامانج والوں کا مذہب تھا کہ شُدروں کو نجات نہیں مل سکتی چودھویں صدی میں راما نند نے رامانج کے طریقے کو کسیقدر ردو بدل کر کے شمالی ہند میں جاری کیا تھا۔

جین دھرم۔ اگرچہ جین مذہب کا ظہور شروع میں شمالی ہند سے ہوا تھا۔ تو بھی جب بودھ دھرم سے مقابلے کی نوبت آئی تو یہ دکھن طرف ہٹ گیا۔ عموماً یہ خیال ہے کہ شمالی ہند میں جب کال پڑا تو بھدر باہو نامی ایک جین آچاریہ پہلے دکن میں جاکر

مقیم ہوئے تھے اور جین دھرم کی تعلیم دی تھی۔ تب ہی سے دکن میں جینوں کا دَور روز بروز بڑھتا گیا۔ یہ لوگ دیسی زبان میں منادی کرتے تھے۔ پس اسوجہ سے ڈراوڑ زبان کی بھی انھوں نے بہت ترقی کی۔ دکھن کے تمام راجے ابتدا میں یہی دھرم مانتے تھے اسلئے پُرانی پانڈی ریاست۔ چیلا ریاست۔ راشٹرکوٹ وغیرہ میں اسی دھرم کو فروغ ہوا آخر جب وہاں دسویں صدی سے شیوا اور وشنو دھرم کا ظہور ہوا تب ہی سے اس دھرم کے گھٹنے کا وقت آیا اور اوسی وقت میں دھرم کے مرکز گجرات۔ مالوہ۔ راجپوتانہ ہوگئے۔

بودھ دھرم کا زوال۔ بودھ دھرم کی شان و شوکت ہرش وردھن ہی کے زمانے سے قریب قریب خاتمہ کی سرحد تک آپہونچی تھی۔ فاہیان۔ ہیون سانگ ای سنگ کے بیانات پڑھنے سے دریافت ہوتا ہے کہ اوس وقت بودھ دھرم محض ایک ظاہرداری کی کارروائی بنگیا تھا۔ اور اس کا دبدبہ بالکل پست ہوگیا تھا۔ ہرش وردھن خود بدھ دیو کے ساتھ آفتاب اور شیو کی پوجا کرتے تھے۔ بودھ دھرم کی شاخیں متعدد ہوگئی تھیں اور ان میں سے بعض ناپسندیدہ باتوں اور کاموں سے بھری ہوئی تھیں۔ ان سبھوں میں تانترک تعلیموں کا اثر بہت زیادہ سرایت کرگیا تھا۔ جیسے بجریانی لوگ عورتوں کو ساتھ بھجن پوجن کرتے تھے۔ کالچکریانی لوگ بھوت پریت کو پوجتے تھے۔ سہجیا کا فرقہ علانیہ عیش و عشرت میں عمر بسر کرتا تھا۔ بودھ پروہت لوگ پیشتر کی طرح ترک دنیا کی پابندی نہیں کرتے تھے وہ بیاہ شادی کرکے گرہست ہوجاتے تھے۔ دھرم کے نام پر سنگھ والے لوگوں کی آنکھ میں خاک ڈالتے تھے اور سب دیہار اور

مٹھ بدا طوار لوگوں کے مسکن بنگئے تھے۔ اسی خرابی کے برخلاف کماریل بھٹ اور شنکر آچاریہ نے اپنا اپنا ڈنکا بجایا اور اس دھرم کو خاک سیاہ کر دیا۔ پھر انھیں ایام میں بودھ دھرم کی خاص تعلیموں کو ہندو دھرم نے قبول کرلیا۔ جیسے قربانی نہ کرنا۔ سنگھ یا مٹھوں کی رسموں کو عمل میں نہ لانا۔ اور دھرم پوجا اپنا شیوہ کرلیا۔ پرتھی راج راسو۔ جے دیو۔ اور چند پُرانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی دَور میں خدا کے دس اوتار کا افسانہ خوب دلنشیں ہوگیا تھا۔ اسی خیال کے مطابق بدھ دیو کو خدا کا نواں اوتار قایم کر دیا۔ پھر بھی بارہویں صدی کے اخیر تک یہ دھرم بنگالے اور بہار میں بڑی دھوم دھام سے دائر و سائر تھا۔ یہانتک کہ مسلمانوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس طرح سے بودھ دھرم اپنے وطن سے خارج ہوگیا۔

علم ادب۔ قدیم زمانے کے بلند مرتبہ ہندو راجاؤں کی طرح راجپوت راجہ بھی ہندو دھرم اور سنسکرت ادبیات کے مربی تھے۔ ان کے دربار میں نامی گرامی شاعر ہوگئے ہیں ان میں سے اُتر رام چرت کے مصنف قنوج کے بھوبھوتی کاشمیر میں راج ترنگنی کے مصنف کلہن اور گیت گوبند کے مصنف شاعر جی دیو بہت نامآور ہیں۔ بڑے بڑے راجہ بھی سنسکرت میں نظمیں بناتے تھے۔ انہیں میں سے دلی کے وشال دیو چوہان مالوہ کے منج اور بھوج راج بنگالے کے لچھمن سین شہرۂ آفاق ہیں۔ دیسی زبانوں میں سے ہندی کا دورہ بہت زیادہ ہوا تھا۔ پرتھی راج کے شاعر پایۂ تخت چند بردائی نے پرتھی راج راسو کے نام سے ایک عمدہ منظومہ مرتب کیا۔ اسکے علاوہ اس عہد میں بنگلہ اور مراٹھی

زبانیں بھی نمودار ہوئیں۔

بُت سازی اور دوسری دستکاریاں - بُت پرستی کے رواج پانے سے اور نئے دھرم کے فروغ ہونے سے شمالی ہندوستان اور دکھن میں سنگین مندر بہت ہی خوش اسلوب بننے لگے ان سب مندروں میں سے اڑیسہ میں بھونیشور اور جگرناتھ کے مندر۔ چھترپور کی ریاست میں کھجراہو کے مندر۔ آریہ طرز کے بنے ہوئے ہیں۔ ندوڑ انداز کے مندروں میں سے تنجور کے راج راج چولا کے اور سُبنر من کے مندر مشہور ہیں اور چالکیہ وضع تعمیر کے مندروں میں سے ہوئے سلیشور اور وشنو وردھن کے بہت ہی خوش وضع بنے ہوئے ہیں انھیں دنوں آبو پہاڑ پر جین مندر بھی تعمیر ہوئے تھے۔

ہاتھ کے کام میں کپڑا بننے کے ہنر میں بھی روز بروز عروج ہوتا گیا سلیمان ایک عربی تاجر نے بنگالے کی ململ کے بہت اوصاف بیان کئے ہیں۔ دکھن میں بھی سوتی دھوتیاں بہت ہی مہین بنتی تھیں۔ دھوتیاں ایسی مہین بنتی تھیں کہ سانپ کی کینچلی اور دودھ کی بھاپ سے مشابہ ہوتی تھیں۔ اونی اور ریشمی کپڑے بھی نہایت نفیس بنتے تھے۔

کشان سلطنت کے زوال کے وقت قدیم روما کے ساتھ جو تجارت ہوتی تھی اس کا سیدھا تعلق بالکل جاتا رہا۔ اوسی زمانے سے ایرانیوں نے بالکل ہندوستانی تجارت اپنے قبضہ میں کرلی۔ ساتویں صدی سے یہ تجارت عربوں کے ہاتھ میں آگئی۔ پس اوس وقت سے ٹھیک پندرہویں صدی تک یورپ انھیں

تاجروں سے ہندوستان کے اجناس خریدتے تھے۔

جماعت۔ اس وقت کی تصنیف۔ کتاب پرتھی راج راسو۔ بھوشیہ پران۔ البرونی۔ اور عربی تاجروں کے سفرنامے۔ ہندوستانی جماعت کی حالت کچھ بیان کرتے ہیں۔ جماعت میں چار ورنوں کے علاوہ بہت چھوٹی چھوٹی ذاتیں نکل آئی تھیں۔ برہمنوں میں قنوجی برہمنوں کا مرتبہ بلند تھا۔ تمام ملک میں چھوٹے چھوٹے رجواڑے فرمانروا تھے۔ جب ایک راجہ دوسرے کو زیر کر لیتا تھا۔ تو شکست خوردہ راجہ فتحمند راجہ کا ماتحت بنجاتا تھا اور آمدنی کا چھٹواں حصہ خراج دیتا تھا۔ اور فتحمند راجہ سے جب کبھی غنیم کا سامنا ہوتا تھا تو اوس کی مدد کرتا تھا۔ جو راجہ شرابخوار ہو جائے وہ اپنے ملک سے نکال دیا جاتا تھا۔ چاروں ورن کے لوگ زراعت بھی کرتے تھے۔ اور لشکر کا کام بھی کرتے تھے۔ جماعت میں جوگی۔ نجومی اور تنتر منتر کا بہت فروغ تھا۔ تانترک لوگ اپنے عمل اور ہوم کے وسیلے سے دشمن کو برباد کر دیتے تھے۔ اور اشٹ سدّھی اور نوسدھی کو حاصل کرنے کے لئے بڑا ریاضں کرتے تھے۔ جماعت میں اوسوقت تک ازدواج کی قومی آمیزشیں مسدود نہیں ہوئی تھیں۔ کبھی بان بھٹ کے باپ نے ایک شدر عورت سے تعلق کر لیا تھا۔ بسال دیو چوہان نے ایک دلیش لڑکی سے شادی کی۔ کبراج سیکھر کی زوجہ چھتری تھی۔ لیکن اندنوں کی لکھی سمرتی کتابوں سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ شدر عورتوں سے شادی متروک کر دیگئی۔ مگر اسی زمانے میں کمسنی کی شادی کا رواج شروع ہو گیا تھا۔ پرتھی راج کی

پہلی شادی سولہ برس کی عمر میں ہوئی - دس سے بارہ برس تک کی لڑکیوں کو بیاہ دینا ثواب سمجھا جاتا تھا۔

تعلیم کا سلسلہ بھی اچھا تھا۔ کاشی - اُجین - کاشمیر - بکرم - شلا - اُودنت پوری خاص علمی مقامات تھے - پرتھی راج کو علم تیر اندازی کے سوا چھ زبانیں چودہ علوم اور چونسٹھ ہنر سکھائے گئے تھے - تعلیم نسواں کا بھی رواج تھا - ہنساولی سنجوگتا اور اسکی بہن تارا تعلیم یافتہ تھیں - پرتھی راج کے دن کا دستور العمل یہ تھا - صبح سویرے شکار کھیلتے تھے - اتیسرے پہر کو فوج اور سرکاری محکموں کی نگرانی کرتے تھے۔ شام کو دربار ہوتا تھا اور رات کو رقص و سرود کا ہنگامہ گرم رہتا تھا - جے چندر کے دربار میں جو ناٹک کا کھیل ہوا تھا اس کا ذکر راسو میں ہے - لوگ طرح طرح کے اُتسو مناتے تھے - چنانچہ دوالی میں جوا کھیلنے کی رسم اور ہولی میں رنگ ڈالنا اور نا ملائم زبان استعمال کرنا آجتک موجود ہیں - بیوہ عورتیں ستی ہوتی تھیں اور بوڑھاپے کے وقت مرد لوگ پاک مقاموں میں جل مرنا - ڈوب مرنا - یا پہاڑ پر سے گر کر مرنا ثواب جانتے تھے - کمارل بھٹ اور جیپال شاہی جل مرے تھے - دھنگ چندیل پریاگ میں ڈوب مرا۔

ہندوستانی شائستگی کی توسیع - قدیم زمانے کے ہندو اس زمانے کی طرح اپنے گھر کے دو تانبر نہیں بیٹھتے تھے - بلکہ جہازوں پر سمندر طے کر کے دور دور کے ملکوں کے ساتھ تجارت کرتے تھے - نئی نئی آبادیاں بساتے تھے اور اپنی لیاقت اور راہ و رسم دوسرے ملک والوں میں پھیلاتے تھے - اسکا

نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی بحر سے بحر ہند تک اور وسط ایشیا سے لیکر بحر الکاہل تک سب متقاموں پر رسم و دستور و تہذیب ہندوستانی کا اثر بہت زیادہ ہو گیا۔ ایسا کہ مٹانے سے بھی مٹنے والا نہیں ہے۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ دروڑ لوگ اور کلنگ والے بہت بڑے سوداگر تھے۔ اشوک اور کنشک نے دینی تعلیم کے لئے بہت دُور دُور تعلیم دینے والوں کو بھیجا تھا۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ پہلے ہی صدی میں کنشک نے ترکستان اور چین میں بودھ دھرم کی تعلیم پھیلائی۔ پھر ان ملکوں کو مرکز مانکر مہایان مت کا بودھ دھرم آہستہ آہستہ منگولیا، منچوریا اور جاپان میں پھیل گیا۔ پرانی ترکی زبان اور چینی زبان میں تمام بودھ کی دینی کتابوں کا ترجمہ ہوا اور ان ملکوں میں بھی خوبصورت بہار اور مندر تعمیر ہوئے۔ دین اسلام کے شایع ہونے سے بودھ دھرم ترکستان سے خارج ہو گیا۔ جاپانیوں کو چینی لوگوں سے بودھ دھرم کا پتہ ملا تھا۔ پھر بھی ۸۰۰ء کے عنقریب بودھی سین ایک پنڈت جاپان میں بھیجا گیا تھا۔ تبت کے باشندوں کو راجہ نیپال نے بودھ دھرم کا نشان بتایا تھا۔ (۶۳۰ء میں) اتری ایشیا کیساتھ پرانے ہندوستان کا تعلق صرف مذہبی دائرہ میں تھا مگر دکھن پورب کے جزیرہ نما (ہندی چین اور ملائے) اور ہندوستانی مجمع الجزائر (سماترا۔ جاوا۔ بورنیو وغیرہ) کیساتھ علاقہ سیاسی معاملات میں تھا۔ یہاں بڑی ریاستیں قایم ہوئی تھیں اور برہمن دھرم کا اثر حاوی ہو گیا تھا۔ پالی ادبیات میں ہندوچین کا نام۔ سوبرن بھومی ہو گیا تھا۔ انام میں چمپا کی ریاست تھی۔ یہاں ایک فرقہ رہتا تھا جو چام کہلاتا تھا۔ شیو دھرم کے ساتھ مہایان دھرم اس جگہ

بھیجا تھا اور یہاں کی زبان سنسکرت کے تعلیم یافتہ لوگوں کی سمجھی جاتی تھی۔ اسکے بعد آجکل کی کمبوڈیا میں ریاست کمبوج تھی۔ یہ ریاست پانچویں صدی میں شروع ہوئی۔ یہاں چندربنشی راجہ حکومت کرتے تھے اور کونڈنیہ گوتر کے تھے۔ ان راجاؤں کا خطاب شاہان برمن تھا۔ ان راجاؤں کے منقوش کئے ہوئے قریب چھ سو کے سنگی کتابے ہیں۔ اور یہ تمام کتابے خالص سنسکرت زبان میں ہیں۔ چھٹویں صدی میں بھوبرمن راجہ نے ایک شیو مندر بنایا اور وہاں رامائن مہابھارت اور پرانوں کی نقلیں رکھی گئی تھیں۔ اس خاندان شاہی کی کنواری لڑکیوں کی شادی صرف برہمنوں سے ہوتی تھی۔ آریا اور دراوڑ دونوں خط استعمال میں تھے۔ سنگی کتابوں کے سوا بہت سے رامائن اور مہابھارت کے قصے بھی پتھروں پر کھودے گئے تھے۔ ساتویں صدی سے بودھ دھرم کا نام و نشان مٹ گیا۔ سنہ ۱۲۰۰ء کے قریب اس ریاست کا چراغ گل ہوگیا۔ اسی طور پر پہلی صدی سے جزیرۂ جاوا میں ہندوستانی شائستگی کا اور ایک مسکن بن گیا تھا۔ اس جگہ بھی برمن راجاؤں کا دور تھا۔ زیادہ تر یہاں کے لوگ اگست رشی کی پوجا کرتے تھے۔ آٹھویں صدی میں یہ راج سری بجی (سوماترا) کے شیلیندر راجاؤں کے زیر حکومت تھا۔ یہ راجہ متعصب بودھ تھے۔ اور سنہ ۸۵۰ء کے قریب بوروبودر کا مشہور مندر بنایا تھا۔ دسویں صدی سے ہندوؤں کا دبدبہ جم گیا انھیں ایام میں کیوی زبان (سنسکرت اور جاوا کی آمیز بولی) میں بہت اتھاس۔ پران اور اور کتابیں لکھی گئیں اور خوش نظارے اور مورتیں پتھر پہ کھودی گئیں۔ تیرہویں صدی کے

انتہائے وقت میں ریاست جاوا کے ماتحت گرد و نواح کے تمام جزیرے اور جزیرہ نما ملائے بھی تھا۔ پندرہویں صدی میں مسلمانوں کا اس ریاست پر عمل دخل ہو گیا۔

آخر تقریر۔ یہاں قدیم ہندؤوں کی روداد تمام ہوئی۔ لیکن ایک بات باقی ہے جسپر خیال دلانا منظور ہے۔ ممکن ہے کہ پڑھنے والے اتنے حملے اور اتنی بڑی بڑی سلطنتوں اور ریاستوں کے عروج و زوال کو دیکھکر خیال کرتے ہونگے کہ اس ملک کی تواریخ میں یکرنگی نہیں ہے۔ ادھر اودھر کی پریشان کہانیاں جمع کرکے تواریخ بنالی گئی ہے۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں۔ بلکہ جس طرح درخت ایک ہی ہے اگرچہ اوس میں ہزاروں شاخیں پھوٹ نکلیں۔ سمندر ایک ہی ہے اگرچہ بیشمار ندیاں اوس میں ملتی جائیں۔ خدا ایک ہی ہے اگرچہ سیکڑوں مذہب بنتے جائیں۔ اسیطرح پرانے وقتوں میں بھی روح ایک ہی تھی اگرچہ بیحساب ریاستیں بنتی چلی گئیں۔ یعنی ایک ریاست دوسری ریاست سے بہت باتوں میں ملتی جلتی تھی۔ سبھی کا دھرم قریب قریب ایک ہی تھا۔ سب کی زبان قریب قریب ایک ہی تھی۔ سب کی جماعت بھی ایک ہی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ سب کی ادبیات کا مقصود ایک ہی تھا۔ سب کی کاریگری میں ایک ہی قسم کی طبیعت داری تھی۔ چنانچہ اتفاق کی زنجیر طلائی سے سب کا دل باہم وابستہ تھا۔ یہ بات صحیح ہے کہ قدیم ہندؤوں کی قابلیت سیاسی دائرے میں اتنی نہیں رہی جتنی کہ اون کی ذہنی لیاقت میں نمودار ہے یعنے اونکے لکھے ہوئے ویدوں میں۔ اُپنشدوں میں۔ گیتاہیں۔ ناٹکوں میں اور منظومات میں جلوہ گر ہے۔

ہمارے ملک کی قابلیتیں سمدر گپت یا چندر گپت موریہ میں اتنی موجود نہیں ہیں جتنی بودھ۔
اشوک۔ اور شنکر آچاریہ میں پائی جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے ہی اوصاف دنیا
میں ہمیشہ قایم رہتے ہیں۔ اور دنیاوی سلطنتیں چند روزہ ہیں دوامی ثبات انھیں
بالکل نہیں۔

دوسرا حصّہ

مُسلمانوں کا دَور

(۱) خدا کے رسول حضرت محمدؐ صاحب

مُلکی۔ دینی اور جماعتی باتوں میں جس وقت قدیم ہندوؤں میں اتفاق جاتا رہا مُلکی معاملوں میں جب اتحاد کے بدلے چھوٹے چھوٹے رجواڑے اپنی اپنی برتری قایم کرنے کے لئے باہم جنگ و جدال کرتے تھے اور اس کے سبب سے تمام مُلک میں بدنظمی کی آگ مشتعل ہو گئی تھی۔ دینی عالم میں جس وقت مختلف فرقِ رائے ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور جماعت جب ذاتوں کے فرق کی چکّی میں غریبوں کی ہڈیاں چُور کر رہی تھی۔ مختصر یہ کہ جس زمانے میں قدیم ہندوؤں کی قومی زندگانی پر زوال آیا ہوا تھا۔ اوسی وقت میں یہاں سے دور ملک عربستان میں ایک ایسا نیا گروہ ظاہر ہوا جسکی ملکی حالت۔ دینی حالت اور قومی حالت کا اصل اصول اتحاد اور مساوات تھا یہ نیا گروہ جب اپنی نوجوانی کی پوری طاقت اور حوصلہ مندی کے جوش میں اس ملک کے روبرو آکر نمودار ہو گیا تو اوس کا مقابلہ قدیم

ہندوؤں کو بہت دشوار ہوا۔ اِس نئے دین کے موجد جناب محمدؐ صاحب تھے۔

عرب کی کیفیت ۔ محمدؐ صاحب کے پہلے تمام عرب میں چھوٹے چھوٹے قبیلے بسے تھے اور آپس میں نزاع رہا کرتی تھی غرضکہ تمام ملک میں فتنہ و فساد برپا تھا۔ عرب کے قدیم باشندے بُت پرست تھے اور ستاروں اور شیطانوں کی پرستش بھی کرتے تھے۔ پانچویں صدی میں مکّے کا مشہور عبادت خانہ کعبہ تھا۔ اسکے متعلق تین سو ساٹھ دیو دیبیوں کی مورتیں تھیں جس قبیلے میں جناب محمدؐ صاحب پیدا ہوئے تھے وہی قبیلہ اندنوں اس عبادتخانہ کا مالک تھا۔ علاوہ اسکے ان دنوں یہودی اور عیسائی بھی عرب میں رہتے تھے۔

حضرت محمدؐ صاحب (سنہ ۵۷۰ء سے سنہ ۶۳۲ء تک) محمدؐ صاحب کی ولادت ایک غریب خاندان میں ہوئی تھی۔ جب انکی عمر صرف چھ برس کی تھی اوسی وقت اُنکی ماں نے انتقال کیا۔ اُنکے والد نے اس سے پہلے رحلت کی تھی۔ پس کم عمری میں اُنکو دنیا کی بہت زحمتیں اوٹھانی پڑیں۔ تاہم اون کی عالی ہمتی میں فرق نہ آیا۔ اون کا میلان خاطر دینی معاملوں کی طرف تھا۔ لوگ بہت جلد اون کے مزاج سے واقف ہوگئے اور اون کو سچّا اور خداشناس سمجھگئے۔ پچیس برس کے سن میں اونھوں نے خدیجہ ایک دولتمند بیوہ کی ملازمت کرلی۔ فرائض ملازمت اس دیانتداری سے انجام دیئے کہ آخرالامر اوس بیوہ خاتون نے اِن سے نکاح کرلیا۔ اِن ایام میں تجارت کے کاروبار میں انکو شام کے سفر کا اتفاق ہوتا تھا۔ اس وجہ سے اونکو عیسائی اور یہودی مذہبوں سے واقفیت ہوگئی۔ اس دولتمند خاتون سے نکاح ہوجانیکے بعد اونکی ذاتی حالت بھی بدل گئی۔ اپنے قبیلے میں بہت معزز ہوگئے۔ طرزمعاشرت

بھی تبدیل ہوگئی - وہ بہت دیندار ہو گئے - اور کسی خاص امر کے تصور میں مشغول رہنے لگے - انتہاے کار جب اونکی عمر چالیس برس کی ہوئی اوس وقت حضرت محمدؐ صاحب نے بُت پرستی کی تردید بہت زور کے ساتھ شروع کی اور دینی خیالات جو تھے اونہیں ظاہر کرنے لگے - رفتہ رفتہ چند لوگ انکے دین پر آگئے - سب سے پہلے خدیجہؓ اور حضرت علیؑ نے یہ دین قبول کیا - پہلے سال اہل مکّہ نے انکی تعلیموں پر زیادہ توجہ نہیں کی - مگر جب اون کے ماننے والوں کی کثرت ہوگئی اور اس باعث سے کعبہ کی آمدنی میں کمی ہونے لگی تب مکّہ کے باشندوں نے مخالفت شروع کی - یہ وہ وقت تھا کہ جب محمدؐ صاحب کو بہت مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا - آخر دو سال کے بعد شہر مدینہ کے رہنے والوں نے اُنکی رسالت کو قبول کرلیا اور اپنے شہر میں اون کو بُلالیا - چنانچہ جولائی سنہ ۶۲۲ء میں اپنے اصحاب کو ساتھ لیکر وہ مکّہ سے مدینہ میں آئے - سنہ ہجری کی ابتدا اسی وقت سے ہی جناب محمدؐ صاحب نے اپنی اخیر زندگی مدینہ میں صرف کی اور اس مدت میں دینی معاملات کے علاوہ قومی اور ملکی معاملات کو بھی بہت درست کردیا - آخر کار مکّے والوں کو ایک جنگ عظیم میں شکست دیکر اونکو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا اوس وقت سے وہ مُلکی سردار بنگئے اور تمام عرب کو اپنا مطیع بنالیا - جون سنہ ۶۳۲ء میں حضرت محمدؐ صاحب نے وفات پائی -

دین اسلام کے اصول - دین اسلام خدا کی وحدانیت کا معتقد ہے - پس بُت پرستوں کو گنہگار جانتا ہے - ہر شخص اپنے افعال کا ذمّہ دار اپنے خالق کے سامنے سمجھا جاتا ہے - انسان کے افعال کے مطابق مرنے کے بعد خدا اوس کو عذاب

ثواب دے گا۔ اس نظر سے ہر انسان ذمہ داری کے بار کو ملحوظ رکھتا ہے۔ دین کے پیچیدہ قواعد کے بدلے بہت صاف باتیں قایم کیں جو ہر شخص کے فہم وعقل میں آسانی سے آسکیں اسی وجہ سے کاہنوں کو کہانت کا اختیار جاتا رہا۔ انسانوں کے درمیان قماربازی شرابخواری۔ عیاشی غلامی کی شدت۔ لڑکیوں کا قتل کرنا۔ ایسی ایسی خرابیوں کو بالکل مٹادیا۔ سب سے بڑھکر یہ امر ہے کہ دین اسلام نے سب کے پہلے اس اخلاقی خوبی کو ظاہر کیا کہ آپس میں سب بنی نوع انسان بھائی بھائی سمجھے جائیں کیونکہ سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔ اسی طرح ذات کا فرق بھی باقی نرہا۔ جس جس طرح ممکن ہو ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے دین کو لوگوں میں شایع کرے۔ جو کچھہ بیاں ہوا اوس سے ظاہر ہے کہ دین اسلام کے اصول ہندو مذہب کے مخالف تھے اب ان دونوں دینوں کا جب مقابلہ ہوا تو تمام ملک میں بے لطفی پیدا ہوگئی۔

عربوں کا عروج ۔ جب محمد صاحب اس طرح ایک وحشی قوم کو باہم متحد کرکے گلشن فردوس کو تشریف لے گئے تو انکے قدیم اصحابوں میں سے چار بڑے اصحاب یکے بعد دیگرے اون کے جانشین یا خلیفہ بنائے گئے کہ اسلامی دنیا کا انتظام کریں۔ ان میں سے آخری خلیفہ حضرت علیؑ تھے۔ حضرت علیؑ کی وفات (سنہ ۶۶۱ء) کے پہلے ہی جب جوش مذہبی میں عرب کے باشندوں نے دوسرے ملک والوں کو نجات کی بشارت دینے کے لئے اپنے وطن سے قدم بڑھایا تو ان کے جذبے کے سامنے دنیا کی طاقتیں کمزور پڑگئیں۔ مشرقی رومی سلطنت کے عیسائیوں نے شکست اوٹھائی اور ایشیا اور افریقہ کے بہت سے مقاموں سے

بیدخل ہوگئے۔ اوسی زمانے سے علوم اسلامیہ کا مرکز ہوگیا۔ یورپ کی گاتھ قوم نے اسپین سے ہاتھ دھویا۔ ایرانی لوگ کاہنوں کی باربرداری سے عاجز ہورہے تھے اونھوں نے فوراً سرتسلیم خم کرلیا اور اوس آتش پرستوں کے مُلک کے بڑے نامی گرامی آتشکدے بہت جا مسجدوں کی عمارت بنگئے۔ مُلک فارس کے مطیع ہونے ہی کے وقت میں وسط ایشیا کے تُرک بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ چنانچہ فقط ساٹھ برس کے عرصے میں اسلام کی فتحمندی کا جھنڈا اندلس (اسپین) اور مراکو سے ہندوستان کی سرحد تک لہرانے لگا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس وسیع مفتوحہ سرزمین کی دینی حالت جماعتی کیفیت اور مُلکی روداد یکساں ہوگئی۔

عربوں کا زوال۔ دین اسلام نے عربوں پر اتنا اثر کیا تھا کہ مسلمان اپنے رسول کی وفات کے بعد تین سو برس تک تمام باتوں میں دنیا کے سرگروہ بنے رہے۔ مگر یہ جوش پائدار نہ رہا اور اندرونی نااتفاقیوں نے تمام سرگرمیوں کا خاتمہ کردیا۔ آخر دونوں خلیفوں کو خونیوں نے مار ڈالا۔ اور اسلامی سلطنت کا خاص مقام مدینے سے دمشق میں قرار پاگیا۔ وہاں بنی اُمیہ ظاہری شان وشوکت کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔ (سنہ ۶۶۱ء سے سنہ ۷۵۰ء تک) انکے بعد بنی عباس خلیفہ ہوئے (سنہ ۷۵۰ء سے سنہ ۱۰۲۵ء) بنی عباس کا دارالسلطنت بغداد تھا۔ جب دارالخلافت ایک سرے سے دوسرے سرے پر ہٹ گیا اوسی وقت دُور دُور کے ماتحت حاکم خودسر ہوگئے۔ چنانچہ افریقہ و اسپین میں یہی نوبت آگئی۔ ان خودسر مقاموں میں جُداجُدا خلیفہ بادشاہ بنگئے۔ ظفرمندی کے غرور نے عربوں کو سست

کردیا تھا۔ وہ آرام طلب اور عیش پسند بنگئے تھے۔ پس عنانِ سلطنت عربوں سے چھین کر ترکوں نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور وہی اسلامی دنیا کے سردار بنگئے۔ (سنہ ۱۰۵۸ء)

خلاصہ

سنہ ۵۷۰ء .... جناب محمدؐ صاحب کی پیدائش
سنہ ۶۳۲ء .... جناب محمدؐ صاحب کی وفات

(۲) عربوں کا حملہ

ریاست سندھ۔ سندھ ہندوستان کے گوشۂ جنوب و مغرب میں آباد ہے۔ صورت میں یہ مُلک گھڑیال کی ناک سے مشابہ ہے۔ شمال و مغرب کی طرف بلند پہاڑ ہیں اور مشرق کی جانب وسیع بیابانی زمین اور سمندر ہے۔ پس یہ سرزمین غیر قوموں کے حملوں سے خوب محفوظ ہے۔ مگر مغرب کی سمت مکران بحر کی وجہ سے اپنی حالت پر محفوظ نہیں رہ سکا۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ قطعۂ زمین ویران ہے مگر عرب کے لوگ جو بیابانی مقام کے باشندے ہیں اون کے لئے کوئی مزاحمت نہوئی۔

ساتویں صدی کے درمیانی حصّے میں سندھ پر ایک شودر راجہ حکومت کرتا تھا۔ اِسکے مرنے کے بعد اسکا برہمن وزیر جسکا نام چچ تھا راجہ بنگیا۔ چچ بڑا زبردست

راجہ تھا۔ اُوس نے چتور سے شیوستان تک اور ملتان سے برہمن آباد تک مغلوب کرلیا تھا۔ چچ کے بعد اوس کا بیٹا داہر راجہ ہوا۔ اون دنوں اس ملک کے باشندے زیادہ تر بودھ تھے اور نئی مفتوحہ قومیں بخوبی اختیار میں نہ آئی تھیں۔ پس راجہ اور رعایا میں اتفاق نہ تھا۔

عربوں کا حملہ۔ اہل عربستان کی نظر ایران فتح کرنے کے بعد ہندوستان کی زرخیز زمین پر جمی ہوئی تھی اور اس ملک کو فتح کرنے کے لیے اون لوگوں نے کم وبیش کوشش بھی کی تھی۔ مگر اون کی تمام جدوجہد اسوجہ سے محض بیکار ہوگئی کہ سامان جنگ رکھنے کا مقام دُور تھا اور اون کے پاس اچھے جہاز بھی نہ تھے۔ پس مجبور ہوکر وہ ساکت رہگئے۔ آخر سنہ ۷۱۰ء کے قریب جب وہ چند مالی جہاز جو خلیفہ کے واسطے جزیرہ لنکا سے بھیجے گئے تھے سندھ کے ساحل کے نزدیک لوٹ لئے گئے اور جب سندھ کے دریائی قزاقوں نے ایران کے ساحل پر بہت ہنگامہ برپا کردیا اوس وقت انکو زیر کرنے کی ضرورت ہوئی۔ پس سنہ ۷۱۲ء ایران کے عامل نے اپنے بھانجے محمدؐ بن قاسم کو ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ابن قاسم کے ساتھ دس ہزار سپاہی تھے اور کچھ ایسے حربے تھے جن کا استعمال سندھ والے نہیں جانتے تھے۔ سندھ کے نزدیک آتے ہی محمدؐ بن قاسم نے جاٹوں اور کچھ اور لوگوں کو فوج میں بھرتی کرلیا۔ ان وطن کے بیوفاؤں سے اور راجہ داہر سے ناموافقت تھی اس حالت میں اچھے اچھے حربوں کو کام میں لاکر اور اپنی نئی فوج کو لیکر ابن قاسم دیبل بندر پر حملہ آور ہوا اور جلد فتح

کرلیا۔ تین دن تک تاخت و تاراج ہوتا رہا اور مال غنیمت کے پانچ حصے کیے گئے اور ایک حصہ خلیفہ کی نذر ہوا۔ باقی لشکریوں کو تقسیم کر دیا گیا۔ تب دریائے سندھ کو عبور کر کے دَاہِر کو شکست دی۔ راجہ نے میدان جنگ میں اپنی جان دیدی اوس وقت راجہ کی مہارانی نے روڑ گڈھ سے مقابلہ کیا۔ کئی دن کے بعد جب قلعے کی حفاظت ناممکن ہوگئی تو اس جگہ کی سب عورتیں آتش سوزاں میں کود پڑیں اور اس طرح اپنی آبرو کو بچایا۔ ہندوستان کی تواریخ میں پہلے پہل جوہر اسی وقت عمل میں آیا۔ پھر برہمن آباد اور ملتان بھی عربوں کے قبضے میں آ گئے۔ اس طور سے تھوڑے ہی عرصے میں اسلام کی فتحمندی کا علم کاشمیر سے سمندر تک لہرانے لگا۔ (سنہ ۷۱۵ء)

عربوں کی حکومت کا انتظام۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ شروع میں عربوں نے فتح پاکر مفتوح لوگوں پر بہت سختی کی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ اچھا سلوک کرنے لگے۔ جو لوگ مسلمان ہوجاتے تھے اونپر تو ہر قسم کی رعایت ہوتی تھی۔ لیکن جو اسلام قبول نہ کرتے تھے اونکو ایک محصول دینا ہوتا تھا جو جزیہ کہلاتا تھا۔ ماسوا اس کے رعایا کو ہر طرح کی آسایش تھی۔ سندھ کے چھوٹے چھوٹے افسر جب سابق ہندو دین پر قایم رہ گئے تو کبھی بھائی نے کسی بھائی پر زبردستی نہ کی دینی اعتقاد میں کوئی مزاحمت نہیں ہوئی۔ برہمنوں اور سرمنوں کی جماعتی حالت بدستور رہی۔ اونکی آمدنی میں کوئی خلل نہیں پڑا۔ ملتان میں آفتاب کا مندر بہت مدت تک ہندوؤں کا پاک مقام رہا کیا۔

محمدؐ بن قاسم اس فتح کے بعد ہی قتل کیا گیا۔ پھر بھی سندھ اور پنجاب میں اہل عربستان گیارہویں صدی تک برابر حکمراں رہے اور اس وقت محمود غزنوی نے اونکو مغلوب کیا۔ (اسی سبب سے آجتک سندھ اور پنجاب میں مسلمانوں کی زیادتی ہے۔ عرب لوگوں کی خاص ریاست گاہ ملتان میں تھی۔ جلد ہی سندھ کا خاص بندرگاہ ٹھٹھا بنگیا۔ اسلامی دنیا کے ساتھ پوری تجارت اسی بندرگاہ کی وساطت سے ہوتی رہی اور دیول کا نام بھی فراموش ہوگیا۔ ہندوؤں سے رسم و راہ ہو جانے کے باعث سے عربوں نے وہاں کے اصلی باشندوں سے بہت علوم حاصل کئے۔ چنانچہ ہیئت اور طب اور کیمیا اور فلسفہ اور ریاضی خاص خاص ہیں۔ عربوں نے ان علوم کو اپنے طور پر مرتب کر کے جنگ صلیبی کے زمانے میں یورپ والوں کو سکھایا۔

خلاصہ

سنہ ۷۱۲ء .... محمدؐ بن قاسم کا حملہ۔

سنہ ۷۱۵ء .... بن قاسم ملتان تک فتح کرتا گیا۔

سنہ ۱۰۲۵ء .... محمود غزنوی فتحمند ہوا۔

(۳) ترکی لوگوں کی چڑھائیاں

ترکی لوگ۔ ترکی لوگ درمیانی ایشیا کے رہنے والے تھے۔ یہ جنگلی بہدین اور

بڑے لڑنے والے تھے ۔ ساتویں صدی کے آخری حصّہ میں عربوں نے انکو پست کردیا ۔ اور تابع مذہب اسلام ہونے پر مجبور کیا تو بھی سیلے مذہب کے پکے کبھی نہ بنے ۔ عربوں سے انکی پٹتی نہ تھی ۔ ان سے اور عربوں سے ہمیشہ لڑائیاں ہوا کرتی تھیں تُرک لڑنے بھڑنے میں بہت بڑھے تھے ۔ اس لئے عربی لوگ انکو اپنی فوج میں بھرتی کرلیتے تھے ۔ آہستہ آہستہ انکی طاقت بڑھنے لگی ۔ اور وہ لوگ عربوں سے انکے کُل مُلک دبا بیٹھے ۔ ان جنگلیوں کے ہاتھ میں پہونچکر دین اسلام جو کہ پہلے بہل نرم مزاج کا تھا خوفناک ہوگیا اور بالکل بگڑ گیا ۔ ان لوگوں نے عرب والوں کے اونچے مذہب کو بالکل مٹا دیا ۔ انھیں لوگوں کی ایک شاخ دسویں صدی کے آخری حصّہ میں غزنی کو اپنی دارالسلطنت بناکر چاروں طرف اپنا دبدبہ پھیلا رہی تھی سبکتگین غزنی کا پہلا حاکم تھا ۔

سبکتگین کی چڑھائیاں ۔ اسی کے دوران حکومت میں مسلمانوں نے ہندوستان کے مغرب ۔ شمالی حصّہ پر کئی بار چڑھائیاں کی تھیں ۔ اسی سے واہند کے شاہی خاندان میں جو راجہ جیپال تھا اُس نے کابل پر چڑھائی کی مگر سبکتگین نے اسکو شکست دی ۔ راجہ کئی ہاتھی اور بہت سی دولت دینے کا وعدہ کرکے گھر واپس آیا ۔ مگر یہ سمجھکر کہ دوسرے مذہب والوں کا خراج گذار بننا ٹھیک نہ ہوگا ۔ راجہ نے خراج دینے سے انکار کردیا ۔ اور دلی اجمیر ۔ کالنجر اور قنوج کے راجاؤں سے مدد لی تاہم شکست کھا گیا اور خراج دینا ہی پڑا ۔ اسیوقت دریائے سندھ کے مغربی حصّے کے ملک بھی غزنی کے حاکم کے تابع ہوگئے اور اس مفتوح حصّے کا پایۂ تخت

پیشاور دین قرار پایا۔ (سنہ ۹۹۱ء)

محمود کی چڑھائیاں - سبکتگین کا بیٹا محمود سنہ ۹۹۷ء میں سلطان بنا۔ وہ ایک نامی سپہ سالار تھا اور لڑائی کے کام میں بہت ہوشیار تھا۔ بُت پرست قوموں کو آزار دینا وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس میں تشدد اور مذہبی تعصب بہت تھا۔ اس نے اپنے باپ کی خواہش پوری کی۔ ایسی لڑائی کو مسلمان لوگ مذہبی لڑائی یا "جہاد" کہتے ہیں۔ اسی جہاد کے بہانے مگر اصل میں دولت لوٹنے کی غرض سے اس نے ہندوستان پر سترہ بار چڑھائی کی اور دریائے سندھ اور گنگا کے بیچ کی زمین کو روند ڈالا۔ ہر بار اس نے ہندو راجاؤں کو ستایا۔ لوٹ مار کی اور انکے مندروں کو توڑا۔

سنہ ۱۰۰۱ء میں محمود نے بار اول ہندوستان پر چڑھائی کی۔ پنجاب کے راجہ جیپال کو پیشاور کے پاس اس نے شکست دی اور اسکو معہ جیپال و اطفال اس نے قید کر لیا۔ راجہ کی دارالسلطنت واہند یا اوہند میں لوٹ مار کر محمود واپس گیا۔ پھر بہت سا مال و زر لیکر اوس نے راجہ کو چھوڑ دیا۔ اس بار کی ہار کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے بیٹے انند پال کو راج دیکر خود جلتی ہوئی چتا میں جل مرا۔ محمود نے چھٹویں بار آنند پال کی طاقت مٹانے کے واسطے اس پر چڑھائی کی۔ راجہ بھی چپ چاپ نہ بیٹھا تھا۔ اس کی کوشش سے مغربی ہندوستان کے سب راجے اکٹھے ہوکر ان سب کے دشمن محمود کی راہ روکنے آئے۔ ایک بڑی سپاہ جمع ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ عورتوں نے بھی اپنے زیورات بیچکر لڑائی میں خرچ بھیجا تھا۔ ایسی تیاری اور میل دیکھکر ہمتی محمود کے چھکے چھوٹ گئے۔ اپنے بچاؤ کے لئے پیشاور کے پاس اوس نے چھاؤنی ڈالی۔ مگر مالک اس کی مدد پر تھا۔ اور

فتح بھی اس پر عاشق تھی۔ لڑائی ہو رہی تھی کہ آنندپال کا ہاتھی زخم کھا کر بھاگا۔ راجہ کے ہاتھی کو بھاگتا دیکھکر ہندوؤں کی فوج تتر بتر ہوگئی۔ محمود نے ان کا تعاقب کیا اور بہت آدمیوں کو مار ڈالا۔ اس لڑائی کے جیتنے کے بعد اس نے نگرکوٹ (کانگڑہ) پر حملہ کیا۔ یہاں جوالامکھی دیبی کا مندر ہے۔ غرضکہ لوٹ مار کی اور بہت نقرہ و طلا لیکر وہ گھر واپس گیا۔

نویں بار محمود بڑی سپاہ کے ساتھ یکایک متھرا پہونچا (۱۰۱۸ء) وہاں بیس دن تک خوب لوٹ مار کی۔ بڑے بڑے مندروں کو توڑ ڈالا اور بہت مال و زر لوٹا۔ محمود کو متھرا کی عمارتیں بہت پسند آئیں۔ اسی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ اسی طرز پر اس نے شہر غزنی تعمیر کیا۔ ۱۰۱۴ء میں اس نے تھانیسر کو غارت کیا۔ اسی طرح پر چودہ سال کے عرصہ میں تمام پنجاب پر اپنا رعب داب جمالیا۔ اس کے بعد قنوج پر حملہ کیا۔ راجہ راجیپال لڑنے کے لئے مستعد نہ تھا۔ پس وہ شکست کھا گیا اور شہر میں سخت لوٹ مار شروع ہوگئی (۱۰۱۹ء)۔ لاچار ہو کر راجہ جیپال نے محمود کی اطاعت قبول کرلی۔ مگر اسکی بزدلی سے گرد و نواح کے راجے بہت آشفتہ ہوئے اور جب محمود وطن چلا گیا تو گوالیار کالنجر کے راجاؤں اور اور کئی ایک راجاؤں نے ملکر اس پر چڑھائی کی۔ اور اوسکو مار ڈالا۔ ۱۰۲۱ء۔

اس طور پر جب راجپوتوں نے محمود کے فرمان پذیر راجہ کو مار ڈالا تو وہ ان سے بدلہ لینے کو آمادہ ہوا۔ ۱۰۲۲ء میں اس نے چندیل کے راجہ گنڈا کو شکست دیکر اس سے صلح کرلی۔ پھر اس نے گوالیار کے راجہ کو تابع فرمان بنالیا۔ ۱۰۲۴ء میں وہ سومناتھ کا

(*Pt II Chap. 3.*)

Invasion of Mahmud Ghazni.

مشہور مندر غارت کرنے پھر ہندوستان میں آیا۔ یہ مندر جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کے جانب جنوب ساحل بحر پر تھا۔ اور ہندوؤں کا متبرک زیارت گاہ سمجھا جاتا تھا۔ لاکھوں ہندو ہر سال دُور دُور مُلکوں سے آکر یہاں یکجا ہوتے تھے۔ اور نہایت بیش قیمتی چیزوں سے پوجا کرتے تھے۔ اس مندر میں سونے کی بڑی بڑی اینٹیں جواہرات اور اور بیش قیمت اشیا اتنی تھیں کہ شمار میں نہیں آسکتی تھیں۔

چلتے چلتے محمود اجمیر لوٹ کر گجرات کی دارالسلطنت انہل پٹن (آجکل احمدآباد) کے سامنے آپہونچا۔ راجہ لڑائی کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس سے اُسکو بھاگنا پڑا۔ دارالسلطنت لوٹ کر دہ سومناتھ کے مندر کے سامنے آپہونچا۔ یہ مندر سمندر کے کنارے قلعہ کی طرح بنا تھا۔ مسلمانوں کی چڑھائی کا حال سنکر بہت سے جنگ آزما ہندو اس متبرک مندر کی حفاظت کرنے کو آکر موجود ہوگئے۔ اس مُلک کا راجہ بھی اپنی سپاہ کے ساتھ وہاں تھا۔ تین دن برابر معرکہ گرم رہا۔ آخرکار ہندوؤں نے شکست کھائی اور جہاز پر سوار ہوکر سمندر کی راہ سے فرار ہوگئے۔ اسکے بعد مسلمانوں نے لُوٹ شروع کردی۔ اس مندر کی دولت حد سے زیادہ تھی ایک مسلمان مصنف (ابن الاثیر کامل) نے لکھا ہے "سومناتھ کا مندر چھپن کھمبوں پر کھڑا تھا۔ یہہ کھمبے ساگوں لکڑی کے بنے ہوئے تھے اور انکے اوپر شیشہ چڑھا ہوا تھا۔ مورتی ایک تاریک کوٹھری کے اندر رکھی ہوئی تھی۔ اُس بُت کی اونچائی پانچ ہاتھ اور گھیر تین ہاتھ تھا۔ اور مٹی کے اندر بھی دو ہاتھ گڑی ہوئی تھی۔ یہ ہاتھ کی بنی ہوئی نہ تھی۔ مندر کا خاص کمرہ تھا تو تاریک لیکن

بیش قیمت جواہرات کی روشنی سے اس میں دن کا سا اُجالا رہتا تھا۔ بُت کے
قریب ہی ایک دو سو من کی سونے کی زنجیر تھی جس میں بڑے بڑے سونے کے
گھنٹے لٹکتے تھے۔ خزانہ نزدیک ہی تھا۔ اس میں بیشمار سونے اور چاندی کے
بُت اور برتن رکھے تھے۔ اسکے چاروں طرف جواہرات سے جڑا ہوا ایک جال
لٹکتا تھا۔ جو کچھ اوس مندر میں تھا اوسکی قیمت کم سے کم دو کروڑ اشرفیوں کے قریب
تھی۔ یہ سب محمود وطن لیگیا۔ بعد ازاں وہ پھر ایک مرتبہ ہندوستان میں آیا تھا
سن ۱۰۳۰ء میں اس نے وفات پائی۔ گو کہ اُس نے شمالی ہندوستان کو بالکل روند
ڈالا تھا لیکن سوائے پنجاب کے اور کوئی ملک وہ اپنے قبضہ میں نہ رکھ سکا۔ اوسکی
اولاد غزنی میں عیش و عشرت کے ساتھ حکومت کرنے لگی اور پنجاب پر حاکم ہونے کے
واسطے ایک شخص کو بھیجا۔

محمود غزنی کی چال چلن عنقریب سب تواریخ نگاروں نے محمود کے
شیوؤں کی بہت تعریف کی ہے۔ اوسکو گیبن نام مشہور انگریزی مؤرخ نے دنیا کے
بڑے بڑے نامی بادشاہوں میں سے ایک کہا ہے اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ
اوس کے برابر بہادر ظفر مند روئے زمین پر بہت ہی کم ہوئے ہیں۔ اور وہ
بہت منکر مزاج۔ دیانتدار۔ اور مذہبی بادشاہ تھا۔ علم پرور بادشاہ بھی مثل اوسکے
کم ہی ہوئے ہیں۔ اوس کے دربار میں اوس زمانے کے بڑے بڑے نامی
شاعر۔ مؤرخ۔ مصنف موجود رہتے تھے۔ محمود سب کی قدر کرتا تھا۔ ان عالموں میں
البسرونی۔ فلسفی۔ الفاریابی۔ العتبی مؤرخ اور شاعروں میں شاہنامے کا مصنف فردوسی

عنصری۔ فرخی بہت مشہور رہیں۔ اوس کے افعال بھی بہت پسندیدہ تھے اور رعایا سے بہت محبت رکھتا تھا۔ وہ عادل خسرو تھا۔ بداطواری کے سبب اوس نے اپنے ہاتھ سے ایک عزیز دوست کو مار ڈالا۔ اوس کے وسیع قلمرو میں بہت امنیت تھی۔ تاجر خراسان سے لاہور رہنے کیلئے پہنچ جاتے تھے۔ اپنے اہلکار کی کارروائیوں پر کامل نظر رکھتا تھا۔ ہندوستان سے لوٹ مار کر جو دولت وہ لیگیا تھا اوس کی مدد سے غزنی کو خوب ہی آراستہ کیا تھا۔

البرونی ۔ سنسکرت زبان کے ایک معتبر عالم مشہور منجم اور نامی ریاضی داں البرونی محمود کے درباریوں میں تھے۔ وہ خیوا کے رہنے والے تھے۔ محمود نے جب خیوا فتح کیا تو یہ قید ہو گئے تھے۔ ہندوستان میں سلطان کے ساتھ کئی دفعہ آئے اور سنسکرت زبان کو پورے طور پر حاصل کیا۔ خوب غور کر کے اس ملک کی حالت کو دیکھا اور اس بیان میں ایک ضخیم کتاب لکھی۔ اس رسالے کو پڑھنے سے اس ملک کے باشندوں کے رسم ورواج۔ مذہب۔ جماعت کا کامل حال معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کتاب سے یہ امر دریافت ہوتا ہے کہ اوس وقت کے فتحمند حملہ آور مفتوح ہندوؤں کی اصلی کیفیت معلوم کرنے کے لئے کیسے مستعد تھے۔

حملوں کے نتیجے ۔ لڑائی کا نتیجہ اچھا شاذ و نادر ہوتا ہے۔ پس محمود کے متواتر حملوں کا نتیجہ بھی اس ملک کے لئے کبھی اچھا نہیں ہوا۔ تیس برس تک بلا فاصلہ یہ معرکہ آرائی جاری رہی۔ تمام ملک میں تلاطم پڑ گیا۔ مال و زر بہت لوگو نکے لٹ گئے۔ اور وہ ملک سے باہر چلے گئے۔ بہت لوگ مسلمان ہو گئے۔ بہت

کاریگر جلا وطن ہوئے۔ عمدہ عمدہ متعدد عمارتیں پست کر دی گئیں اس باعث سے ملک مفلس ہو گیا۔ پھر اپنی جان بچانے کو بہت سے راجپوت راجپوتانے میں اور اور ملکوں میں چلے گئے۔ پس ہندوستان میں مرد میدان جنگ کم رہ گئے۔ بالآخر اس کا کہنا ضروری ہے کہ پے در پے حملوں کے سبب سے اس ملک کے سب راجاؤں کی بنیاد سست ہو گئی۔ ان وجہوں سے یہ کیفیت ہوئی کہ جب سلطان غوری اس ملک پر قابض ہوئے تو بہت آسائش کی صورت نکلی۔

خلاصہ

محمود تخت نشین ہوا	سنہ ۹۹۷ء
اوسنے جیپال کو شکست دی	سنہ ۱۰۰۱ء
پھر آنند پال کو شکست دی۔	سنہ ۱۰۰۸ء
محمود نے قنوج لیا۔	سنہ ۱۰۱۹ء
سومناتھ کا مندر لوٹا۔	سنہ ۱۰۲۴ء
محمود کی وفات۔	سنہ ۱۰۳۰ء

(۴) سلطنت دہلی کا ماجرا

مسلمانوں کی فتحمندی۔ محمود غزنوی جہاد کے بہانے ہندوستان میں لوٹ مار کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ سلطنت قایم کرنے کے لئے نہیں۔ لیکن اب
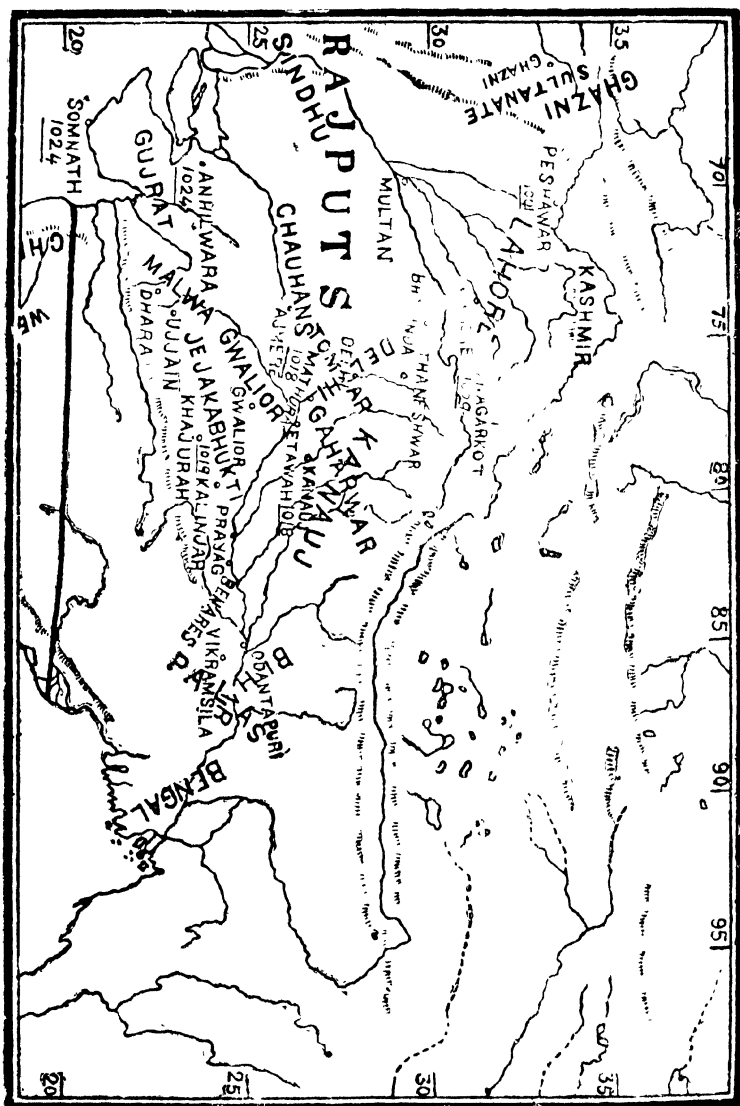
ایک اور مرد شجاع کا قدم یہاں آیا اور اوس کا مطلب کچھ اور ہی تھا۔ اس دلاور بادشاہ کو یہ مدنظر تھا کہ اس ملک کو زیر نگیں کر کے اسلامی سلطنت جلوہ افروز کر دے۔

غزنوی اور غوری خاندانوں میں باہم اتفاق نہ تھا بلکہ آپس میں بہت عداوت تھی۔ چنانچہ غزنی کے سلطان بہرام شاہ نے حاسدانہ جوش میں خاندان غور کے ایک سردار کو مار ڈالا تو انتقام لینے کو غوریوں نے سردار علاء الدین غوری کے زیر حکم غزنی پر حملہ کیا (۱۱۵۰ء) اور اوس خوش قطع شہر کو جلا دیا۔ سلطانوں کے مقبرے منہدم کر دیئے گئے۔ اور لوگوں کی جان و مال حد سے زیادہ تلف ہونے کی نوبت آئی۔ ۱۱۶۰ء میں خاندان غزنی کا بادشاہ لاہور میں آکر مقیم ہوا۔ معزالدین محمد بن سام عرف محمد غوری اسی علاء الدین کا بھائی تھا۔ اپنے بھائی کی رحلت کے بعد محمد غوری غزنی اور غور کا بادشاہ ہو گیا۔

غوری کے حملے ۔ محمد غوری محمود غزنوی کی طرح کورا متعصب نہ تھا۔ لیکن وہ اصول ملکداری سے خوب واقف تھا۔ اوس نے فاتحانہ لیاقت سے ہندوؤں کی ناکامیابی کی وجہ خوب سمجھ لی تھی۔ اس سمجھنے سے وہ فائدہ حاصل کیا چاہتا تھا یعنے اس ملک پر قبضہ کر کے اسلامی سلطنت کا جلوہ دکھایا چاہتا تھا۔ غیبی مدد اسکی حمایت کرتی تھی۔ ۱۱۸۶ء تک اوس نے تمام سندھ کو زیر فرمان کر لیا اور ملتان۔ پشاور۔ فتح کر کے لاہور کے غزنوی بادشاہ کو بھی قید کر لیا۔ اسکے بعد اجمیر اور دلی کے راجہ پرتھی راج سے سرہند کا پرگنہ چھین لیا۔

ترائیں کی لڑائیاں ۔ راجپوت آبرو کو جان سے بڑھکر سمجھتے ہیں۔
اسی وجہ سے بدلا لینے کے لئے پرتھی راج نے غوری سے اکیلے لڑنے کا مصمم
ارادہ کرلیا۔ قنوج کا راجہ جے چندر چیدی کا راجہ اور چندیل کا راجہ یہ سب اُس سے
حسد رکھتے تھے اوُنھوں نے اوس کی مدد ذرا بھی نہ کی۔ تاہم پرتھی راج نے کرنال کے
نزدیک ترائیں کے میدان میں سلطان غوری کا مقابلہ کیا۔ آغاز جنگ میں ہندوؤں نے
داد شجاعت خوب دی۔ یہانتک کہ مسلمانوں کا لشکر پریشان ہوگیا۔ جب محمدؐ غوری
زخمی ہوکر گھوڑے سے گر پڑا تو مسلمان بدحواس ہوکر بھاگنے لگے ہندوؤں نے
بتیس ۳۲ کوس تک اون کا تعاقب کیا اور بہت سے فراریوں کا کام تمام کردیا۔ یہ
جنگ ۱۱۹۱ء میں ہوئی تھی۔

تیسرے سال ۱۱۹۳ء میں غوری بادشاہ ایک لاکھ بیس ہزار سواروں کے
رسالے کے ساتھ اوسی مقام پر پھر پرتھی راج سے سرگرم پیکار ہوا۔ لڑائی شروع
ہوتے ہی مسلمانوں نے بھاگنے کا غلط انداز ظاہر کردیا اور پسپا ہونے لگے۔
ہندوؤں کی ہمت بڑھی اور فوراً اون کا پیچھا کیا۔ یکایک مسلمان ہندوؤں کے
مقابل ہوئے اور بڑے زور کے ساتھ اون کا سامنا کیا۔ انکے دراز قدمی کو
وہ روک نہ سکے اور ہندو لوگ شکست نصیب ہوگئے۔ پرتھی راج گرفتار ہوگئے
اور قتل کئے گئے۔ اجمیر۔ ہانسی۔ دلی اور بڑے بڑے شہر برباد کئے گئے۔ مندروں
کی جگہہ مسجدیں بنگئیں۔

اس طور پر چوہان ریاست کو برباد کرکے سلطان محمدؐ غوری اپنے عنان عزیمت

جے چندر کی طرف پھیری - اٹاوہ کے قریب مقام کوئل میں راجہ شکست کھا گیا -
(۱۱۹۴ء) - آخر کار دریائے گنگ میں راجہ جے چندر غرق ہوکر ساحل مرگ تک
پہونچ گیا - اسکے بعد سلطان نے قنوج اور بنارس میں دست غارتگری خوب ہی
بڑھایا - ۱۱۹۵ء میں گوالیار تسخیر کیا گیا - (۱۲۰۳ء) میں چندیل کے راجہ پرمردی
نے ہزیمت اوٹھائی اور اس سے کالنجر کا قلعہ لے لیا گیا - جسوقت پورب میں بنارس
تک اور دکھن میں گجرات اور وسط ہند تک سلطان کے اختیار میں آگیا تب
اوس نے اس وسیع ملک کے کئی صوبے قرار دیئے اور اپنے معتمد سپہ سالاروں کو
ایک ایک صوبے کا حاکم کردیا - یہ لوگ اپنے پاس مسلمانوں کی فوج کسیقدر مرتب
کرلیتے تھے اور بیکس رعایا پر غارتگری کا ستم کرتے تھے -

بہار و بنگالے کا فتح ہونا - اوسی وقت محمد بن بختیار ایک سپہ سالار کو
قنوج کے نزدیک پٹیالی میں ایک جاگیر ملی تھی - ابن بختیار نے وہیں سے بہار پر
چڑھائی کردی اور پال خاندان کے آخری راجہ کو مغلوب کرکے ریاست بہار
چھین لی (۱۱۹۹ء) اس زمانے میں ریاست بہار بودھ مذہب کا خاص مقام تھا -
بہت سے بودھ بھکشو تہ تیغ ہوئے اور انکی دینی کتابیں برباد کردی گئیں - محمد ابن
بختیار نے اسکے بعد فوراً بنگالے پر حملہ کیا - پال خاندان کے زمانے ہی سے بہت
دنوں تک لڑائی بھڑائی ہونے کا اتفاق نہ ہوا - اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ لڑائی کے
قابل نہ رہے - اگرچہ دار الریاست گوڑ اور مغربی بنگالہ یہ سب مسلمانوں کے ہاتھ میں
تھا لیکن مشرقی بنگالے میں خاندان سین کے راجے ایک سو بیس [۱۲۰] برس تک صاحب

اختیار رہے۔

محمدؐ غوری گوشہ شمال و مغرب میں بلوائیوں کی سرکوبی کے لئے گیا تھا۔ وہ وہیں سنہ ۱۲۰۶ء میں قتل کیا گیا۔ اِن تدبیروں سے سلطان محمدؐ غوری نے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد قایم کی اور مُلک عدم کی طرف راہگیر ہوا۔ محمدؐ نے عدم کی طرف کوچ کیا مگر اوس کی حسرت دلی مرنے کے بعد بھی پوری ہوئی کیونکہ وہ اپنے بعد ایسا زبردست شخص چھوڑ گیا جس نے اوس کی خواہشیں پوری کیں اور اِس خاص کام کو خوب ہی انجام دیا۔ اگرچہ محمدؐ غوری زندگی بھر غور و غزنی کا فرمانروا رہا۔ لیکن اوس کے جانشین غلام خاندان کے سلاطین پکے ہندوستانی راجہ بن بیٹھے۔

خلاصہ

سنہ ۱۱۷۵ء سے سنہ ۱۱۸۶ء تک۔	محمدؐ غوری نے سندھ سے لاہور تک فتح کیا۔
سنہ ۱۱۹۱ء۔	ترائین کی پہلی لڑائی۔
سنہ ۱۱۹۳ء۔	ترائین کی دوسری لڑائی۔
سنہ ۱۱۹۴ء سے سنہ ۱۲۰۳ء تک۔	غوری نے دلّی۔ قنوج۔ بنارس۔ گوالیار وغیرہ فتح کیا۔
سنہ ۱۱۹۹ء سنہ ۱۲۰۰ء تک۔	محمد ابن بختیار نے بہار۔ اور بنگالہ مفتوح کیا۔
سنہ ۱۲۰۶ء۔	محمدؐ غوری نے انتقال کیا۔

(۵) سلطنت دہلی۔ غلام خاندان

(سنہ ۱۲۰۶ء سے سنہ ۱۲۹۰ء)

قطب الدین ۔ (۱۲۰۶ – ۱۰) محمدؐ غوری کے مرنے کے بعد اس کا ترکی غلام قطب الدین خود مختار بن گیا ۔ اور دلّی میں حکومت کرنے لگا (سنہ ۱۲۰۶ء قطب ہی ہندوستان کا پہلا مسلمان بادشاہ تھا ۔ وہ پہلے غوری کا غلام تھا ۔ اُس کا داماد التمش اور ناصرالدین کا داماد بلبن بھی پہلے غلام ہی تھے اس لئے اس خاندان کا نام غلام خاندان پڑا ۔ اس خاندان کے سلطان ترکی تھے ۔ پہلے پہل قطب ایک معمولی غلام مزدور تھا لیکن آہستہ آہستہ ترقی کرکے وہ سپہ سالار کے رتبہ تک پہونچ گیا وہ اپنے آقا کو داہنے ہاتھ کے برابر مدد دیتا تھا ۔ سنہ ۱۱۹۳ء میں اس نے دلّی فتح کی ۔ بعد ازاں بنارس تک فتح کیا ۔ سنہ ۱۲۰۳ء تک اس نے کالنجر گوالیار ۔ اور گجرات کی ریاست میں پاٹن وغیرہ مقاموں کو فتح کیا ۔ سلطان جب ہندوستان سے گھر چلے جاتے تھے تب قطب ہی یہاں سلطنت کا کُل کاروبار انجام دیتا تھا ۔ سلطان محمدؐ غوری لاولد تھے پس ان کے مرنے کے بعد انکے ترکی غلام ایک ایک صوبہ دبا بیٹھے ۔ اوسی وقت قطب دلّی کا خود مختار سلطان بنگیا ۔ قطب نے اکیلے سارے ہندوستان کو نہیں جیتا تھا ۔ غوری کے اور اور سپہ سالاروں نے دوسرے دوسرے ملکوں کو جیتا تھا ۔ ان میں سے سندھ کے ناصرالدین کباچہ ۔ لاہور کے تاج الدین یلدوز ۔ بنگالہ

اور بہار کے خلجی اور التمش مشہور تھے۔ غوری کی رحلت کے بعد یہ لوگ بھی مذکورۂ ملکون کے با اختیار سلطان بنگئے۔ قطب نے ان سپہ سالاروں کیساتھ بیاہ شادی کرکے انکو اپنے تابع کیا۔ اس ترکیب سے اس ملک کے جیتنے والے مسلمانوں میں میل اور محبت قایم ہوگئی اور آپس کے جھگڑوں کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ الغرض سلطنت دہلی غیر منقسم ہوگئی۔ قطب الدین جیسا بہادر تھا ویسا ہی سخی بھی تھا۔ اسلئے اس کا نام لک بخش پڑا۔ وہ عالم اور زاہد بھی تھا وہ گھوڑے پر سے گرکر مرگیا۔ (سنہ ۱۲۱۰ء)

التمش (سنہ ۱۲۱۱ء سے سنہ ۱۲۳۶ء) قطب کے مرنے کے بعد اوس کا داماد التمش قطب کے ناقابل لڑکے کو ہٹاکر خود تخت نشین ہوگیا۔ وہ بھی پہلے قطب کا غلام تھا اور رفتہ رفتہ اوس کا خاص الخاص مددگار اور داماد بنگیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اوس نے ناصر الدین کباچہ کو مغلوب کیا اور یلدوز کو قید کیا۔ اس طریقہ سے قطب الدین سندھ اور پنجاب پر حاکم ہوگیا اونہیں دنوں میں چنگیز خان نے اپنے ساتھ وسطی ایشیا میں منگولیا ملک کے رہنے والے جنگلی مغلوں کو لیکر ٹڈی کی طرح تمام ایشیا و یورپ میں ہل چل مچا رکھی تھی امیر خسرو نامی ایک شاعر نے ان جنگلی مغلوں کی شکل و شباہت یوں بیان کی ہے۔ "انکی آنکھیں اتنی تنگ اور تیز ہوتی ہیں کہ آسانی کے ساتھ وہ ایک پیتل کے برتن کے اس پار دیکھہ سکتے ہیں۔ اون کے رنگ سے ان کے بدن کی بدبو اور بھی خوفناک ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اون کے کندھا نہیں ہے۔
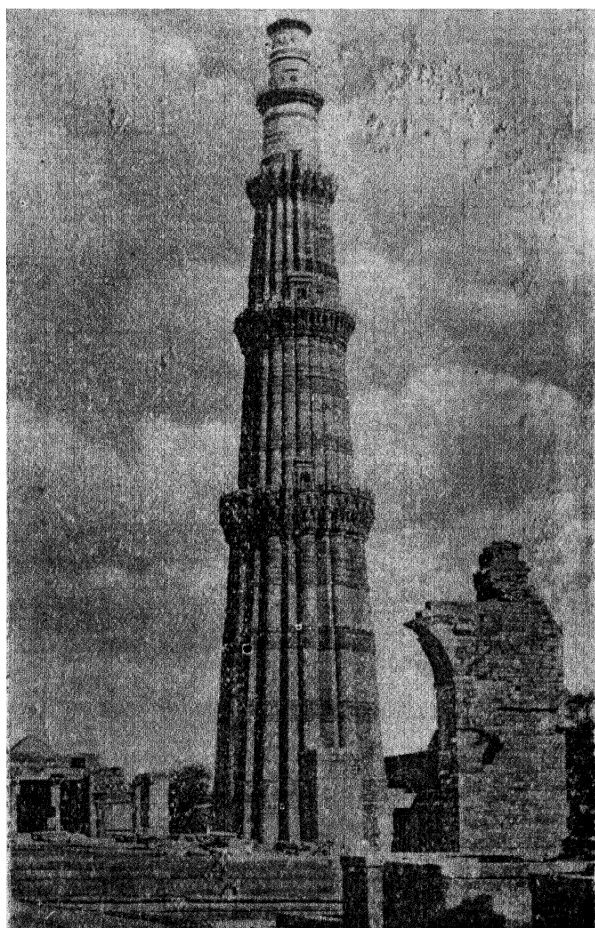
(*Chap. 5.*)

Qutb Minar, Delhi.

اور اونکی ناک ایک گال سے دوسرے گال تک پھیلی ہوئی ہے۔ اونکی مونچھیں بھاری بھاری ہوتی ہیں۔ لیکن داڑھی بالکل نہیں ہوتی۔ ان کے سینہ پر من بھر میل جمع رہتی ہے۔ جسپر سیکڑوں جوئیں رینگتی ہیں۔ اون کا چمڑا ایسا ہوتا ہے کہ اوس سے آسانی کے ساتھ جوتا بن سکتا ہے۔ وہ بڑی خوشی کے ساتھ کتے اور سوور کا گوشت کھاتے ہیں؟ اس مقام پر یہ کہنا ضروری ہے کہ اُن لوگوں سے اور مغل بادشاہوں سے کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ وہ لوگ ترک تھے۔ خوارزم (ترکستان اور ایران) کے بادشاہ جلال الدین کا تعاقب کرتا ہوا چنگیز افغانستان سے ہوکر ہندوستان کے مغربی سرحد تک پہونچ گیا۔ مجبور ہوکر جلال الدین نے التمش سے مدد مانگی مگر چنگیز کو ناخوش کرنے کے خوف سے سلطان نے مدد نہ دی چنگیز جلال الدین کو زیر کرکے دریائے سندھ کے کنارے سے پچھم کیطرف روانہ ہوا۔

بختیار کے لڑکے غیاث الدین نے بنگال کا با اختیار سلطان بننے کی کوشش کی مگر التمش نے اوسکو ہرا دیا تب راجپوتانہ پر چڑھائی کی اور رنتھمبور۔ مانڈو۔ گوالیار کے قلعے لے لیئے۔ مگر چتور سے شکست کھاکر اوسکو لوٹنا پڑا (۱۲۲۶ء) اوس نے اپنے آقا کے نام سے دلّی کا قطب مینار بنوایا۔ اس سے خوش ہوکر بغداد کے خلیفہ نے اوسے سراپا کا خلعت اور بلند درجے کا خطاب بھی دیا تھا۔ سنہ ۱۲۳۶ء میں اُس سلطان نے انتقال کیا اور اسکی بیٹی سلطانہ رضیہ تخت نشین ہوئی۔

رضیہ بیگم سنہ ۱۲۳۶ء تا سنہ ۱۲۴۰ء۔ وہ بڑی ہوشیار تھی اور کار سلطنت کو نہایت

خوش اسلوبی سے انجام دیتی تھی مگر اسکے عورت ہونیکی وجہ سے سردار لوگ اس سے خوش نہ تھے اوس نے اپنی سلطنت کی حفاظت کے لئے ایک سردار سے شادی کر لی مگر اس کی کل کوشش فضول ہوئیں باغی سرداروں نے ۱۲۴۰ء میں اوسے مار ہی ڈالا۔ رضیہ کے بعد اسکے دو بھائیوں نے ۶ سال تک حکومت کی اسی عرصہ میں مغل ہندوستان پر بار بار چڑھائی کرنے لگے۔

ناصرالدین (۱۲۴۶ء - ۶۶) التمش کا تیسرا بیٹا ناصرالدین ۱۲۴۶ء میں تخت نشین ہوا۔ وہ بڑا ذی علم مطمئن مزاج اور سیدھا سادہ آدمی تھا۔ سلطنت کا کل انتظام اوس کا خاص وزیر بلبن کرتا تھا۔ مغلوں کو بلبن نے کئی بار پسپا کر دیا۔ غلام خاندان کے سلطانوں میں ناصرالدین خوش اخلاقی کے لئے اور بلبن چالاکی اور ہوشیاری کے لئے مشہور ہیں "طبقات ناصری" نام کی مشہور تواریخ اسی وقت لکھی گئی۔ اسکے مصنف منہاج السراج تھے۔

بلبن (۱۲۶۶ء - ۸۶ء) سلطان ناصرالدین کی وفات کے بعد ۱۲۶۶ء میں بلبن اورنگ نشین ہوا اور بڑی لیاقت سے حکومت کرنے لگا۔ مغل قوم نے اسکو بہت چھیڑا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور بار بار ہٹایا۔ مغلوں کے حملوں سے مغربی صوبہ کو بچانے کے لئے اوس نے بڑی بڑی تدبیریں کیں۔ کل مغربی صوبہ کا الگ الگ صوبہ بنا دیا اور قلعہ وغیرہ بنا کر اوسے مضبوط کیا۔ اور اسکی حفاظت کے واسطے ایک دورہ کرنے والا بڑا لشکر مجتمع کیا اون دنوں سے شمال۔ مغرب کے کونے کی خوبی بہت بڑھگئی۔ پہلے مغلوں کے خلاف

پھر وہاں رہنے والے (Frontier Tribes) فرقوں کے خلاف سلطانوں کو اور مغل بادشاہوں کو ہمیشہ لڑائی جھگڑے میں لگے رہنا پڑتا تھا۔ شاہزادے یہیں پر پہلے پہل فن جنگ حاصل کرتے تھے۔ (انگریزی سرکار کی سرحدی حکمت سے مقابلہ کرو)

اِن دنوں جب مغلوں نے وسط و مغربی ایشیا میں بہت بدنظمی کر رکھی تھی اسوقت امنیت کے واسطے اچھے اچھے مسلمان بادشاہ۔ شاعر۔ درویش اِس مُلک میں نمودار ہوئے۔ بلبن نے اِن لوگوں سے رحمانہ سلوک کیا اور دربار میں جگہہ دی۔ اِس بات سے اوس کے دربار کی رونق بڑھ گئی اور اسلامی دنیا میں ہندوستان کی امنیت بھی زیادہ ہوگئی۔ وہ اہل علم کا بڑا قدرداں تھا۔ مشہور شاعر امیر خسرو اوس کا درباری شاعر تھا۔ بلبن کے مرنے پر (سنہ ۱۲۸۷ء) اِس کا نالایق پوتا کیقباد تخت نشین ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کیقباد مار ڈالا گیا اور جلال الدین خلجی ایک سپہ سالار سلطان بنگیا۔ (سنہ ۱۲۹۰ء)

خلاصہ

سنہ ۱۲۰۶ء - سنہ ۱۲۹۰ء - غلام خاندان کے سلطان
سنہ ۱۲۰۶ء - سنہ ۱۲۱۰ء قطب الدین
سنہ ۱۲۱۰ء - سنہ ۱۲۳۶ء التمش

سنہ ۱۲۳۶ء	سنہ ۱۲۴۰ء	رضیہ بیگم
سنہ ۱۲۴۶ء	سنہ ۱۲۶۶ء	ناصر الدین
سنہ ۱۲۶۶ء	سنہ ۱۲۸۷ء	بلبن
سنہ ۱۲۸۷ء	سنہ ۱۲۹۰ء	کیقباد

(۶) خلجی خاندان (سنہ ۱۲۹۰ء - سنہ ۱۳۲۰ء)

جلال الدین - (سنہ ۱۲۹۰ء - سنہ ۱۲۹۵ء) غلام خاندان کی طرح خلجی خاندان کے سلطان بھی ترکی تھے مگر وہ افغانستان کے رہنے والے تھے - غلام خاندان کے آخری سلطان کو نالایق دیکھکر سپہ سالار جلال الدین نے اسکو تخت اوتار دیا اور ستر سال کی عمر میں خود سلطان بن بیٹھا - پیرانہ سالی کے ساتھ اسکا مزاج بھی نرم ہوگیا تھا - اب وہ کسی کو جان سے نہیں مارنا چاہتا تھا - سزا دینے کے بدلے رحم ظاہر کرتا تھا - باغیوں کو اکثر معاف کر دیتا تھا - اور شام کے وقت دینی عالموں کے ساتھ مذہبی گفتگو کیا کرتا تھا - اسی وقت مغلوں نے پنجاب پر پھر حملہ کیا مگر شکست اوٹھاکر صلح کر لی - اس کے بعد بہت مغل دلّی کے گرد نواح میں بود و باش کرنے لگے - جہاں یہ بسگئے اوس کا نام بعد کچھ عرصہ کے مغل پورہ ہوگیا -

مسلمانوں کو شمالی ہندوستان میں آئے ہوئے تین سو برس ہوگئے تھے یہاں اون کا دبدبہ اچھے درجے پر تھا - اب اون کی نظر دکھن کی طرف تھا

کاربند ہوئی - سنہ ۱۲۹۴ء میں سلطان کے بھتیجے اور داماد علاء الدین نے کوہ بندھیاچل طے کرکے یکایک دیوگری کے جادو خاندان کے راجہ رام چندر دیو کو زیر کرلیا۔ اوس نے بہت مال وزر دیکر اوس حملہ آور کو رخصت کیا - دکھن میں ایلچپورہ کا پرگنہ اوسی وقت سے دلّی کی سلطنت میں شامل کرلیا گیا - جلال الدین بادشاہ کبیر السّن جب فتحمند بھتیجے سے ملنے کو آیا تو علاء الدین نے اوسکو مار ڈالا اور خود سلطان بنگیا - (سنہ ۱۲۹۵ء)

علاء الدین - (سنہ ۱۲۹۵ء - سنہ ۱۳۱۶ء) جو مال و دولت دکھن سے لایا تھا اوسکی مدد سے جلالی امیر - لشکر و باشندگان دہلی کو اپنے قبضہ میں کرلیا - پھر انھیں لوگوں کی اعانت سے اس نے جلال الدین کے بیٹوں کو قتل کرڈالا۔

گجرات اور مالوہ کا فتح ہونا - اس طرح علاء الدین نے دارالسلطنت پر اپنی حکومت خوب جماکر گجرات پر فوج کشی کی - راجہ کرن درم بگھیلا بھاگ کر دیوگری میں بسگیا - اوس کی رانی کملا دیبی پکڑلی گئی اور سلطان نے اس سے شادی کرلی - مسلمانوں نے اچھے اچھے مندر توڑ ڈالے - اور سومناتھ کے مندر پر پھر چڑھائی کی اسی موقع پر مالوہ بھی مفتوح ہوگیا - اور پرہار خاندان کے آخیر راجہ بھوج دویم کو مذہب اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا (سنہ ۱۲۹۷ء) اس کے بعد اوس نے راجپوتانہ کیطرف عنانِ عزیمت پھیری - سنہ ۱۳۰۱ء میں رانا ہمیر دیو مغلوب ہوگیا اور اس طرح ریاست رنتھنبور سلطان کو ملگیا۔

چتور پر حملہ - مہارانی پدمنی - سُننے میں آتا ہے کہ چتور کی مہارانی کی خوبصورتی

کا شہرہ سُنکر اس پر قابض ہونے کی غرض سے علاء الدین نے چتور پر چڑھائی کی
اول مرتبہ چڑھائی کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہٹا دیا گیا اور قلعہ نہ لے سکا۔ اس لئے
اس نے کہلا بھیجا کہ آئینہ میں رانی کا عکس دیکھکر مراجعت کر جاؤں گا۔ چتور کے
راجہ بھیم سنگھ نے اس کا کہنا مانا۔ لیکن عکس دیکھکر سلطان گو یا دیوانہ ہوگیا۔
بھیم سنگھ جب اس سے ملنے کے لئے خیمہ میں آیا تو وہ قید کر لیا گیا اور سلطان نے
کہا کہ رانی کے نہ ملنے تک ہم راجہ کو نہ چھوڑیں گے۔ "سہیلیوں کے ساتھ رانی
آرہی ہے" یہ خبر اڑا کر کئی سو راجپوت سپاہی پالکیوں میں سوار ہوکر سلطان کے
خیمہ کے اندر آپہونچے۔ پہونچتے ہی "ہر ہر شنکر" پکارتے ہوئے پالکی میں سے
سپاہی کود پڑے اور بھیم سنگھ کو انھوں نے چھڑا لیا۔ علاء الدین نے پھر قلعہ پر
چڑھائی کی اور فتح کر لیا۔ بہت سے راجپوت بہادروں کے مرنے پر مہارانی
پدمنی دوسری راجپوت عورتوں کے ساتھ آگ میں جل مریں۔ تھوڑے ہی
دنوں کے بعد راجپوت بہادر ہمیر نے چتور کو مسلمانوں سے پھر چھین لیا۔ بعد اسکے
سلطان نے شمالی ہند کے دوسرے صوبوں کو مثلاً بنگالہ۔ سندھ۔ پنجاب۔ اپنے
قبضہ میں کر لیا۔

دکھن کا فتح ہونا۔ گجرات فتح کرتے وقت سلطان کے ایک سپہ سالار نے
کافور نامی ایک غلام سلطان کو نذر دیا تھا۔ وہ لڑائی کے کام میں بہت ہوشیار تھا
پس بہت جلد وہ سلطان کا عزیز و مددگار بنگیا۔ اور اب خاص سپہ سالار بنا یا گیا تھا۔
چنانچہ وہ ایک بڑی بھاری فوج لیکر سنہ ۱۳۰۶ء میں دکھن فتح کرنے چلا۔ سمدر گپت

کے بعد علاء الدین کے سوائے کسی شمالی سپاہ نے دکن جیتنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ گجرات کے بگھیل راجہ کو پناہ دینے کے لئے کافور نے دیوگری کے راجہ رام دیو کو ہرا دیا۔ اور اوسے قید کرکے دلّی لے آیا۔ خراج ادا کرنے کے وعدے پر راجہ چھوڑ دیا گیا۔ تین سال کے بعد کافور نے پھر دکھن پر چڑھائی کرکے۔ یادو ہوئسلا چولا اور ملکوں کو فتح کیا۔ وہ اس مرتبہ رامیشورم تک پہونچ گیا تھا۔ سُننے میں آتا ہے کہ بوقت واپسی وہ ایک ہزار اونٹوں پر لاد کر لوٹ کا مال اپنے ساتھ لے آیا اسطرح علاء الدین نے ہند کے آر پار مسلمانی سلطنت کی شان جما دی۔

مُلکی انتظام ۔ اسی اثنا میں ترکی۔ پٹھان۔ مغل اور دوسری۔ طرح طرح کی جنگجو قومیں اس ملک میں آکر آباد ہونے لگیں۔ سلطان اونکو اپنی فوج میں بھرتی کرلیتا تھا۔ پھر بھی ان سب مفسد قوموں کو دبانا آسان کام نہ تھا۔ اسلئے سلطان اونکی سخت نگرانی رکھتا تھا۔ چڑھائی کرنے والے مغل لوگ بار بار ہار جانے پر مسلمان بنکر اسی ملک میں رہنے لگے۔ دلّی کے رہنے والے ۲۵۰۰۰ مغلونکو ایک سازش کے جرم میں سلطان نے جان سے مار ڈالا۔ پھر بلبن کے قاعدے کے مطابق سلطان نے سلطنت کے مغربی حصّے کا ایک جداگانہ صوبہ بنا دیا۔ اور اوسے غیاث الدین تغلق کے ماتحت کر دیا۔ پُرانے قلعوں کی مرمت ہولی اور نئے قلعے بھی تعمیر ہوئے۔ سرحدی صوبے میں ایک زبردست لشکر تعینات ہوا ان تدبیروں سے سلطان نے مغلوں کی شورشوں سے ملک کو مخلصی دی۔

علاءالدین کا انتظام سخت تھا۔ ہر طرف کے لوگ بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ سلطان کو
یہ خیال پیدا ہوا کہ دوآب کے ہندو اور اس طرف کے امیر اس خرابی کے اصل
باعث ہیں پس اون کے زیر کرنے کے لئے بہت سے کاروبار مقرر کئے "زمینداروں
اور کسانوں سے کُل زمین چھین لی گئی۔ مسجد مقبرہ کی بھی یہی حالت ہوئی۔ اس کا نتیجہ
یہ ہوا کہ لوگ آرام و آسایش چھوڑ کر پیٹ پالنے کے لئے کام کاج کرنے لگے اور
بلوہ کرنا بھول گئے۔ جاسوس امیر لوگوں کی چال چلن پر نظر ڈالنے لگے۔ جو کسی جگہ
جو کچھ کہے سلطان کو خبر لگ جاتی تھی۔ وہ اوسی کے مطابق کام کرتا تھا۔ دلّی میں
شراب کی دوکانیں کُل بند کرادی گئیں۔ ہندو اپنے گھر میں محض کھانے پینے کی
چیزیں رکھ سکتے تھے۔ سونا چاندی یا گائے بھینس نہیں رکھ سکتے تھے اور سلطان کے
حکم سے آٹا چاول اور اشیائے خوردنی کی قیمت کم کردی گئی تھی۔ علاءالدین
اپنی مرضی سے کام کرتا تھا۔ لیکن دوسروں کو کسی پر ظلم نہیں کرنے دیتا تھا۔ اس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی نئی عمارتیں تعمیر ہوئیں اور ملک خوش و خرّم نظر آنے لگا"
(برنی کی تصنیف تاریخ فیروزشاہی) اس نے پہلے پہل امیروں کی رکھی ہوئی فوج
کی ٹھیک دیکھ بھال کرنے کا اور رسالوں کے گھوڑوں کو "داغ" دینے کا
قاعدہ جاری کیا۔ علاءالدین کار سلطنت کی بہت باتوں میں شیرشاہ اور اکبر کا
رہنما تھا۔ اسی نے پہلے پہل مذہب کو کاروبار سلطنت سے بالکل الگ کر دیا
اور اوسکو جداگانہ جگہہ دی۔ اشوک کی طرح اس نے بھی اپنی رعا کے درمیان
ایک عام مذہب قایم کرنے کا خیال کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ سلاطین دہلی کے

درمیان علاء الدین کا پایہ بہت برتر تھا۔

خلجی خاندان کا خاتمہ۔ سنہ ۱۳۱۶ء میں علاء الدین کے مرنے کے بعد دلّی میں ہر طرح کی بدانتظامی پھیل گئی۔ فتنہ انگیز کافور کو قتل کرکے علاء الدین کا ایک بیٹا قطب الدین مبارک شاہ تخت نشین ہوا (سنہ ۱۳۱۶ء) سے سنہ ۱۳۲۰ء تک۔ اسی نے دیوگری کے راجہ ہرپال کو ہرا دیا اور اس کی کھال کھچوالی۔ اسی اثنا میں مہاراشٹر کا ایک حصہ دہلی کی سلطنت میں ہمیشہ کے لئے ملا لیا گیا (سنہ ۱۳۱۸ء)
قطب الدین بیکار بادشاہ تھا۔ اسکو قتل کرکے خسرو ایک کم ظرف آدمی سلطان بن بیٹھا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد پنجاب کے حاکم غیاث الدین تغلق نے خسرو کو شکست دیکر تغلق خاندان کی بنیاد ڈالی (سنہ ۱۳۲۱ء)

خلاصہ

سنہ ۱۲۹۰ء ۔	سنہ ۱۳۲۰ء ۔	خلجی خاندان کے سلطان
سنہ ۱۲۹۰ء ۔	سنہ ۱۲۹۵ء ۔	جلال الدین
	سنہ ۱۲۹۴ء ۔	علاء الدین نے دیوگری کے راجہ کو جیتا۔
سنہ ۱۲۹۵ء	سنہ ۱۳۱۶ء	علاء الدین
	سنہ ۱۳۰۶ء	ملک کافور نے دیوگری کے راجہ کو شکست دی
	سنہ ۱۳۱۰ء	ہوئسالا۔ چولا۔ اور دیگر فتح کئے۔
سنہ ۱۳۱۶ء	سنہ ۱۳۲۰ء	قطب الدین مبارک شاہ

(۷) تغلق خاندان ۱۳۲۱ء سے ۱۴۱۴ء

غلام اور خلجی سلطانوں کی طرح تغلق خاندان کی بنیاد ڈالنے والا غیاث الدین بھی ترک تھا۔

غیاث الدین۔ (۱۳۲۱ء سے ۱۳۲۵ء) اس کی والدہ جاٹ قوم کی تھی وہ پہلے بنگالہ کا حاکم تھا۔ وہاں اوس کا انتظام اچھا تھا اس لئے وہ پنجاب کا حاکم بنایا گیا وہیں اوس نے کئی بار مغلوں کو فاش شکستیں دیں اوس کے عہد میں شہزادہ جونا خاں (محمد تغلق) وارنگل کی ریاست کو فتح کرلیا۔ سلطان نے خود بہار کے شمالی حصے کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ چار برس سلطنت کرنے کے بعد وہ مارا گیا۔ (۱۳۲۵ء)

محمد تغلق۔ (۱۳۲۵ء) غیاث الدین کے مرنے کے بعد اوس کا لڑکا محمد تغلق سلطان بنا۔ اس کی چال چلن عجیب طرح کی تھی۔ مسلمان مورخ (ابن بطوطہ سفرنامہ) اوس کے بارہ میں بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے "محمد دو کام کرنا پسند کرتا ہے ایک خیرات کرنا دوسرا ہتیا (خونریزی کرنا) اس کے دروازہ کے سامنے سے جاتے وقت دیکھو یا تو کوئی غریب امیر بن رہا ہے یا کسی بدنصیب کا دھڑ تڑپ رہا ہے۔ لوگ ایسی باتیں بہت جانتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسا سخی اور بہادر ہے اور کیسا بیرحم اور سخت مزاج ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بڑا متکبر اور مذہب کا بڑا پکا ہے۔ لیکن اوس کی خوبی سخاوت سے

بارہ میں ہے - دُور دُور سے لوگ اسکے پاس بھیک مانگنے کے لئے آتے ہیں
اور خوش ہو کر گھر پھرتے ہیں - جو مسلمان عبادت نہیں کرتے ہیں وہ انکو بہت سخت
سزا دیتا ہے - سلطان انصاف کی مجسّم تصویر ہے - ہر روز وہ خود عدالت کرتا ہے
اور ظالموں کو سزا دیتا ہے - ہر شخص سلطان کے پاس اپنا دعوی پیش کر سکتا ہے -
ایک مرتبہ سخت قحط کے زمانے میں سلطان نے اپنے خزانے سے دلی کے رہنے
والے ہر ایک آدمی کو چھ چھ مہینہ کے لئے اناج تقسیم کیا تھا - سلطان کی ماں کو لوگ
"مالکہ" دنیا کہتے ہیں - اس نے راہگیروں کے ٹھہرنے کے لئے سرائیں بنوادی ہیں
وہ دونوں آنکھوں کی اندھی ہے - سلطان اوسکو بہت مانتا ہے اور
ہر روز اپنی ماں کا پاؤں چومتا ہے - باوجود ان صفات کے سلطان محمدؒ کے مانند
بیرحم آدمی کوئی نہیں ہے - اوس کے محل کے پھاٹک پر روز مُردوں کے ڈھیر
لگے ہوئے دیکھے جاتے ہیں - ایک دن میں گھوڑے پر سوار ہو کر اسی طرف
آنکلا - میرا گھوڑا کوئی زرد چیز دیکھکر بھڑک گیا - اوس کو سیدھا کرنے کے لئے
میں اُتر پڑا - جب اوس زرد شئے پر نظر گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی کو
تین ٹکڑوں میں کاٹ کر کوئی پھینک گیا ہے - سلطان چھوٹے چھوٹے قصور کے
لئے بھی بڑی بڑی سزائیں دیتا ہے - ہر روز سیکڑوں آدمیوں کو دیکھوگے کہ
سپاہی اونکی گردن اور ہاتھ پاؤں میں رسّی باندھکر کچہری کی طرف لیجا رہے ہیں"
پھر دوسرے ایک مصنف (برنی - تاریخ فیروز شاہی) کا بیان یہ ہے - سلطان سا
کاتب شاید ہی دوسرا نکلے - وہ خوش نویس تھا - اور اس کی تحریر کا اسلوب بھی

بیساختہ پن کے ساتھ تھا اور بڑے مرتبہ کا تھا۔ اسکی مضمون نگاری بھی بلند پایہ رکھتی تھی۔ بڑے بڑے فاضل اور دانشمند حیرت کی نظر سے دیکھتے تھے اس نے بہت عمدہ فارسی اشعار زبانی یاد کر رکھے تھے اور بے تکلف ہمیشہ پڑھا کرتا تھا تواریخ داں بھی اچھا تھا۔ اور عمدہ تواریخوں کی سیر بہت کیا کرتا تھا۔ منطق میں اتنی واقفیت تھی کہ اس کا مقابل کاتب ہو۔ عالم طبعی ہو۔ شاعر ہو۔ طبیب ہو۔ ظریف ہو سبھی کو مغلوب کر لیتا تھا۔ زیادہ مشغلۂ علوم سے اوس کا دل محزوں اور سخت ہو گیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ قرآن شریف کی پاک نصیحتوں کا اثر اوس کے دل پر کچھ نہ تھا وہ بڑی خوشی کے ساتھ دیندار مسلمانوں کو سزا دیتا تھا اور اونکو ہلاک بھی کرتا تھا۔ بڑے بڑے مولوی۔ سید۔ قلندر۔ سپاہیوں کو بہت خوشدلی سے نہایت سخت سزا دیتا تھا اگر اختصار کے ساتھ اوس کا چلن بیان کرنا ہو تو اتنا لکھنا کافی ہے کہ وہ بڑا ذیعلم۔ نہایت منصف۔ از حد بیرحم۔ اور نیم مجنوں تھا۔ اسکے ساتھ ہی انصاف کرنے میں رُو و رعایت کبھی نہیں کرتا تھا۔ لیکن مذہبی معاملات میں تعصب نہیں رکھتا تھا۔ بعضے لوگ اوس کو بدنصیب خیال پرست کہتے ہیں۔

عجیب عمل درآمد۔ تخت نشینی کے بعد سلطان نے دفعتہً دوآب کے باشندوں پر فیصدی دس روپیہ محصول زیادہ کر دیا اور اوس کے ساتھ نئے نئے ابواب جاری کر دیئے۔ اسوقت وہاں سخت قحط پڑا تھا۔ تاہم بادشاہی افسر دام دام محصول وصول کرتے گئے۔ اس لئے چاروں طرف بدامنی کی آگ مشتعل ہو گئی۔ بیچاری رعیت خانہ بدوش ہو کر جنگلوں کیطرف چلی گئی اس کا اثر

دتی پر بھی پڑا اور وہاں کے باشندے بھی فاقوں مرنے لگے کئی سال تک یہی آفت رہی کتنے بھوکوں مر گئے۔ آخر سلطان نے پیشگی تقاوی اور جابجا کنوئیں بھی کھدوا دیئے۔ سلطان نے اپنی سلطنت تمام روے زمین پر قایم کرنے کیلئے تین چار منصوبے دل میں باندھے ہوئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا اس سے منحرف ہو گئی سلطنت برباد ہونے لگی۔

دارالسلطنت کی تبدیلی - ان دنوں سلطنت دہلی کی وسعت بہت زیادہ ہو گئی تھی پنجاب سے ملابار اور تیلنگ - گجرات سے - چٹ گام تک سب مقاموں میں سلطان دہلی کا اقتدار بڑے عروج پر تھا۔ سلطان نے یہ خیال کیا کہ دارالسلطنت تمام قلمرو سلطانی کے بیچوں بیچ رہے اور اس صورت سے مغلونکی ترکتازی سے بھی بعید ہو جائے۔ پس دولت آباد قدیم (دیوگری) کو پایہ تخت کے لیئے تجویز کیا۔ یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ وسعت سلطنت کے لحاظ سے اور جغرافیہ زمین کی نظر سے پایۂ تخت کا دکھن میں لیجانا بہت ہی مناسب تھا۔ کیونکہ ان دنوں جب نہ ریل تھی نہ تار برقی۔ دکھن میں رہکر شمالی ہندوستانکی نگرانی تو ممکن تھی مگر شمال میں رہکر دکھن کی خبر رکھنی ناممکن تھی۔ مگر محمد تغلق سے غلطی بھی ہوئی کہ دلی کے تمام باشندگان کو دفعتًہ دولت آباد جانے پر مجبور کر دیا۔ مسافرونکی آسایش کے لیئے عمدہ نئی سڑک درست کی گئی اور اونکے مقام کرنے کے لیئے متعدد سرائیں تعمیر ہو گئیں۔ شہر دہلی گورغریباں بنگیا اور وہاں کتوں اور بلیوں کا بھی ٹھکانہ نہ رہا۔ لوگ بہت روپیہ اوٹھائے اور مصیبتیں جھیلکر دولت آباد میں پہونچ گئے

اوسوقت سلطان نے اپنی غلط کاری کو خوب محسوس کیا اور سب کو واپس کو واپس کرنے کا حکم جاری کردیا۔ (۱۳۳۲ء)

نئی نئی تدبیریں۔ سلطان نے اپنے عہد کے ابتدا ہی میں خیرات بہت کی اور مغلوں کو رشوت بہت دی۔ یہانتک کہ خزانہ خالی ہوگیا۔ پھر جب روپیہ کی قلت ہوئی تو خالی خزانے کو معمور کرنے کے لئے بڑے بڑے منصوبے کرنے لگا۔ لیکن کسی انتظام میں کامیابی نہیں ہوئی۔ خراسان اور ایران کو زیرنگیں کرنے کے لئے بڑا زبردست لشکر اس بادشاہ نے جمع کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں لشکریوں کو تنخواہ نہ پہونچی اور سپاہی لوٹ مار کرنے لگے۔ اسکے بعد ایک بڑی فوج کراجل کے پہاڑی ملک پر حملہ کرنے کو روانہ ہوئی کہ مال و دولت لے آئے۔ یہ ملک ہندوستان اور چین کے درمیان تھا۔ اور خراسان کے راستہ میں پڑتا تھا۔ وہاں اثنائے راہ میں سردی کی شدت سے اور حملہ آوری کی محنت سے تمام فوج کوہ ہمالیہ پر گرسنگی سے ہلاک ہوگئی۔

روپیہ کی کمی پورا کرنے کے لئے سلطان نے پھر ایک نیا بندوبست کیا۔ تانبے کے سکوں کو چاندی کے سکوں پر رواج دینے کا ارادہ کیا۔ یہ عمل درآمد بھی قدیم وقتوں کا تھا۔ مسیح سے پہلی دوسری صدی کے آخری حصہ میں کبلہ خاں نے چین میں کاغذ کے نوٹ چلائے تھے۔ اور مسیح کے بعد تیرہویں صدی میں ایران کے بادشاہ کیکھاتو نے بھی کاغذی نوٹ کو رواج دینے کی کوشش کی۔ لیکن سلطان سے غلطی اتنی ہوئی کہ جعلسازوں کا انسداد کچھ بھی نہ کیا۔ الحاصل اس کے خاطر خواہ

جعلی بننے لگے اور بیرونجات کے سوداگروں نے ان کا لینا منظور نہ کیا۔ دلی میں گھر گھر ٹکسال کی بنیاد پڑ گئی۔ اوس کا انجام یہ ہوا کہ رعیت خراج میں تانبے کے جعلی سکے داخل کرنے لگی اور یہ سکے بادشاہی خزنے میں جمع ہونے لگے۔ جب سلطان اپنی نافہمی پر متنبہ ہوا تو فوراً تانبے کے سکوں کا رواج بند کر دیا اور اون کے عوض چاندی کے سکے دے دیئے۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ لوگوں کو فریب دے۔ ایسی خود رائیوں سے چاروں طرف کی رعیت مخالف ہو گئی۔ دُور دُور کے حاکم خود مختار بن گئے اور نئی نئی خودسر ریاستیں نمودار ہونے لگیں۔ ۱۳۳۴ء میں ملابار اور ۱۳۳۸ء میں بنگالہ خود اختیار بنگئے ۱۳۳۶ء میں بیجے نگر کی ہندو ریاست اور ۱۳۴۷ء میں سلطنت بہمنی کی ابتدا ہوئی۔ دیوگری۔ سندھ۔ ملتان۔ کڑا اودھ گجرات کے حاکم باغی ہو گئے۔ تغلق شاہ باغیوں کی سرکوبی میں بہت دوادوش کرنے لگا۔ مگر کوشش محض بے سُود ہوئی آخر بے اختیاری کے عالم میں سلطان محمد تغلق نے سندھ میں انتقال کیا (۱۳۵۱ء)

مُلکی انتظام۔ اس بادشاہ نے کُل سلطنت کو چند صوبوں میں منقسم کیا تھا۔ حاکم ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں تبدیل بھی ہوتے تھے۔ ہر صوبہ میں چند پرگنے ہوتے تھے۔ زمیندار اور سرکاری افسر متفق ہو کر خراج وصول کرتے تھے۔ ہندو راجہ جُداگانہ خراج دیتے تھے اور جُداگانہ طور سے نذرانے بھی بھیجتے تھے۔ سرکاری کارخانوں میں سامان جنگ کے علاوہ اچھے اچھے لباس بھی بنائے جاتے تھے۔ سلطان غیر مُلک والوں کا بہت اعزاز کرتا تھا۔ اور انھیں بڑے

عہدوں پر معمور کرتا تھا۔ اسکے عہد سلطنت میں دینی عالموں کا کوئی اختیار نہ تھا۔ عموماً علماے دین اسکے مخالف تھے۔ تاہم اسوجہ سے کہ یہ بادشاہ محض خود رائی تھا۔ انتظام ملکی میں اوسکو ناکامیابی ہوئی۔

ابن بطوطہ۔ یہ نامی سیاح افریقہ کے تنجیر ملک کا باشندہ تھا۔ تمام ایشیا کی سیر کرتے کرتے اسوقت ہندوستان میں وارد ہوا۔ جب دلی آیا تو بادشاہ وہاں رونق افروز نہ تھے۔ پس انکی والدہ نے ابن بطوطہ کی بہت توقیر کی۔ جب سلطان تشریف لائے تو اوسکو قاضی کے عہدہ پر سرفراز کر دیا۔ آٹھ سال تک وہ محکمۂ قضا کا افسر رہا۔ اس کے بعد سلطان نے اپنا ایلچی بناکر چین کی طرف روانہ کیا۔ دلی میں واپس آکر اُس سفارت کے زمانہ کا سب حال ایک کتاب میں درج کیا۔ اوس نے اندنوں کی ڈاک کے انتظام کی بہت تعریف لکھی ہے دلی کی شان وشوکت اور وضع صورت کی بھی بہت توصیف کی ہے۔ مگر اسوقت دلی ویران ہو رہی تھی۔ سلطان کی صفت میں اُسے خیرات دینے والا اور خود رائی لکھا ہے۔ مجرم ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے پامال کئے جاتے تھے۔ سیاحت ملک کی بہت دشوار تھی۔

فیروز شاہ۔ (۱۳۵۱ء ۔ ۱۳۸۸ء) محمد کے اولاد نہ تھی اسلئے اسکا چچیرا بھائی فیروز شاہ تخت کا وارث ہوا۔ یہ نیا بادشاہ بلند حوصلہ اور رعیت پرور تھا۔ مگر بزدل اور دینی متعصب تھا۔ وہ جنگ وجدل سے جی چھپاتا تھا۔ دو مرتبہ بنگالے پر فوج کشی کی مگر اوس ملک کو تابع نہ کرسکا۔ سندھ کو برائے نام فتح

کرلیا تھا۔ دکھن کے ملک پر قبضہ کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

فیروز شاہ کے ملکی انتظام - بہرحال باقیماندہ سلطنت کا انتظام اس بادشاہ نے اچھا کیا۔ بہت سے ابواب اور محصولوں کو منسوخ کر دیا۔ اور رعیت کیسا تھ نرم مزاجی سے پیش آیا۔ لوگوں کی آسایش اور بہتری کے لئے اوس نے سرائے مقبرے۔ مدرسے۔ مسافرخانے بنوائے۔ اہل زراعت کی بہبودی کے واسطے دریائے جمن اور دریائے ستلج میں سے نہریں نکلوائیں۔ انگریزی سرکار نے ان نہروں کی مرمت پر بہت توجہ کی ہے۔ اور مسلمان بادشاہوں کی طرح فیروز شاہ نے بھی عمارتیں بنوائیں۔ فتح آباد۔ جونپور۔ حصار۔ فیروز آباد اور اکثر شہر بسائے

تاریخ فیروز شاہی میں مذکور ہے "فیروز کے وقت میں سب لوگ آرام اور چین سے بسر کرتے تھے۔ دربار بہت ہی شاندار تھا۔ سامان خورد و نوش میں کمی نہ تھی۔ کسی آفت کا سامنا نہ ہوا۔ نہ کوئی قریہ ویران ہوا نہ کوئی مزرو بے کاشت رہا۔

فیروز شاہ کا تعصّب - سلطان کو تعصب مذہبی بہت تھا۔ ہندو اور دوسرے فریق کے مسلمانوں پر ظلم کرنا اپنا ایمان جانتا تھا۔ مختصر اُسّنی مسلمان کی نظر میں وہ نہایت ہی عمدہ بادشاہ تھا۔ احکام قرآنی کے ماننے میں بہت سرگرم تھا مذہبی خیال سے پہلے پہل برہمنوں پر جزیہ لگایا۔ اسی جزیئے سے محفوظ رہنے کے شوق میں کتنے ہندو مسلمان ہو گئے اور وہ ہمیشہ انکو اسی کی ترغیب دیتا تھا۔ پوری میں جگناتھ کا مندر اور نگر کوٹ میں جوالامکھی دیبی کا معبد اور اکثر پرستش گاہیں

اوسنے پست کردیں، اور ایک دیندار برہمن کو سر بازار جلاکر مار ڈالا۔ ہندوں کے میلے اور اکثر کام بند کردیئے۔ اپنے محلوں میں دیواروں پر تصویریں بننی موقوف کردیں اور سادی پوشاکی پر بہت اصرار کیا۔ اوس نے دوسرے فریق کے مسلمانوں پر بھی بہت جور وستم کیا۔ سلطان فیروز کے برابر نیک اطوار لوگ اندنوں بہت کم تھے۔ تاہم اوس کے انتظام کا نتیجہ تا دقت آخر اچھا نہیں ہوا جنگ وجدل کے کاروبار متروک کرنے سے بہت ہی اوسکی فوج کاہل بیکار اور آرام طلب بنگئی رحمدلی کی لذت سے وہ پیرانہ سال سپاہیوں کو بھی موقوف نہ کرتا تھا۔ علاءالدین نے جو گھوڑوں کو داغ دینے کی رسم نکالی تھی وہ بھی اس نے بند کردی۔ اس سے امیر لوگ کم فوج اور بیکار گھوڑے رکھ لیتے تھے۔ سلطان بہت فیاض تھے۔ اس سبب سے دلی والوں نے محنت کرنی چھوڑ دی۔ اور کاہلی اور عیش میں رہنے لگے۔ سلطان نے شان وشوکت کے شوق میں ایک لاکھ اسی ہزار کے قریب غلام رکھتے تھے۔ اونکی نگرانی کے لئے ایک سرشتہ جداگانہ جاری ہوا کاہل رہکر یہ بھی خرابی کی باتیں کرنے لگے۔ سلطان اپنے افسروں اور سپاہیونکو تنخواہ دینے کے بدلے جاگیریں عطا کرنے لگا۔ علاءالدین نے یہ قاعدہ متروک کردیا تھا۔ مگر فیروزشاہ نے اوس کو بحال کردیا۔ اس سے سلطنت کی جمعیت بھی جاتی رہی۔ کیونکہ جاگیردار لوگ اپنے علاقے میں خودمختار رہتے تھے اور اون کے کاموں میں بادشاہ دست اندازی نہ کرتا تھا۔ ۱۳۸۸ء میں فیروز نے رحلت کی اس کے مرنے کے بعد بہت تلاطم پڑ گیا۔ تین بیکار سلطانوں نے پانچ

برس تک سلطنت کی۔ انکے بعد محمود تغلق تخت نشین ہوا اسکے وقت میں کئی صوبے تغلقوں کی قلمرو سے نکل گئے۔ فقط محمود تغلق کے دستِ قدرت میں دہلی کے گرد و نواح کے چند علاقے باقی رہگئے۔

تیمور لنگ کی چڑھائی۔ (۱۳۹۸ء) ریاست دلّی کی ایسی ٹوٹی پھوٹی حالت میں ایک ایسا آدمی آیا جس نے انسان کے خون سے اس ملک کی زمین کو سُرخ کر دیا۔ اس ظالم کا نام تیمور تھا۔ ایک پاؤں سے لنگڑا ہونے کے سبب لوگ اسے تیمور لنگ کہتے ہیں۔ وہ بڑی بھاری فوج لئے ہوئے پے درپے ملکوں کو جیت رہا تھا۔ آخر ۱۳۹۸ء میں کافروں کو سزا دینے کیلئے طوفان کی طرح مغربی و شمالی ملکوں کے راستہ سے ہندوستان میں پہونچا اس نے راستے کے آس پاس کے تمام گاؤں جلا دیئے اور لوگوں کی بیشمار لاشیں اور جلے ہوئے گاؤں اوس کی خونریزی کی گواہی دینے لگے۔ جب وہ دلّی پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک لاکھ سے زیادہ قیدی ہو گئے ہیں۔ اس خیال سے کہ دشمنوں کے ساتھ ملجا دینگے سب کو مار ڈالا۔ جب دلّی کے باشندوں کو یہ خبر ہوئی تب انکی آنکھوں کے نیچے اندھیرا آگیا۔ لڑائی میں شکست کھانے کی وجہ سے بیچارہ محمود تغلق اپنی جان بچانے کے لئے گجرات بھاگا۔ تیمور دلّی کے لینے کے بعد آپ بادشاہ بن بیٹھا۔ اسی اثنا میں شہر میں شور اور غلُ مچگیا۔ ناراض ہوکر تیمور کی جنگلی فوج لُوٹ مار کرنے لگی۔ تین دن اور تین رات وہ فوج بغیر روک ٹوک کے گھر کو لُوٹتی اور لوگوں کو مارتی رہی۔ اس لُوٹ مار

کے بارہ میں تیمور خود لکھ گیا ہے :۔" میں اونکو بچانا چاہتا تھا۔ لیکن کامیاب
نہ ہوسکا کیونکہ خداوندکریم کی مرضی تھی کہ شہر کے باشندوں پر ایسی آفت آپڑی"
اس کے بعد تیمور جوکچھ مال و زر ہاتھ لگا تو اُسے لیکر اور لاکھوں قیدیوں کے
ساتھ میرٹھ اور ہردوار ہوتے ہوئے جموں کے راستے گھر پھر گیا جاتے وقت
وہ اپنے پیچھے قحط - بیماری اور بدانتظامی چھوڑ گیا - افسوس کہ اون کو بھی وہ
اپنے ساتھ کیوں نہ لیتا گیا - محمود تغلق پھر دلی چلا آیا اور سنہ ۱۴۱۲ء تک زندہ
رہا - آخر کو بدانتظامی اور بلوے کے سبب پنجاب کے صوبہ دار سید خاندان کے
خضر خاں نے دلی لے لی سنہ ۱۴۱۴ء میں سید خاندان والے اپنے کو تیمور کا نائب
سمجھتے تھے سنہ ۱۴۰۱ء میں جونپور - گجرات اور مالوے میں خود مختار خاندان
شاہی حاکم ہوگئے - ہندو لوگوں نے ہر طرف شورشیں کردیں - راجہ اور
زمیندار اپنے کاموں کے مختار آپ ہوگئے اسوقت ملک کی حالت
بہت ابتر معلوم ہوتی تھی -

خلاصہ

سنہ ۱۳۲۱ء - سنہ ۱۴۱۴ء - تغلق خاندان کے سلطان
سنہ ۱۳۲۱ء - سنہ ۱۳۲۵ء - غیاث الدین
سنہ ۱۳۲۵ء - سنہ ۱۳۵۱ء - محمد تغلق
سنہ ۱۳۵۱ء سنہ ۱۳۸۸ء - فیروزشاہ
سنہ ۱۳۸۸ء سنہ ۱۴۰۴ء - محمود وغیرہ
سنہ ۱۳۹۸ء - تیمور لنگ کی چڑھائی

(۸) سلطنت دلّی کے آخرمیں خود مختار ریاستونکا حال

سید خاندان سنہ ۱۴۱۴ء - سنہ ۱۴۵۰ء - خضر خاں اپنے کو تیمور کا قایم مقام کہتا تھا -
اس نے سلطان کا خطاب نہیں لیا - سید خاندان والے اپنے کو محمدؐ صاحب کی اولاد
بتاتے تھے - اس خاندان کے چار شخصوں نے ۳۶ سال تک حکومت کی اون کی
حکومت دلّی کے باہر کوئی نہیں مانتا تھا - بہلول لودی سنہ ۱۴۵۰ء میں دوسرے
دوسرے افغان سرداروں کی مدد لیکر اور کل پنجاب تابع کرکے جب آگے بڑھا
تب آخری سید عالم شاہ نے اس کو سلطنت دیدی اور خود رخصت ہوگیا -

لودی خاندان - (سنہ ۱۴۵۰ء - سنہ ۱۵۲۶ء) لودی خاندان کے سلطان
پٹھان یا افغان تھے - اونکے وقت میں سلطنت دلّی کی کسیقدر ترقی ہوئی -
سلطان بہلول نے (سنہ ۱۴۵۰ء - سنہ ۱۴۸۹ء) متواتر کئی سال تک لڑائی کر کے
سلطنت جونپور فتح کرلی اور اپنے بیٹے باربک شاہ کے ماتحت کردی - اُسکے بعد
اسنے دھولپور - کالپی - گوالیار پر حملہ کیا - دلّی ریاست پنجاب سے لیکر بنارس تک
پھیل گئی - اس کے بیٹے سکندر لودی نے (سنہ ۱۴۸۹ء - سنہ ۱۵۱۷ء) باربک شاہ سے
جونپور چھین لیا - اور بہار بھی فتح کرلیا - دوآب اور دوسرے صوبوں کا مناسب
انتظام کرنے کے لیئے اُس نے شہر آگرہ آباد کیا - وہ بہت مذہبی متعصب تھا - ہمیشہ
ملّون اور عالموں کے کہنے پر چلتا تھا - تعصب کے جوش میں متھرا کے مندروں کو
منہدم کردیا - اور ہندؤوں کے میلے بھی بند کردیئے ان میلوں میں ایک پریاگ کا

کمبھ میلا تھا۔ تاہم ایک مسلمان مورخ عبداللہ کا بیان ہے "وہ بڑا منصف مزاج بادشاہ تھا۔ اس کے زمانہ میں پیداوار خوب ہوتی تھی اور لوگ خوش تھے"، سکندر کا لڑکا ابراہیم لودی (سنہ ۱۵۱۷ء۔ سنہ ۱۵۲۶ء) ایسا زمانہ شناس نہ تھا۔ لیکن وہ بھی رعایا پرور تھا۔ تم کو معلوم ہے کہ لودی خاندان کا پہلا سلطان بہلول اور اور سرداروں کی مدد لیکر تخت پر بیٹھا تھا۔ اسلئے وہ اور اوس کا بیٹا سکندر لودی اونکی بہت عزت کرتے تھے اسلئے سلطنت میں انکی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ ابراہیم انکی طاقت کم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ بہت بگڑ گئے اور کل سلطنت میں ہلچل پڑ گئی۔ چند افغان سرداروں نے ملک سلطان کے ایک بھائی جلال الدین کو جونپور کا سلطان بنایا۔ مگر وہ عاجز آکر گوالیار کی طرف فرار ہوا پھر کچھ سردار حاکم کڑا مانکپور کے مطیع ہوکر سلطان سے جنگ آزما ہوئے مگر وہ بھی فتحمند نہ ہوئے۔ سلطان نے میواڑ پر بھی لشکر کشی کردی۔ اس جنگ میں رانا سنگرام سنگھ کو شکست نصیب ہوئی۔ موقع پاکر پنجاب کے صوبہ دار دولت خاں نے مغل سردار بابر کے پاس ہندوستان پر چڑھائی کرنے کے لیئے پیغام بھیجا۔ بابر نے جب لاہور تک لے لیا تب دولت خاں کو اپنی غلطی معلوم ہوئی اور بابر سے منحرف ہوکر لڑنے لگا لیکن بابر کو روک نہ سکا۔ پانی پت کی پہلی لڑائی میں مغل سردار بابر نے ابراہیم لودی کو (سنہ ۱۵۲۶ء) میں شکست دی اور سلطنت مغلیہ کی بنیاد ڈالی۔ چونکہ افغان سردار ابراہیم سے ناراض رہا کرتے تھے اسلئے اونھوں نے اس لڑائی میں اوس کو بالکل مدد نہ دی اور اوس کے ہار جانے کی یہی خاص وجہ تھی۔

جون پور۔ اس شہر کو فیروز شاہ تغلق نے سنہ ۱۳۵۹ء میں آباد
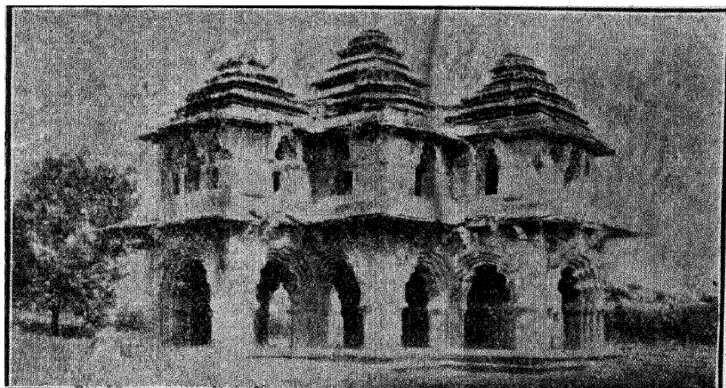
(*Chap. 8*)

Vijaynagar Palace.
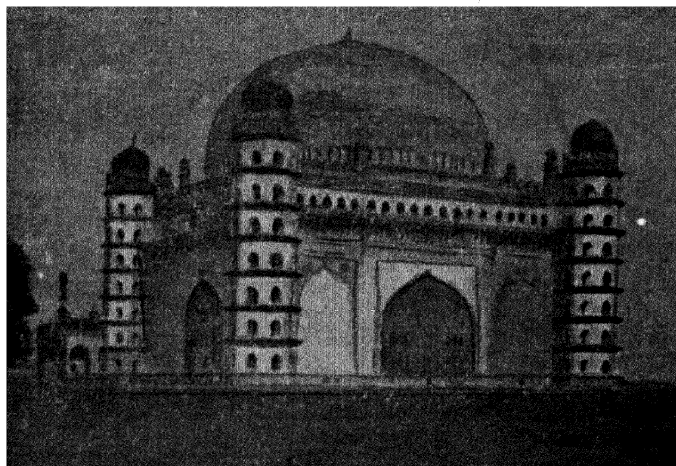
(*Chap 8.*)

Gol Gumbaz, Bijapur.

کیا تھا۔ تیمور لنگ کی چڑھائی کے بعد خواجہ جہاں نام صوبہ دار با اختیار بن بیٹھا۔ اِس خاندان کے سلطانوں کا نام شرقی سلطان ہوا ہے۔ خواجہ جہاں نے بہار۔ بنگالہ۔ اور اڑیسہ تک اپنا اقتدار سلطنت خوب حاصل کر لیا تھا۔ اِس خاندان کا تیسرا سلطان ابراہیم ہوا (سنہ ۱۴۰۱ع) میں نے مغرب میں قنوج تک تسخیر کر لیا یہ سلطان بہت علم دوست تھا اور اوس کے دربار کو کئی نامآور شاعروں نے رونق دی۔ ابراہیم کا بیٹا محمود (سنہ ۱۴۴۰ع) نے بہار پر قبضہ کیا اور اوڑیسہ اور دلّی پر بھی حملہ ہوا۔ اِس خاندان کے آخری سلطان حسین شاہ کو بہلول لودی نے سخت شکست دی۔ پانی پت میں فتح پانے کے بعد جونپور تک کا ملک بابر کے ہاتھ میں آگیا۔ جونپور کی عمدہ عمدہ عمارتیں جیسے اٹالے کی مسجد۔ جامع مسجد لال دروازہ وغیرہ اسی وقت تعمیر ہوئی تھیں۔ سب سلطان بہت علم دوست تھے اونکی توجہ اور نگہداشت سے اُس عہد میں جونپور علم کا مرکز بن گیا تھا۔ وہاں فارسی اور عربی کی بہت ترقی تھی۔

گجرات ۔ علاء الدین کے زمانہ میں پہلے پہل دلّی سلطنت میں ملا لیا گیا (سنہ ۱۲۹۷ع) فیروز تغلق نے اپنے بھتیجے مظفر شاہ کو گجرات کا حاکم مقرر کیا۔ سنہ ۱۴۰۱ع میں مظفر شاہ با اختیار بنگیا۔ اوس نے ریاست مالوہ پر حملہ کیا۔ اور وہاں کے سلطان کو مغلوب کر لیا۔ اوس کے پوتے احمد شاہ نے (سنہ ۱۴۱۱ع - سنہ ۱۴۴۱ع) احمد آباد آباد کیا۔ اور اوسکو اپنی دار السلطنت بنایا۔ گجرات کے سلطانوں میں محمود بیگاڑا (سنہ ۱۴۵۹ع - سنہ ۱۵۱۱ع) بڑا نامی تھا۔ وہ جنگجو بھی تھا۔ اِس نے کاٹھیاواڑ اور کچھ جیتا اور احمد نگر کے سلطان کو بھی ہرا دیا۔ وہ روم کے بادشاہ کا طرفدار بنکر پرتگیزوں سے لڑا۔ لیکن اِس لڑائی میں

مسلمان ہار گئے۔ اس کا ایک بڑا بھاری جہازی بیڑا تھا اس کا ناتی سلطان بہادر شاہ سنہ ۱۵۲۶ء۔ سنہ ۳۷ء میں بڑا لائق سلطان تھا۔ اسلئے مالوہ جیت لیا تھا۔ رانا سنگرام سنگر نے مالوے کے راجہ کو مدد دی تھی اسی مخالفت سے رانا کے مرنے پر اس نے چتور پر چڑھائی کی۔ چتور کی رانی کرناوتی نے ہمایوں بادشاہ سے مدد مانگی۔ ہمایوں نے گجرات پر چڑھائی کرکے بہادر کو ہرادیا۔ اسوقت بہادر نے پرتگیز تجاردں کو ڈیو جزیرہ وغیرہ دیکر ان سے مدد لی۔ شیر شاہ نے جب ہمایوں کو ہرادیا۔ تب بہادر نے پھر گجرات لے لیا۔ آخر اسکو پرتگیزوں نے مار ڈالا۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں گجرات سلطنت مغلیہ میں ملا لیا گیا۔ (سنہ ۱۵۷۲ء)

بنگال۔ محمد بن بختیار نے جب سے بنگال جیتا (سنہ ۱۲۰۲ء) تب سے یہ ملک دلی کے سلطانوں کے تابع سمجھا جاتا تھا۔ لیکن دلی سے بعید ہونے کے سبب سے بنگال کے صوبہ دار اکثر باغی بن جاتے تھے۔ دلی کے سلطان جب کافی زور آور ہوجاتے تھے تب ہی وہ انکو اپنے تابع رکھ سکتے تھے۔ سنہ ۱۳۴۰ء میں الیاس شاہ پہلا با اختیار سلطان بنا۔ فیروز تغلق جب زیر نہ کرسکا تو با اختیار مان لیا۔ الیاس کے بیٹے سکندر شاہ نے (سنہ ۱۳۶۰ء۔ سنہ ۱۳۹۳ء) پانڈوا کی ادینہ مسجد بنوائی اوس کے مرنے کے بعد بنگالے میں بہت بدنظمی ہوگئی۔ گنیش نامی ایک ہندو نے بادشاہ ساز کا خطاب حاصل کیا۔ اس نے کئی برائے نام سلطان کو تخت سے اُتار کر اپنے بیٹے کو تخت نشین بنایا۔ اس تاجدار نے دین اسلام قبول کرلیا۔ اور وہاں کے ہندوؤں سے آمادہ جنگ ہوا۔ انجام کار سنہ ۱۴۴۲ء میں الیاس کی اولاد

پھر تخت سلطنت پر بیٹھی۔ اس زمانہ میں حبشی غلاموں کا بڑا جاہ و احتشام ہوا۔
لوگوں نے بدرجہ مجبوری حسین شاہ کو سلطان قرار دیا۔ (سنہ ۱۴۹۳ء) اس نے
ریاست بہار پر تسلط کیا۔ اور اوڑیسہ۔ آسام۔ ترہت پر لشکر کشی کی۔ اس نے
سکندر لودی کو غضب کی شکست دی۔ وہ بڑا ہوشیار اور اپنی رعایا
کی بھلائی کرنے والا سلطان تھا۔ ہندو مسلمان دونوں سے اچھا برتاؤ کرتا تھا۔
اسکے زمانہ میں چیتن دیو نے بنگال میں ویشنو مذہب پھیلایا۔ حسین شاہ کے
پیچھے اوس کے دو بیٹوں نے کچھ دن تک سلطنت کی۔ اسیوقت شیر شاہ نے
بنگال جیتا۔ اور کچھ عرصے میں کل شمالی ہندوستان کا سلطان بن بیٹھا۔ خاندان
سور کے ہاتھ سے سلیمان کرّانی نے سنہ ۱۵۶۳ء میں بنگال چھین لیا۔ اوس کے
بیٹے داؤد شاہ کو ہرا کر اکبر بادشاہ نے بنگال لے لیا۔ (سنہ ۱۵۷۶ء)

مالوہ۔ علاء الدین خلجی نے ہندوؤں سے یہ ریاست سنہ ۱۲۹۷ء میں چھین
لی۔ سنہ ۱۴۰۱ء میں حاکم مالوہ دلاور خان خود سر بنگیا اور مانڈو کو اپنا پایہ تخت
قرار دیا۔ اس کا بیٹا ہوشنگ شاہ (سنہ ۱۴۰۵ء) بہت دنوں تک والی گجرات
سے سرگرم جنگ پیکار رہا۔ مانڈو کی جامع مسجد کا بانی یہی بادشاہ ہے
آخر سنہ ۱۴۳۵ء میں محمود خلجی نے ایک نیا سلطان خاندان قایم کیا۔ میواڑ کے
مہارانا کمبھو نے کئی دفعہ زبردست شکستیں دیں۔ محمود تعمیرات کا شوق بہت
رکھتا تھا۔ اس نے مانڈو میں کئی عمدہ عمدہ محل تعمیر کئے۔ اون میں سے ایک
مینار۔ شفاخانہ۔ مدرسہ۔ بہت ہی نفیس شمار کئے جاتے ہیں۔ اس خاندان کا

آخری سلطان محمود دوم تھا ۔ اسے گجرات کے بہادر شاہ نے کامل شکست دی اور مالوے کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا (سنہ ۱۵۳۰ء)

اوڑلیسہ ۔ اس ملک پر خاندان گنگ کے راجہ فرمانروا تھے ۔ یہ دراوڑ قوم کے تھے اور انکی زبان تیلنگ تھی ۔ اس خاندان کا ایک راجہ اننت ورما (سنہ ۱۰۷۸ء) بہت نامی ہوا ۔ وہ تری کلنگ کا افسر اعلیٰ بنا تھا ۔ اوسی نے پوری میں جگناتھ جی کا مندر بنوایا تھا ۔ اوس کے پوتے اننگ بھیم نے بھونیشور کا مندر تعمیر کیا ۔ نرسنگہ کنارک کے سوریہ مندر کا تعمیر کنندہ ہوا ۔ محمد تغلق اور فیروز شاہ نے اس راج پر اپنے حملوں سے سخت ہنگامہ برپا کیا ۔ انجام کار اکبر نے اس پر قبضہ کر لیا ۔

بجے نگر کا ہندو راج ۔ مسلمانوں کے حملوں نے دکھن کے بڑے نامور راجاؤں کو برباد کر دیا ۔ لیکن جابجا چھوٹے چھوٹے راجہ اب بھی خود سر تھے ان سب چھوٹے راجوں کو ملا کر ہری ہر رائے اور بکا رائے دو بھائیوں نے ریاست بجے نگر کو سنہ ۱۳۳۶ء میں قایم کیا ۔ بجے نگر کے ہندو ریاست کی بڑی کوشش تھی کہ دکھن کے ہندو باشندوں کی قومیت اور مذہب کو مسلمانوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھے ۔ اس ریاست کی بنیاد ڈالنے کا اصل مقصود یہی تھا کہ قدیم ہندوؤں کی تمام رسمیں بغیر مزاحمت کے جاری اور سرسبز رہیں ۔ اگرچہ مقصد یہی تھا لیکن اس حکومت کی طرف سے کسی غیر مذہب پر کبھی ظلم و تعدی نہیں ہوا تھا ۔ اس کا دار السلطنت تنگ بھدرا ندی کے کنارے بجے نگر تھا ۔

شہر ہسپیٹ کے نزدیک ہمپی ہیں اور اسکے آثار قدیمہ ابھی تک نظر آتے ہیں دیورائے دویم نے بجے نگر کا مستحکم قلعہ بنوایا تھا یہ قلعہ آٹھ میل چوڑا اور تیرہ میل لمبا تھا۔ اسکے اندر آبپاشی اور زراعت کا تمام سامان تھا سو برس کے بعد کرشن دیورائے (۱۵۰۹ء سے ۱۵۲۹ء) نے دریائے کرشنا سے راس کماری تک اپنا قبضہ کرلیا۔ دریائے کرشنا اس راج کا شمالی سرحد تھا۔ پس دکھنی حصے کو اہل اسلام کے حملوں سے بچانے کے لئے یہاں کے حاکموں کو شاہان بہمنی سے جنگ و پیکار کا سامنا رہتا تھا۔ کبھی ہندو کبھی مسلمان فتحیاب ہوتے تھے۔ سولہویں صدی کے آغاز میں کرشن رائے نے میسور اور اوڑیسہ کو زیر فرمان کرلیا اور سلطان بیجاپور اسمٰعیل شاہ کو زیر کرکے رائے چور کا دوآب لے لیا۔ اور ریاست بیجاپور دوسرے کے قبضے میں کردی۔ اوس نے دس ہزار اشرفیاں صرف کرکے ہندوؤں کے مندروں کی مرمت کا انتظام کیا تھا۔ یہ راجہ سنسکرت اور تیلگو زبان کا عالم تھا اور برہمنوں کا بڑا اعزاز کرتا تھا۔ ۱۵۴۲ء میں رام راجہ وزیر خود تخت کا مالک ہوا۔ رام راجہ نے احمد نگر پر چڑھائی کرکے کل سلطنت کو پریشان کردیا۔ ناخوش ہوکر چاروں سلطانوں نے ہندو سلطنت کو برباد کرنے کے لئے ۱۵۶۵ء میں بجے نگر کے راجہ پر حملہ کیا دریائے کرشنا کی ایک شاخ دریائے دون کے کنارے تالیکوٹ میں بڑی زبردست لڑائی ہوئی جسمیں رام راجہ ہار گئے۔ فتحیاب مسلمانوں نے بڑی بیرحمی کے ساتھ کل بجے نگر کو اس طریقہ سے برباد کیا کہ "اینٹ پر اینٹ نہ رہی نہ پتھر پر پتھر"۔ رام راجہ لڑائی

میں مارے گئے اس لئے اونکے گھر والے بھاگ کر چندر گری میں آکر آباد ہوئے
اسی خاندان کے ایک راجہ نے ۱۶۳۹ء میں انگریزی کمپنی کو مدراس میں
آباد ہونے کی اجازت دی تھی ۔ پورتگیز لوگوں کے ساتھ اس سلطنت کی
خوب تجارت ہوتی تھی ۔ گھوڑے کی تجارت مور وثی کرنے کے لئے بیج نگر
کے راجے لوگ اکثر بھمنی سلطنت کے سلطانوں کے ساتھ لڑ جاتے تھے ۔ اس
زمانہ میں کئی فرنگی اور ایرانی سیاح بیج نگر میں آئے تھے ۔ انکی لکھی ہوئی کتابوں
کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیج نگر ان دنوں میں ہندو تہذیب کا خاص
مقام تھا ۔ ویدوں کے شارح مہامہو پادھیائے سائینا چاریہ اور اون کے
بھائی مادھو آچاریہ دونوں ہری ہر اور بکا کے وزیر تھے ۔ سب کے سب راجہ
خود عالم ہوتے تھے اور علما کی بڑی عزت کرتے تھے انکی ہمت افزائی سے
سنسکرت اور تیلگو زبان کی بڑی ترقی ہوئی بڑے بڑے پنڈت مثل ودیارنیہ
دیدانت دیشک انہیں دنوں میں رونق افروز ملک تھے ۔ تنجور کے حاکم
رگھوناتھ نایک بڑے قابل تھے ۔ وہ متبحر منطقی ۔ عمدہ موسیقی داں بہادر جنگ آزما
مربی اہل علم ۔ سنسکرت تیلگو زبانوں کے فاضل تھے ۔ انھوں نے تیلگو زبان
میں راماین کو منظوم کیا ۔ تعلیم نسواں پر بھی اس عہد میں بہت توجہ تھی ۔ دربار کی
ایک محترم عورت نے راماین کا ترجمہ تیلگو زبان میں تحریر کیا ۔ اور اوس کے
صلے میں مدھر بانی (شیریں زبان) کا خطاب پایا ۔ دوسری ایک خاتون آٹھ زبانوں سے
واقف تھی ۔ رایوں نے نئے ڈھنگ کی بڑی بڑی عمارتیں ، مضبوط قلعے اور

نہریں بنوائیں تھیں۔ دربار کی شان سب سے بڑھکر تھی۔ دربار کے وقت راجہ سادے ریشم کے کپڑے پہنتے تھے۔ پاؤں میں جوتا نہیں رہتا تھا۔ سر پر بیش قیمت ہیروں کا جڑاؤ تاج رہتا تھا۔ ملکی انتظام کی آسانی کے لئے کل ریاست چھوٹے چھوٹے صوبوں اور ضلعوں میں منقسم تھی۔ حاکموں کا ایک جگہ سے دوسری جگہہ تبادلہ ہوتا تھا۔ گاؤں میں ایک "کرنام" نام کا ایک افسر رہتا تھا۔ وہ حساب کتاب رکھتا تھا۔ رعایا پر ظلم کرنے سے افسر لوگوں کو سخت سزا ملتی تھی۔ مالگذاری کے علاوہ سرکار کی طرف سے بہت سی چیزوں پر چنگی لگائی جاتی تھی۔ سلطنت کی آبادی گھنی تھی۔ اناج بھی کثرت سے پیدا ہوتا تھا۔ کسانوں کو پیداوار کا چھٹا حصہ مالگذاری میں سرکار کو دینا پڑتا تھا۔ جرموں کو طرح طرح کی سزائیں ملتی تھیں۔ چوروں کا ہاتھ پاؤں کاٹ دیا جاتا تھا۔ غریب رعایا پر ظلم کرنے یا بلوہ کرنے کی سزا موت تھی۔ لوگ گوشت خوار تھے۔ مندروں کے سامنے جانور قربان کئے جاتے تھے۔ جب دو بہادر آپس میں لڑتے تھے تو تلوار کام میں لاتے تھے۔ اور ہارنے والے کی کل پونجی جیتنے والے کو ملتی تھی۔ غیر ملکوں کے سیاح سلطنت کی شان وشوکت و دولت دیکھکر تعجب کرتے تھے۔ ایک مسلمان لکھتا ہے "اس شہر کے مقابلے میں اور کوئی دلچسپ جگہہ نہیں دیکھی گئی۔ نہ کسی شہر کی ایسی خوش پسند کیفیت سُنی گئی۔

سلطنت بھمنی۔ جنوب کے مسلمان سردار لوگ محمد تغلق کے زمانہ میں باغی بنگئے۔ چنانچہ دولت آباد کا صوبہ دار حسن گنگو۔ عرف جعفر خاں باغیوں کا سردار

بنگیا اور سلطان کی فوج کو شکست دیکر سلطنت بہمنی سنہ ۱۳۴۷ء میں قایم کی۔ حسن اپنے کو
فارس کے بادشاہ بہمن کی اولاد مانتا تھا۔ اسلئے اسکی سلطنت کا نام بہمنی ہوا۔ اسکا
دارالسلطنت گلبرگا تھا۔ جو آجکل نظام کی ریاست میں ہے۔ اس سلطنت کی
شمال میں بین گنگا اور جنوب میں کرشنا ندی بہتی ہیں۔ یہاں کے سلطانوں سے
وجے نگر کے ساتھ خوب لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ کبھی یہ لوگ جیتتے تھے تو کبھی ہندو
لوگ جیتتے تھے۔ فیروز شاہ بہمنی نے سنہ ۱۴۰۰ء میں وجے نگر کو کئی بار ہرادیا لیکن
آخر کار فیروز شاہ نے سخت شکست اوٹھائی۔ فیروز نے کئی عمارتیں بنوائیں آخر کو
اس کے لڑکے احمد شاہ بہمنی نے سنہ ۱۴۲۲ء میں اوسے مار ڈالا۔ احمد شاہ نے
وارنگل جیتا اور وجے نگر کی سلطنت میں بڑا فساد برپا کیا۔ اوس نے بدر کو اپنا خاص
دارالسلطنت بنایا سنہ ۱۴۳۵ء میں اوس کے مرنے کے بعد کئی کمزور سلطان تخت پر
بیٹھے لیکن اون کا وزیر محمود گاواں بڑی لیاقت کے ساتھ کار سلطنت انجام دیتا
تھا اوس نے وجے نگر سے کوکن کا صوبہ چھین لیا۔ اور تیلنگانہ جیتا لیکن کئی سرداروں
نے سازش کرکے اس کو مار ڈالا۔ گاواں کے مرنے کے بعد سردار لوگ آپس میں
لڑنے لگے۔ لوگ با اختیار بننے لگے۔ کُل سلطنت پانچ بڑے "طرفوں" یعنے
صوبوں میں منقسم تھی ہر ایک طرف ایک ایک طرفدار کے طابع میں تھی سنہ ۱۴۸۲ء
میں یہ سلطنت ٹوٹ گئی اور اوس کی جگہہ ذیل کی پانچ چھوٹی چھوٹی ریاستیں
قایم ہوئیں۔

(۱) احمد نگر کے نظام شاہی سلطنت کا جمانے والا احمد شاہ تھا۔ اکبر بادشاہ نے

اس سلطنت کو جیتنے کی بڑی کوششیں کیں لیکن چاند بی بی کے مقابلہ میں وہ کچھ نہ کر سکا - چاند بی بی کے مرنے کے بعد بادشاہ نے احمد نگر کا کچھ حصہ اپنی ریاست میں ملا لیا اور سنہ ۱۶۳۷ء میں شاہجہاں بادشاہ نے باقی حصہ کو بھی دلی کے تابع کر لیا -

(۲) بیجاپور کی عادل شاہی سلطنت سنہ ۱۴۸۹ء میں قایم ہوئی اس ریاست کو مغلوں اور مرہٹوں کے ساتھ کئی بار لڑنا پڑا آخر کار بادشاہ اورنگ زیب نے اوس کو جیت لیا (سنہ ۱۶۸۶ء) بیجاپور کے سلطان ہندو کو بہت مانتے تھے اور اونکو سلطنت کے اونچے اونچے عہدوں پر مقرر کرتے تھے -

(۳) گولکنڈا کی قطب شاہی ریاست سنہ ۱۵۱۱ء میں قایم ہوئی - اس کا دار السلطنت پہلے گول کنڈہ تھا - کچھہ دنوں کے بعد بھاگ نگر (آجکل حیدر آباد) تھا - اس سلطنت میں بھی ہندوؤں کو اونچے اونچے عہدے ملتے تھے - سنہ ۱۶۸۷ء میں اورنگ زیب بادشاہ نے اسکو جیت لیا -

(۴) بدر کی بریدشاہی سلطنت سنہ ۱۴۹۲ء میں قایم ہوئی - اسکی بنیاد ڈالنے والا قاسم برید تھا - سنہ ۱۶۰۹ء - میں یہ سلطنت بیجاپور میں ملا لی گئی

(۵) برار کے عماد شاہی ریاست کا دار السلطنت ایلچپور تھا - ریاست سنہ ۱۴۹۰ء میں قایم ہوئی آخر سنہ ۱۵۷۴ء میں احمد نگر کی ریاست میں شامل ہو گئی -

میواڑ کل راجپوتانا میں چھوٹے چھوٹے راجپوت سردار حکمراں تھے ان سب کا بڑا سردار میواڑ تھا چھٹی صدی کے شروع میں جب ہون لوگوں نے گجرات کی بلبھی ریاست پر چڑھائی کر کے شاہی خاندان کو برباد کر دیا تب رانی پشپ وتی کے جو گپھا میں چھپی تھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ گپھا میں پیدا ہونے کے سبب اس لڑکے کا نام گہا پڑا۔ گہا یا گرہادتیہ کے نام سے اسکے خاندان کا نام گرہی لوٹ یا گلوٹ ہوا۔ گہا بھیل لوگوں کے راجہ تھے۔ کچھ دن گذرنے پر بھیل لوگ جب آزاد ہے تب شاہزادہ باپا راؤ نے میواڑ کے پرمار خاندان کے راجہ کے پاس پناہ لی۔ آخر بڑا نے شاہی خاندان کو ہٹا کر باپا راؤ خود راجہ بنا اس خاندان کے راجاؤں کو چتور کا رانا کہتے ہیں۔ رانا سمر سنگھ پرتھوی راج کے بہنوئی اور باپا کی اولاد میں سے تھے۔ ترائین کی دوسری لڑائی میں یہ مارے گئے۔ میواڑ کے راجپوتوں کو سشیشودیا راجپوت کہتے ہیں۔ علاء الدین کے چتور پر چڑھائی اور ہمیر کے چتور کو واپس لینے کا حال تمکو معلوم ہے۔ اس کے بعد کے راناؤں میں کنبھ اور سنگرام نے گجرات اور مالوہ کے سلطانوں کو بار بار لڑائی میں ہرایا تھا اور اوس نے مسلمانوں کو ہندوستان سے نکالدینے کا خیال کیا تھا۔ بابر نے جب سلطنت مغلیہ کی بنیاد ڈالی تب سنگرام سنگھ نے اوس سے لڑنے کا مصمم قصد کیا۔ لیکن فتحپور سیکری کے پاس کھنوا کی لڑائی میں وہ ہار گیا (۱۵۲۷ء) سنگرام سنگھ کے مرنے کے بعد میواڑ ریاست میں ہل چل مچگئی۔ رانا رتن کے نابالغ ہونے کے سبب بہادر شاہ گجرات نے کئی بار

حملے کئے۔ شیر شاہ نے بھی جودھپور پر لشکر کشی کی اکبر نے سنہ ۱۵۶۷ء میں چتوڑ گڈھ لے ہی لیا۔ پھر بھی رانا اودے سنگھ کے بیٹے رانا پرتاب سنگھ بہت دنوں تک مغلوں سے لڑتے رہے آخر رانا امر سنگھ نے جہانگیر کی اطاعت قبول کر لی۔ (سنہ ۱۶۱۴ء)

خلاصہ

سنہ ۱۴۱۴ء - سنہ ۱۴۵۰ء - خاندان سید
سنہ ۱۴۵۰ء - سنہ ۱۵۲۶ء - خاندان لودی
سنہ ۱۴۵۰ء - سنہ ۸۹ء - بہلول
سنہ ۱۴۸۹ء - سنہ ۱۵۱۷ء - سکندر
سنہ ۱۵۱۷ء - سنہ ۱۵۲۶ء - ابراہیم

سنہ ۱۳۹۹ء - خواجہ جہان نے جونپور ریاست کی بنیاد ڈالی
سنہ ۱۴۷۶ء - بہلول لودی نے جونپور فتح کیا
سنہ ۱۴۰۱ء - مظفر شاہ نے ریاست گجرات کی بنیاد ڈالی
سنہ ۱۴۰۱ء - دلاور خان نے ریاست مالوہ قایم کیا
سنہ ۱۵۳۰ء - بہادر شاہ نے مالوہ جیتا
سنہ ۱۵۷۲ء - اکبر بادشاہ نے ریاست گجرات کو جیتا
سنہ ۱۳۴۰ء - الیاس شاہ نے ریاست بنگال کی بنیاد ڈالی

سنہ ۱۵۷۶ء ۔ اکبر نے ریاست بنگال کو جیتا
سنہ ۱۳۳۶ء ۔ ہری ہر اور بکا راے نے وجے نگر ریاست کی بنیاد ڈالی
سنہ ۱۵۶۵ء ۔ تالیکوٹ کی لڑائی
سنہ ۱۳۴۷ء ۔ حسن شاہ نے بہمنی ریاست کی بنیاد ڈالی
سنہ ۱۴۰۰ء ۔ سنہ ۱۴۲۲ء ۔ فیروز شاہ
سنہ ۱۴۲۲ء ۔ سنہ ۳۵ء ۔ احمد شاہ
سنہ ۱۴۸۲ء ۔ بہمنی ریاست ٹوٹ گئی

(۹) دلّی سلطنت کے زمانے میں مُلک کی حالت

دلّی کے سلطان ۔ قران کے قاعدوں کے مطابق دلّی کا سلطان صرف ہندوستان کی سلطنت کا مختار نہیں تھا بلکہ وہ دینی معاملوں کا بھی افسر تھا ۔ پس اوس کو مجبور ہو کر دینی متعصب فقیہوں اور عالموں سے متفق الراے ہو کر حکومت کرنی ہوتی تھی ۔ جو سلطان ایسا نہ کرے اوس کی شکایت ہوتی تھی ۔ دیندار مسلمان سلطان کے فرائض یہ تھے ۔ بُت پرستی کو موقوف کرنا ۔ جو مسلمان اپنے دینی احکام کے عامل نہ تھے اون کو تنبیہ کرنی ۔ کافروں کو اسلام قبول کرنے کی تدبیر کرنی ۔ تقریباً تمام سلاطین دہلی ان فرائض کو عمل میں لاتے رہے ۔ فقط علاء الدین اور محمدؐ تغلق نے اس سے جداگانہ کام کئے ۔ اس لئے علماے دین اسلام ان دونوں بادشاہوں سے ناخوش رہا کئے ۔ ان دو سلاطین نے ملکی قواعد کو دینی قواعد سے جدا کرنے کی کوشش کی ۔ مگر فیروز تغلق

اور سکندر لودی کو اسلامی تعصب بہت تھا اسوجہ سے عالم دین اونکی تعریف بہت کرتے ہیں۔

فوج ۔ پہلے پہل فوج میں فقط مسلمان ہوتے تھے ۔ یہ لوگ صرف اپنے سردار کو مانتے تھے ۔ سلطان سرداروں کو جاگیر دیتا تھا۔ علاؤ الدین نے ان سبھوں کو محض ملازمان شاہی بنالیا اور تنخواہیں دینے لگا۔ اس نے گھوڑوں کو داغ دینے کا دستور جاری کیا۔ لیکن فیروز تغلق نے جاگیر دینے کی رسم کو پھر بحال کردیا۔ لوٹ کے مال کا پانچواں حصّہ اور جنگی معرکوں کے غلام یہ دونوں چیزیں لشکر کو بانٹ دیجاتی تھیں۔ سلطان دہلی کے زوال کے بعد جب افسران سلطان خود مختار ریاستوں کے مالک ہوگئے اوسوقت ہندوؤں کا لشکر بھی رکھا جاتا تھا۔

طرز حکومت ۔ تمام سلاطین خود رائے ہوتے تھے ۔ تاہم اونکو امور سلطنت میں مدد دینے کے لئے مجلس خاص اور مجلس عام ہوتی تھیں۔ مجلس خاص میں اعلےٰ درجے کے لوگ ہوتے تھے۔ سلطان اون سے آئین جنگ و پیکار کے باب میں مشورہ کرتا تھا۔ معمولی لوگوں کے لئے مجلس عام تھی ۔ اس مجلس میں کاروبار بہت شان و شوکت سے ہوتے تھے ۔ افسر دست بستہ کھڑے رہتے تھے ۔ اس مجمع میں شریک ہونے کے لئے درخواست دینی ضرور تھی ۔ یہاں ہر قسم کے کام انجام پاتے تھے ۔ مرافعات کا انصاف ہوتا تھا۔ ہر قسم کی اعانت اور درخواستیں سُنی جاتی تھیں۔ عاملان سرکار کی شکایت پر بھی نگرانی ہوتی تھی اور اسی طرح کے بہت کاروبار پیش کیے جاتے تھے ۔

سرکاری افسروں میں وزیر کا پایہ سب سے برتر تھا۔ وہ مالگذاری وصول کرتا تھا اور اخراجات سرکاری کا مہتمم تھا۔ دیوان عرض۔ لشکر کی نگرانی کرتا تھا۔ سپہ سالار کا عہدہ دوامی نہیں تھا۔ جب کوئی جنگ آغاز ہوتی تھی تو سپہ سالار تقرر ہوتا تھا۔ دیوان انشا ممالک ماتحت کے افسروں سے خط کتابت کرتا تھا۔ دیوان ریاست نرخ بازار کی نگرانی کرتا تھا خاص شہروں میں انصاف کرنے کے لئے قاضی مقرر ہوتے تھے۔ صدرالصدور مرافعات کی شنوائی کرتا تھا۔ آخر مرافعہ دربار میں ہوتا تھا۔ دس ہزار بلکہ زیادہ سپاہیوں کے سردار کا خطاب خان ہوتا تھا۔ ہزار کے سردار کا نام مالک ہوتا تھا۔ اور سَو کے سردار امیر کہے جاتے تھے۔

اسلام کی ترقی۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مسلمان کا جس طرح ممکن ہو اپنے دین کی ترقی کا خیال فرض سمجھا جاتا تھا پہلے حملہ آوران اسلام زبردستی مسلمان بناتے تھے عرب کے حملہ آور۔ محمود غزنوی۔ فیروز۔ تیمور۔ سکندر لودی اسلام کے پھیلانے میں جبر کو کام میں لائے۔ چند لوگوں نے طمع میں آکر ہی فتمند بادشاہوں کا دین قبول کرلیا یہ لوگ زیادہ تر پست قوموں کے تھے۔ بعضے جزیہ اور ایسے سخت محصولوں سے مخلصی پانے کی خواہش سے مسلمان ہوگئے۔ فیروز تغلق نے آخرکار روادای سے بہت مسلمان بنائے۔ بعضے ہندوستان کے باہر سے آکر یہاں بس گئے۔ یہ لوگ پہلے ہی سے مسلمان تھے۔ اور بعضے لوگوں نے صوفی درویشوں کے دام میں پھنسکر اسلام قبول کرلیا۔ اسی طرح تمام ملک ہند میں دین اسلام دائر وسائر ہوگیا۔ ہندو اور مسلمانوں میں بہت اتفاق ہوگیا اسی سے آجتک مشرقی بنگالے۔ کشمیر۔ پنجاب اور سندھ کے

زیادہ تر لوگ مسلمان ہیں۔

صوفیوں کا ملک۔ فتح اسلام کے بعد اس ملک میں تصوف کو لوگ ماننے لگے اور ۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک یہ طریقہ خوب ہی عروج پکڑ گیا۔ طریقہ تصوف دین اسلام کی ایک شاخ ہے۔ اس کا آغاز ایران سے ہوا۔ حکیم سنائی غزنوی اور فرید الدین عطار (گیارہویں صدی) اور جلال الدین رومی (بارہویں صدی) اس طریقے کے بہت مشہور شخص ہوئے ہیں۔ لیکن متعصب شریعت کے پابند مسلمانوں نے انکو بہت آزار دئے۔ اس ملک میں امیر خسرو (۱۲۹۰ء) خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (۱۱۴۲ء سے ۱۲۳۹ء) پنجاب میں پاک پٹن کے خواجہ فرید الدین شکر گنج (۱۱۷۳ء سے ۱۲۶۵ء) گلبرگہ کے خواجہ بندہ نواز (۱۳۲۲ء سے ۱۴۲۲ء) وغیرہ وغیرہ بڑے نامی گرامی صوفیوں کے سرآمد ہو گئے ہیں۔ ان میں سے امیر خسرو سلاطین ہند کے خاص شاعر تھے۔ مگر اور صوفیوں نے صلح سے رغبت دلا کر بہت ہندوؤں کو دین اسلام میں شامل کر لیا۔ صوفی طریق کے فرقے کئی ایک ہیں۔ ہر ایک کا سردار کوئی پیر یا مرشد ہوتا ہے۔ جس فرقے کا جو بانی ہے اوسی کے نام سے وہ فرقہ بھی نامزد ہوتا ہے۔ ہر ایک پیر کے قواعد وضوابط بھی جدا جدا ہوتے ہیں۔ صوفی طریق ویدانت سے بہت مشابہ ہے اسکا اصلی اصول ہمہ اوست ہے یعنے سب کچھہ وہی ہے۔ ذاتوں کا فرق اور بت پرستی بھی یہ لوگ نہیں مانتے۔ خلوص و محبت پر بہت توفیق رکھتے ہیں۔ دیسی زبانوں میں اپنے طریقے کی باتیں عمل میں لاتے ہیں اور پیر کو خدا کی تصویر سمجھتے ہیں۔

نئے نئے مذاہب جو آخر وقت میں قایم ہوئے ہیں اور جن میں خلوص دل کا مرتبہ بہت بڑا سمجھا جاتا ہے۔ اِنکے بانیوں کے خیالات پر تصوف پڑا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ چنانچہ نانک نے بیشک وشبہہ اپنے دینی قواعد صوفیوں سے استمداد کئے ہیں۔

ہندوؤں کی حالت۔ ابتدائی حملہ کرنے والوں نے ہندوؤں پر ایسا ظلم و ستم کیا کہ ہندو لوگ بہت ہی ڈر گئے۔ دم تیغ پر دعوت اسلام۔ لاکھوں ہندو لوگ بھیڑ بکریوں کی طرح سفر وحضر میں بیچ ڈالنا انکی عبادت اور خلوص کے خاص دیسیلے دیوتاؤں کے مندروں اور علی کے خاص مقاموں کو برباد کر دینا۔ غیر مسلموں پر بے سبب ظلم کرنا۔ اِن باتوں کے خوگر قدیم ہندو نہ تھے۔ جب لشکر اسلام نے اِس ملک پر ایسی شدت شروع کی تو ممکن ہے کہ ہندو لوگ کچھہ دنوں تک ناچار ہو کر دم بخود رہے مگر بہت جلد یہ خوف و ہراس جاتا رہا تب اپنے دین اور مال اور جان کی حفاظت کے لئے آمادہ جنگ و جدال ہو گئے اور متواتر تین سو سال تک دست بشمشیر رہے سلطانوں کو انتظام ملکی میں ہندوؤں نے مدد نہ دی۔ اور سلطانوں نے بھی انکے ساتھ بہت سختی کی۔ جزیہ لگایا۔ نہ لشکر میں جگہہ دی نہ سرکاری نوکریوں کا مستحق رکھا مسلمان کسانوں سے بہت زیادہ خراج دینا پڑتا تھا۔ علاالدین نے پیداوار کا آدھا حصّہ لیا اور محمد تغلق نے مالگذاری بہت بڑھادی۔ اِسکے علاوہ ہندوؤں کے دینی کاروبار پر ہمیشہ مزاحمتیں ہوتی تھیں۔ انکے مندر اور مٹھ تڑوا دیئے جاتے تھے اور نئے مندر بنانے کی اجازت نہیں دیجاتی تھی۔ میلے بند کر دیئے جاتے تھے۔ فیروز تغلق اور سکندر لودی نے ایسا ہی کیا۔ مسلمانوں کے ظلم و تعدی کے تذکرے ہیں

بنگالے کے شاعر مکند رام اور بجے گپت نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر خوشی کی بات یہ ہے کہ اگرچہ اتنی تعدی و بیداد سہی مگر ہندوؤں کی تہذیب نابود نہیں ہوگئی کیونکہ اُن میں بھی بڑے بڑے سمرتی جاننے والے پنڈت اچھے اچھے مذہبی اصلاح کنندے اور ادبیات کے اعلیٰ اوستاد نمودار ہوئے تھے اس کا اصل باعث یہ ہے کہ ہندوؤں کی جماعت بطور سابق قایم رہی اور برہمنوں کے اختیار داعزاز میں بھی فرق نہیں آیا۔ ملک کے لوگ برہمنوں کو مانتے تھے اگرچہ مسلمانوں کا قبضہ بہت شہروں پر ہوگیا تھا۔ مگر زوال سلطنت دہلی کے بعد جب چھوٹی ریاستیں پیدا ہوگئیں اُسوقت سے ہندو مسلمانوں کے علاقہ باہمی کی حالت بالکل بدل گئی۔ اپنی حفاظت کی نظر سے یہ مسلمان سلطان زیادہ تر ہندوؤں سے بہت محبتانہ سلوک کرتے تھے لشکر اور دربار میں بھی زیادہ تر ہندو لوگ ہوتے تھے۔ محمد تغلق کا بھی ایک خاص افسر ہندو تھا اور اوس کا نام رتن تھا۔ اس اتفاق کا اثر جماعت اور دین پر بھی پڑا۔

عام لوگ پیروں اور فقیروں کو ماننے لگے۔ چنانچہ غازی میاں۔ ستّ پیر۔ شب برات۔ محرم کا تعزیہ۔ بعضے پیروں کی درگاہوں کا میلہ آجتک رائج ہے۔ خلوص دلی کے مسلے کے جاری کرنے والے سردار دین ہند و مسلمان دونوں کو اپنے گروہ مذہبی میں شریک کر لیتے تھے۔ اسی طرح جب ہندوؤں میں عوام الناس پیروں اور فقیروں کو ماننے لگے تو مسلمان بھی ہندو دیوتاؤں کا ادب کرنے لگے۔ مسجد کے بلند میناروں کے پہلو میں مندر کی اونچی چوٹی نظر آنے لگی اور محرم

اور عید کے ساتھ ہندو مذہب کے مخصوص دنوں کی بھی رسمیں ادا ہونے لگیں۔ رفتہ رفتہ مسلمان بھی عربی فارسی کو بھول کر اس ملک کی زبان کو اپنی مادری زبان سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ ہندو اور مسلمانوں نے بنگلے اور ہندی میں شعر بھی کہے۔ پھر مسلمان مجبور ہو کر ہندو عورتوں سے مزاوجت بھی کرنے لگے۔ رانائی بھمی کی بیٹی کے ساتھ تغلق کی شادی ہوئی۔ فیروز شاہ بہمنی کا ازدواج دیو رائے کی بیٹی سے۔ خضر خاں خلجی سے دیول دیوی کا پیوند۔ یہ چند خاص نمونے ہیں اس اتفاق کی بنیاد پر خاندان مغلیہ کی پختہ عمارت تعمیر ہوئی تھی۔

خلوص دلی کا جوش۔ جب اسلام کی ترقی کے ساتھ ہندو مذہب کا قیام ایک جگہ ہوا تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندو جماعت دینی کے دو حصے ہو گئے۔ برہمنوں نے سناتن دھرم کے رسم و رواج کو از سر نو ترتیب دیکر بہت سی سمرتی کی کتابیں تصنیف کیں۔ اس کا نام نئی سمرتی ہو گیا ہے۔ اس میں چھوت کھانے پینے کا پرہیز۔ غیر ملکوں کے سفر۔ سمندر کا سفر۔ ان کے قانون بہت سخت بنائے گئے۔ یہ لوگ قدامت پرست تھے۔ ذرا ذرا سی فروگذاشتوں پر یہ لوگ اپنی جماعت سے باہر کر دیتے تھے۔ پھر کچھ لوگوں نے آزادانہ گروہ قایم کر اس کی مخالفت کی۔ یہ ذات۔ چھوت۔ کھانا پینا۔ ان کے قاعدوں میں کچھ تخفیف کیا چاہتے تھے۔ انھوں نے رامانج کی تعلیم دہ دویت باد۔ یا بھگتی باد بزور دیکر ایک بہت بڑی تحریک پیدا کی۔ لیکن فرق اتنا ہی تھا کہ رامانج ذات کے تفرقہ کو مانتے تھے اور اس گروہ نے ذات کے امتیاز کو بالکل مٹا دیا اور اس گروہ نے سلیس زبان میں عام لوگوں کو

سکھایا کہ خدا کی نظر میں سبھی برابر ہیں۔ خدا سے خلوص پیدا کرے تو ہر جاندار کی نجات ہوسکتی ہے۔ یہ گروہ مسلمانوں سے پرہیز نہیں رکھتا تھا۔ بہت مسلمان ان فرقوں کے پیرو ہوگئے۔ ان اصلاح دہندوں میں رامانند۔ کبیر۔ نانک اور چیتنیہ بہت نامی گرامی ہیں۔

رامانند۔ (سنہ ۱۳۰۰ع تا سنہ ۱۴۰۰ع) شروع میں رامانج کے چیلے تھے انھوں نے اپنی علیحدہ جماعت قایم کی جسکا نام رامائت ہوا۔ رامانجیوں کی طرح رامانند کھانے پینے کی چھوا چھوت نہیں مانتے تھے۔ وہ بناوٹی ڈھکوسلوں کو مذہب نہیں کہتے تھے اور نہ ذات وقوم کا فرق مانتے تھے۔ ان کے چیلوں میں ایک نائی۔ ایک چمار۔ اور ایک مسلمان بھی تھے۔ انھوں نے کاشی (بنارس) کو اپنا خاص مقام بنایا۔

کبیر۔ (سنہ ۱۳۸۰ع تا سنہ ۱۴۲۰ع) رامانند کے شاگردوں میں سے تھے اور ذات کے مسلمان جولاہے تھے۔ کبیر نے ہندو اور مسلمان کو ایک مذہب میں لانے کی کوشش کی۔ وہ دونوں کے عیبوں کو صاف صاف کہدیتے تھے۔ فرق ذات اور بت پرستی کے رواجوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دنیاوی کارروائیوں کو مایا بتاتے تھے۔ اونکی رائے یہ تھی کہ کل آدمیوں کا حق برابر ہے۔ اونکی جماعت کا نام کبیر پنتھی ہوا۔ انھوں نے ملکی زبان میں بہت سی نظمیں لکھی ہیں۔

نانک۔ پنجاب کے باشندے تھے۔ سنہ ۱۴۶۹ع میں پیدا ہوئے یہ چھتری

قوم کے تھے۔ بچپن ہی سے نانک مذہب کے متعلق باتیں سُننے کا بڑا حوصلہ رکھتے تھے۔ اون کے والد ماجد کی خواہش تھی کہ نانک روزگاری بنے۔ اِس غرض سے اون کے ہاتھ کچھ روپیہ دیکر اوتھیں کسی شہر میں بھیجا۔ لیکن نانک نے کُل روپیہ سادھو فقیروں کو کھلا دیا۔ بعد اس کے اُنھوں نے ہندو اور مسلمان مذہب کی کتابوں کو پڑھکر یہ رائے قایم کی کہ سب مذاہب ایک ہیں اور ایشور (خدا) بھی ایک ہی ہے۔ ایشور کے سامنے کیا ہندو اور کیا مسلمان سبھی کوئی برابر ہے۔ جس کا دل صاف ہو وہی سچا ہندو ہے۔ اور جس کی زندگی پاک ہو وہی سچا مسلمان ہے۔ بہت سے ہندو اور مُسلمان اون کے چیلے بنے وہ اون کو اپنا "سکھ" (شاگرد) کہتے تھے۔ سکھ لوگ شروع میں بڑے صلح پسند مزاج کے ہوتے تھے۔ لیکن مغل بادشاہوں کے ظلم سے بگڑ کر وہ جنگجو بن گئے۔

چیتنیہ - (۱۴۸۶ء - ۱۵۲۷ء) کی پیدائش ندیا (بنگال میں) ہوئی تھی جب اون کی عمر ۲۴ سال کی تھی تب ہی وہ سادھو ہو گئے وہ پکّے ویشنو تھے اور اونھوں نے پہلے پہل کرشن پوجا کی رسم نکالی۔ وہ بھی ذات کے رواج کو نہیں مانتے تھے۔ ایک مسلمان اون کا شاگرد تھا۔ اون کی رائے یہ تھی کہ بھگتی (عشق) پیدا ہونے سے بڑے بڑے پاپیوں کو مکتی (نجات) مِلسکتی ہے۔ چیتنیہ کے پہلے لوگوں کا یہ یقین تھا کہ دھوم دھام سے پوجا کرنے سے ہی خدا ملتا ہے۔ لیکن چیتنیہ نے اُنکو سمجھا دیا کہ بغیر عشق صادق کے خدا نہیں ملتا۔

چیتنیہ کے وقت سے بنگلہ زبان کی بڑی ترقی ہونے لگی۔

زبان اُردو کی پیدائش ۔ عالموں کی رائے ہے کہ چودھویں صدی کے آخیر حصہ میں اس زبان کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس میں ہندی عربی اور فارسی کے الفاظ ایک ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ تم کو معلوم ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کیا تب ہی سے ترکستان ۔ عربستان ۔ ایران اور دوسرے دُور دُور کے ملکوں سے مسلمان لوگ اس مُلک میں آنے لگے۔ اب ایسی ایک زبان کی ضرورت ہوئی جسکو سب سمجھ سکیں۔ اس ضرورت کا نتیجہ اُردو زبان ہے۔ سلطانی فوج میں ہر ایک مُلک کے لوگ داخل کر لئے جاتے تھے۔ اسی لئے لشکر میں اس زبان کا استعمال ہونے لگا۔ ترکی زبان میں اُردو بازار لشکر کو کہتے ہیں۔ یہ زبان ہندو مسلمانوں کے اتفاق کا خاص نتیجہ ہے۔

ادبی کارروائیاں ۔ اس زمانے کو ادبیات کا عہد زرّیں کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ سنسکرت کے علاوہ دیسی زبان ۔ جیسے بنگلہ ۔ ہندی ۔ گجراتی ۔ مراٹھی کے بڑے بڑے نامی شاعر اسی زمانہ میں ہو گئے ہیں۔ فارسی زبان میں بھی کئی نایاب تاریخیں لکھی گئیں۔ سنسکرت میں وگیانیشور نے "متاکشرہ" قانون کی کتاب لکھی۔ پندرہویں صدی میں جیموت باہن نے "دای بھاگ" کو لکھا انھیں دنوں مشرقی بنگال میں ساہتیہ درپن بنی۔ وجے نگر کے مادھو آچاریہ اور سانیا چاریہ (پندرہویں صدی) نے سنسکرت زبان میں سرو درشن سنگرہ اور ویدوں کی ٹیکا لکھیں۔ بہار میں چنڈیشور ٹھاکر اور بنگالے میں رگھونندن سرومنی نے

سمرتی پر بہت بیش بہا کتابیں لکھی گئیں۔ سلطانوں کی ہمّت افزائی سے بنگلہ زبان نے خوب ترقی کرلی۔ کیرتی داہیں اوجھا نے "رامائن" لکھی (سولھویں صدی) دویاپتی اور چنڈی داس کی کرشن لیلا کے متعلق اشعار نہایت بے بہا ہیں (پندرہویں صدی) ان میں دویاپتی متھلا کے رہنے والے تھے۔ چتنیہ کے شاگردوں نے سیکڑوں اچھی اچھی کتابیں لکھیں ان میں سے گیانداس بڑے نامی ہیں۔ ہندی زبان میں کبیر کے علاوہ سور داس نے "سور ساگر" تصنیف کیا اور میرا بائی نے کرشن لیلا کے بارے میں میٹھے اشعار کہے۔ مہاراشٹر میں بام دیو اور گجرات میں دادو اسی وقت میں ہوئے تھے۔ ان دنوں فارسی زبان میں کئی عمدہ تواریخیں لکھی گئیں۔ منہاج الدین نے طبقات ناصری لکھی سراج عفیف نے تواریخ فیروزی لکھی۔ امیر خسرو بلبن اور علاء الدین کے شاعر بھی تھے۔ عبداللہ نے "تواریخ داؤدی" لکھی۔

جماعت۔ اسی زمانہ میں کم سنی کی شادی کا رواج ہوگیا۔ لوگ سمجھنے لگے کہ سات آٹھ سال کی لڑکیوں کا بیاہ دینا فرض ہے امیر لوگ کئی شادیاں کرتے تھے۔ لڑائی میں شکست ہونے کے بعد راجپوت اپنی بہو بیٹیوں کو جلا دیتے تھے اور ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر فوج میں کود پڑتے تھے۔ اس رسم کا نام جوہر تھا۔ اسکی تحریص سے مسلمان بھی ایسا کرنے لگے تھے۔ تیمور نے اپنی کتاب میں ایسا ایک دفعہ بیان کیا ہے۔ علاء الدین نے جب دوآب میں ہندوؤں سے محصول لینے میں بہت زیادتی کی تو ایک مورّخ لکھتا ہے کہ بڑے خاندان کی عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں خدمت کرنے لگی تھیں۔ ہندو عورتیں بیوہ

ہوکرستی ہو جاتی تھیں مگرستی ہونے کے لئے سلطان کی اجازت لینی ہوتی تھی۔ پردے کا رواج بہت سخت اور عام ہو گیا۔ مسلمان لوگ عیش و آرام میں بسر کرتے تھے اونکی اخلاقی خرابیاں بھی اور بگڑ گئی تھیں۔ مئے خواری۔ قماربازی لونڈیاں رکھنی روزمرہ کے رواج تھے۔ معزز دولتمند خاندان کی عورتیں چرخہ کاتتی تھیں ان کے لئے گھر سے باہر جانا غیر ممکن تھا۔ غلام لونڈی رکھنے کا رواج بہت زیادہ تھا۔ پرانی بنگلہ کتابوں کے پڑھنے سے جماعت کے رسم و رواج کی نسبت بہت کچھ پتہ چلتا ہے۔ ان دنوں لوگ تھوڑی ہی سی مقدرت میں خوش رہتے تھے اور اون کی ضروریات بھی تھوڑی تھیں۔ رامائن کے مصنف کیرتی داس اوجھا نے گوڑ کے سلطان کی دی ہوئی ایک "پٹوے کی دھوتی" بڑی خوشی کے ساتھ پہنی۔ چیتنیہ کے وقت میں تین روپیہ کا ایک بھوٹیا کمل نایاب سمجھا جاتا تھا۔ زیادہ تر لوگ زراعت پیشہ تھے تجارت کرنے کے لئے سمندری سفر کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ جہاز کے کپتان کا نام "گابور" تھا۔ ملاح "ساری" گاتے ہوئے کشتی چلاتے تھے۔ سمندر میں لہر اوٹھنے پر ملاح لوگ تیل چھوڑ کر اوسے دباتے تھے۔

کاریگری۔ دلّی کے سلطانوں کے زمانہ میں ہندوستان کے ہر ایک حصہ میں بڑی مشہور عمارتیں اور مسجد بنگئیں دلی کا قطب مینار التمش کے وقت میں تعمیر ہوا تھا۔ جونپور کی۔ نامی اٹالہ کی مسجد۔ بنگالہ میں پانڈوا کی ادینہ مسجد گوڑ کی سونا مسجد اور جنوب میں بیجاپور۔ احمد نگر اور وجے نگر کی

بڑی بڑی عمارتیں بھی اُسیوقت تعمیر ہوئی تھیں۔ اقلیدس کی شکلوں کے مطابق باغچہ اور پھلواریاں بھی بننے لگی تھیں۔ سلطان لوگ مذہب کے بڑے پکے تھے۔ اسلئے اون دونوں مصوّری میں زیادہ ترقی نہیں ہوسکی کیونکہ پیغمبر صاحب کی ممانعت تھی کہ مصوّر السنان ملکہ کُل جانداروں کی شبیہیں نہ کھینچیں۔ فیروز تغلق نے آرائش کی نظر سے بھی تصویریں کھینچی بندکردیں۔ پھر بھی پھل پھول اور اقلیدس کی شکلیں بہت عمدہ کھینچی جاتی تھیں۔

زراعت وتجارت۔ دلّی کے سلطانوں کے وقت میں اِس مُلک کے لوگوں کو کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ تھی علاءالدین کے زمانہ میں لوگوں کی آمدنی کم تھی۔ لیکن اناج بہت سستا تھا۔ لکھا ہے۔ میرے ایک ملاقاتی تاجر ابن بطوطہ بنگال میں کچھہ دن تک رہے تھے اون کے کنبہ میں تین آدمی تھے۔ وہ اپکی بیوی اور ایک نوکر اِس کنبہ کا سالانہ خرچ ۱۲؏ روپیہ تھا۔ ایسی حالت میں کسانوں کے ہاتھہ زیادہ روپیہ نہیں لگتا تھا۔ لیکن کوئی بھوکوں نہیں مرتا تھا۔ کوئی زمین اوسر نہیں پڑتی تھی۔ ہر ایک رعیت کے مکان کے چاروں طرف باغیچے اور کھیت ہیں۔ وہ سمندر کے کنارے کی جگہوں کی ترقی دیکھکر اچنبھے میں آگیا تھا۔ لیکن پانی نہ برسنے کے سبب جابجا ملکوں میں قحط پڑتا تھا۔ جس سے لوگوں کو بہت تکلیف اوٹھانی ہوتی تھی۔ قحط کے وقت بہت لوگ بھوکوں مرتے تھے۔ سلطان اور امیر لوگ حتی الامکان اناج تقسیم کرکے لوگوں کی مدد ضرور کرتے تھے۔

لیکن ریل کے نہ ہونے سے زیادہ اناج ایک ساتھ نہیں لا سکتے تھے۔ اور
رعیت بغیر اناج کے مرتی تھی۔ ان دنوں مسلمان تاجروں کی طرح ہندو
تجار بھی دُور دُور کے ملکوں میں تجارت کرنے کے لئے جاتے تھے۔ وہ
مغرب میں ایران۔ عرب۔ افریقہ۔ مصر۔ تک اور مشرق میں مُلک چین
تک ہمیشہ آتے جاتے تھے۔ اس مُلک سے اناج۔ چینی۔ روئی۔
مصالح طرح طرح کے کپڑے اور عمدہ اجناس باہر بھیجے جاتے تھے۔ گولکنڈے
سے قیمتی پتھر۔ مغربی ساحل سے خوشبودار چیزیں اور بنگال سے کپڑے
اور اناج غیر ملک کے تجار بڑی خواہش کے ساتھ لیجاتے تھے۔ اسوقت
بھی عرب کے تاجروں کے ہاتھ سے اس ملک کی چیزیں یورپ کو جاتی
تھیں اور اس ملک کی بنی ہوئی چیزیں وہاں نہایت قیمتی سمجھی جاتی تھیں
دلی کے سلطنت کے آخر دنوں میں جب پُرتگیز لوگوں نے ہندوستان
میں آنے کا سمندری راستہ نکالا (۱۴۹۸ء) تب سے یورپ کے
ساتھ سیدھے ہمارے مُلک کی تجارت شروع ہوگئی۔ مسلمانوں کے
فتحمندی کی نسبت بہادری میں اسوقت ہندو کسی طرح مسلمانوں سے کم
نہ تھے پھر بھی فنون جنگ میں مسلمان ہندوؤں سے بڑھکر تھے۔ مسلمان
صرف ایسے مقامات لینے کے لئے لڑتے تھے جسکی فن جنگ کے
مطابق کچھ خوبی ہو۔ ان دنوں ہندوؤں میں میل بالکل نہ تھا۔ مسلمانوں کی

تعداد ایک تو کم تھی دوسرے اجنبی تھے اسی لئے ان میں میل زیادہ تھا۔
مسلمان لوگ گھوڑے پر سوار ہو کر لڑتے تھے۔ پہلے پہل ہندو ہاتھیوں پر
زیادہ بھروسہ رکھتے تھے پھر کسی ملک پر فتحیاب ہونے کے بعد مسلمان
لوگ ہندوں کی قومی رسوم و قواعد میں دخل اندازی نہیں کرتے تھے
اس لئے عام لوگوں کو بہت عرصہ تک پتہ ہی نہیں لگتا تھا کہ ریاست مسلمانوں
نے جیت لی ہے۔ فوج میں بھی ہندو لوگ ذات کا خیال رکھکر کام کرتے تھے
اسلئے یا تو اون کو بھوکوں لڑنا پڑتا تھا۔ یا نین قنوجیوں کو تیرہ چولھے بنانے پڑتے
تھے۔ آخر بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا دینی جوش ہندوؤں سے بہت زیادہ
تھا۔ مسلمانوں کا کامل اعتقاد تھا کہ فتح پائینگے تو دنیا کے مالک بنینگے اور
لڑائی میں مارے جائینگے تو شہید ہونگے۔ اسی ہمت افزائی سے اون کی
طاقت بہت بڑھگئی۔ اُن دنوں ہندوؤں میں دینی خیالات اتنے مکمل نہیں
تھے اور انھیں وجہوں سے انتہا تک مسلمان فتحیاب ہوئے۔

(۱۰) ہندمین پُرتگیز سوداگر

درمیانی زمانے کی سوداگری۔ ہندوستان کے مسلمان فتحمند شمالی و مغربی
گوشے سے خشکی کی راہ اس مُلک میں آئے تھے۔ مگر یہاں کے عیسائی فتحمند
سوداگر دکھن کی طرف سے تری کی راہ یہاں وارد ہوئے۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے
کہ اسلامی دنیا میں جب عربوں کا دبدبہ بہت بڑھا ہوا تھا اوسیوقت سے انہوں نے

ہندوستان کی پوری سوداگری اپنے اختیار میں کرلی تھی ۔ پندرہویں صدی تک برابر یہاں کی سوداگری اونھیں کے ہاتھ میں رہی ۔ عرب اور ایران کے لوگ ہندوستان سے ریشم اور سُوتی کپڑے ۔ جواہرات ۔ رنگ ۔ خوشبودار چیزیں ۔ اور ہر قسم کے مصالحے لیجاکر بحیرۂ روم کے مشرقی بندرگاہوں تک پہنچاتے تھے ۔ وہاں سے وینس اور جنیوا (مُلک اطالیہ میں) کے سوداگر یہ چیزیں اون سے خریدکر یورپ کے ملکوں میں صد چند قیمت پر بیچتے تھے اندنوں یورپ سے صرف ہر قسم قسم کے اونی کپڑے ۔ چمڑے ۔ بٹن ۔ اور شیشے آلات اِس مُلک میں آتے تھے ۔ چودہویں اور پندرہویں صدی میں وینس اور جنیوا سے بڑھکر کوئی شہر متمول نہ تھا کیونکہ یہی دو شہر ہندوستانی تجارت کے مرکز تھے ۔ اون دنوں ہند سے تجارت کرنے کے لئے دو خاص راستے تھے (۱) روم اور بحیرۂ روم کی مشرقی بندرگاہوں سے خشکی خشکی خلیج فارس تک آتے تھے پھر وہاں سے تری تری ہند کی مغربی ساحل تک پہنچتے تھے (۲) خشکی خشکی مصر کو طے کرکے سویز میں پہونچتے تھے پھر بحیرۂ قلزم سے تری تری ہند کے مغربی ساحل تک پہونچتے تھے ۔ لیکن ۱۴۵۳ء میں ترکیوں نے روم فتح کیا اور رفتہ رفتہ بحیرۂ روم کے مشرقی طرف اپنا اقتدار خوب قایم کرلیا ۔ اِس سبب سے وینس اور جنیوا کا اختیار ہندوستانی تجارت پر کچھ بھی نہ رہا ۔ اِسطرح جب مسلمانوں نے پوری تجارت عیسائیوں کے ہاتھ سے نکال لی تو عیسائی اِس فکر میں ہوئے کہ ہندوستان میں آنے کا سیدھا تجارتی راستہ ڈھونڈھنا

نکالنا چاہیئے۔ خشکی کا راستہ تو مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ اِسلئے عیسائیوں کو تری کا راستہ تلاش کرنا پڑا۔

تری کے راستے کی تلاش۔ یورپ کی مختلف قوموں نے جس وقت سے تری کے راستے کی جستجو میں اپنی تمام عقل اور لیاقت علمی صرف کردی اُسی وقت سے بہت سے نئے نئے مقام ڈھونڈکر ظاہر کئے گئے۔ اسپین والوں نے ۱۴۹۲ء میں کلمبس کی حسب ہدایت واعانت امریکہ کو ظاہر کیا۔ پُرتگالیوں نے افریقہ کے اکثر مقام ظاہر کئے۔ انگریزوں نے جزیرۂ نیو فونڈلینڈ اور لابرے ڈور ڈھونڈھ کر ظاہر کئے اور روسیوں کے ساتھ تجارتی علاقہ پیدا کرلیا۔ اور ناروے والوں نے ممالک قطبی کے بہت سے مقام ڈھونڈھ کر ظاہر کردیئے۔ پُرتگیز کے شاہزادے ہنری نے جہاز رانی اور نقشہ کشی دنیا کے حاصل کرنے میں تمام عمر تمام کردی (۱۴۶۰ء میں ہنری مرگئے)

واسکوڈاگاما۔ آخرکار ۱۴۹۷ء ماہ جولائی میں کپتان واسکو ڈاگاما تین جہاز لیکر بحری سفر پر مستعد ہوگیا۔ اور لسبن سے روانہ ہوا۔ ۲۰ نومبر تک راس اُمید کے گرد اگرد راستے کو طے کرچکا تھا ۱۴۹۸ء یکم مارچ کو موزمبق کے ساحل پر آگیا۔ وہاں اوس نے پہلے پہل عربوں سے واقفیت پیدا کی۔ اپریل میں ممباسا تک پہنچ گیا۔ اور یہاں ابتدائی موقع پر ہندوستانی سوداگروں کو پایا۔ پھر ایک عرب کا بحری راہنما اوس کا مددگار ہوا اور جولائی میں کالی کٹ تک آگیا۔ دنیا کی تواریخ میں یہ دن یادگار رہے۔ یہ تری کا

راستہ جب نمودار ہوگیا تو تمام ایشیا۔ افریقہ اور امریکہ کی سب تجارتیں یورپ کے ہاتھ میں آگئیں۔

تجارت کی ترقی کے ہمقدم کلیں بھی ایجاد ہونے لگیں۔ دنیا میں یورپ والوں کا بڑا دَور ہوا اور اسکے ساتھ ہی یورپ کے تمام ملکوں میں کچے مال کے مہیا کرنے والے لوگ نمودار ہوگئے۔ آخرکار اِس تجارت میں سب قوموں سے بڑھکر انگلستان والوں کا اقبال مددگار ہوا۔ اِسلئے واسکوڈاگاما نے ہندوستان میں آنے کے لئے تری کا راستہ جو تلاش کرکے نکالا اس کا تذکرہ انگریزوں کی تواریخ میں بھی بہت بڑی یادگار کا ماجرا ہے۔ اسی راستے سے یورپ کے متعصب سپاہیانہ سوداگر عربوں اور ترکوں اور ہندیوں کو نیچا دکھانے کے لئے ہندوستان میں وارد ہوگئے۔ یورپ کے ساتھ بخط مستقیم تجارت کرکے منفعت اُٹھانے کی غرض سے کالی کٹ کے راجہ زمورن نے شروع میں ڈاگاما سے بہت خوش سلوکی کی۔ لیکن اسکے بعد جب عربی سوداگران کا دباؤ پڑا تو راجہ ڈاگاما سے برخلاف ہوگیا۔ پُرتگالیوں نے اس برخلافی سے افروختہ ہوکر بہت فتنہ و فساد کیا۔ آخر سنہ ۱۴۹۹ء میں ڈاگاما وطن کو پھر گیا۔

ڈاگاما کے بعد کی چڑھائیاں۔ ڈاگاما وطن تو ضرور گیا مگر اس مُلک کے دولت و مال کی رونق اور یہاں کے لوگوں کی مُلکی امور میں ناکامیابی کی حالت اُس نے خوب سمجھ لی۔ اس راستے کے نمود ہونے کے بعد ہی پُرتگال کے بادشاہ نے اپنا یہ شاندار خطاب خود رکھ لیا "فتحمندی اور جہازرانی

اور تجارت کے بڑے سردار حبش میں اور عرب میں اور ایران میں اور ہندوستان میں تھے۔ سنہ ۱۵۰۰ء میں کپتان کبرال کے زیر اختیار ایک زبردست جہازی بیڑا روانہ ہوا۔ وہ راستہ بھول گیا اور حسب اتفاق برے زیل کا سراغ لگالیا۔ آخر کالی کٹ آیا اور ایک کوٹھی قایم کی اور لوٹ مار کرکے وطن پھر گیا (سنہ ۱۵۰۱ء) دوسرے سال واسکوڈاگاما دوبارہ ایک قوی جہازی بیڑا لیکر اس ملک میں داخل ہوا اور یکایک کالی کٹ پر حملہ کردیا۔ پرتگالیوں کے پاس توپیں اور بندوقیں تھیں اسلئے آسانی سے اس بندرگاہ پر قابض ہوگئے اور شہر کے غیر مسلح باشندوں پر بہت ظلم وجور کیا۔ پھر ڈاگاما نے اپنی ہوشیاری سے زمورن کے برخلاف جو راجہ تھے اونھیں زمورن کے مقابلہ پر ترغیب دی۔ اس چالاکی سے اوس نے مغربی ساحل پر پرتگالیوں کا رعب خوب جما دیا۔ اسکے بعد پرتگالیوں نے اور زیادہ جہاز اور لشکر افریقہ اور ہند میں بھیجا۔ اور ان مقاموں پر قلعے تعمیر کئے اور لشکر گاہیں قایم کیں۔ وہ یورپ کی اور قوموں کو اس ملک میں آنے سے روکنا چاہتے تھے اسی کی تدبیریں کیں۔ الغرض سنہ ۱۵۰۵ء میں الميڈا ہندوستان کا پہلا حاکم بنکر آیا۔ سنہ ۱۵۰۹ء میں پرتگالی جزیرہ لنکا اور جزیرہ نمائی میلے تک رسائی پیدا کر گئے۔ یہاں اونھوں نے بُرا نے قاعدے کی تعمیل کی۔ حسب ضرورت ہندو راجاؤں اور مسلمان سلطانوں کو باہم لڑا دیتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہندوؤں اور مسلمانوں میں تنازع ڈالدیتے تھے مگر ہندوؤں کی بہ نسبت مسلمانوں سے عداوت زیادہ رکھتے تھے

غرض پے در پے بیجاپور اور گجرات کے سلطانوں سے مغل بادشاہ سے ایران کے شاہ سے۔ مصر اور ترک کے سلطانوں سے وے جنگ آزما ہو گئے۔ لڑائی میں ہمیشہ غالب رہتے تھے۔ سبب یہ تھا کہ اون کے پاس توپ بندوق تھی اور جہازی بیڑا بھی بہت عمدہ تھا۔ القصہ سولہویں صدی میں پورب اور پچھم دونوں طرف پرتگالیوں سے بڑھکر کوئی قوم بحری طاقت نہ رکھتی تھی۔

البوکرک (سنہ ۱۵۰۹ء - سنہ ۱۵۱۵ء) سنہ ۱۵۰۹ء میں البوکرک خاص حاکم بنکر ہندوستان میں آیا۔ اوس نے کارروائی کرکے بیجاپور سے گوآ شہر جیت لیا (سنہ ۱۵۱۰ء) اور مغربی ساحل پر پرتگیز لوگوں کا رعب بڑھایا۔ گوآ تھوڑے ہی دنوں میں ایک خاص تجارت کی جگہہ بنگیا۔ سنہ ۱۵۱۱ء میں اُسنے ملکا شہر جیتا اور ہندوستانی مجمع الجزائر (The Indian Archipelago) میں اپنی تجارت بڑھائی۔ اوس کے بعد ہندوستانی سوداگروں سے کل تجارت چھیننے کے لئے اوس نے عدن پر حملہ کیا اور آرموز جزیرہ لے لیا۔ (سنہ ۱۵۱۵ء) البوکرک اس مُلک میں ایک بڑی ریاست قایم کرنا چاہتا تھا۔ اسلئے ہندوستان کے مُلکی انتظام میں دخل دیتا تھا۔

البوکرک کا انتظام۔ کاروبار سلطنت میں البوکرک بڑا ہوشیار تھا اسلئے کئی نئے قاعدے جاری کئے جنکی کہ اوس کے بعد آنے والے یورپ کے لوگوں نے (جیسے کہ فرانسیسی اور انگریز) نقل کی۔ اوسنے گوا کی مملکت کو کئی ضلعوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر ایک ضلع کا مالک ایک پرتگیز تھانہ دار

ہوتا تھا وہ مالگذاری وصول کرتا تھا - اور فوجداری مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا
(آجکل کے ڈسٹرکٹ کلکٹر مجسٹریٹ کے کام سے مقابلہ کرو) ہندوؤں
سے وہ بہت خوش تھا - اور دفتروں میں وہ اون کو نوکری بھی دیتا تھا - اونکو
کام سکھلانے کی غرض سے مدرسہ قایم کیا گیا - اوس نے ہی پہلے پہل یہاں کے
باشندوں کو سپاہی بنانا شروع کیا - ستی ہونے کا رواج بھی اوس نے
بند کر دیا - عادل شاہ سور کے زمانہ میں (۱۵۵۴ء) پرتگیز بنگال میں گئے
اور آہستہ آہستہ چٹگاؤں اور جزیرہ سندیپ وغیرہ (The Sandwin Isles)
میں اپنی طاقت جمائی - سو برس تک پرتگیز بغیر روک ٹوک کے تجارت کرتے
رہے فائدہ اوٹھانے کے لئے وہ لوگ کبھی کبھی بہت ظلم بھی کرتے تھے - اسلئے
شاہجہاں کے وقت میں اون لوگوں کو ہگلی سے نکالدیا گیا -

پرتگیز کا زوال - اوس کے بعد ۱۵۸۰ء میں پرتگال راج اسپین کے
ساتھ ملجانے کے سبب سے اور نئے آئے ہوئے ڈچ اور انگریز تجار کی حسد
سے اس ملک میں پرتگیز لوگوں کی ہار ہوئی - پرتگیز لوگوں کے ہار کے اور
بھی سبب موجود ہیں - اونکی تجارت کے قواعد "اجارے" (monopoly) پر
بنے تھے - یعنی وہ خود کل نفع اوٹھانا چاہتے تھے - اور دوسروں کو افریقہ اور
ہندوستان کی تجارت کرنے سے روکتے تھے - اسلئے اونکو سمندر کے کنارے
کنارے قلعے بنانے پڑے اور پہرے دار بھی رکھنے پڑتے تھے - اس میں
خرچ بہت ہوتا تھا - پھر اون کا خاص مقام گوا لڑائی کے لئے بہت اچھی جگہہ

ہونے پر بھی تجارت کے لئے ٹھیک جگہ نہیں ہے اوسکی وجہ یہ ہے ۔کہ اسکے پیچھے کلکتہ بمبئی یا رنگون کے ایسی زرخیز زمین نہیں ہے کہ پیداوار باہر بھیجی جا سکیں آخر بات یہ ہے کہ انھوں نے مذہبی حیلے سے غریب رعیت پر بہت ظلم و تعدی کی و غرور و خودمندی نے اونکی چلن کو بھی بگاڑ دیا تھا۔ پُرتگالی حاکموں کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ وے پہلے سال مسند حکومت پر بیٹھائے جاتے تھے ۔ دوسرے سال ڈاکہ مارتے تھے اور تیسرے سال گھر چلدیتے تھے ۔ وہ افریقہ سے بیشمار زنگی غلاموں کو اس ملک میں لے آئے اور تمام مغربی ساحل کے طرز و طریق کو بدلدیا۔ فائدہ اون سے یہی ہوا کہ اون کے دیکھا دیکھی یہاں کے رجواڑے بھی اپنی فوج کو یورپ کے قاعدوں کے مطابق جنگ کا ہنر سکھانے لگے اور جنگ و جدال میں توپ ۔ بندوق ۔ وغیرہ کام میں لانے لگے ابھی تک گوا ۔ ڈامن اور ڈیو جزیرے پُرتگیزوں کے قبضہ میں ہیں

خلاصہ

سنہ ۱۴۹۸ء ۔ واسکوڈاگاما ہندوستان میں آیا

سنہ ۱۵۰۵ء ۔ المیدا حاکم ہوا ۔

سنہ ۱۵۱۰ء ۔ البوکرک نے گوا فتح کیا ۔

مغلیہ شاہنشاہی کی سرگذشت

(۱۱) بابر (سنہ ۱۵۲۶ء سے سنہ ۱۵۳۰ء)

بابر سنہ ۱۴۸۳ء میں پیدا ہوا۔ اوس کا باپ تُرکی تیمور کے خاندان کا تھا۔ اوسکی ماں چنگیز خاں مغل کی اولاد میں تھی۔ اسی سے تواریخ میں اس کا نام مغل پڑا ۔ پر اصل میں وہ ترک تھا۔ بابر نے مغلیہ شاہنشاہی کی بنیاد ہندوستان میں ڈالی۔

مغلیہ شاہنشاہی کی خصوصیتیں۔ پانی پت اور دوسرے معرکوں میں فتح حاصل کرکے بابر نے جو شہنشاہی ہندوستان میں قایم کی یہ بیشتر کے سلطنتوں سے چند باتوں میں متفرق تھی ۔ اس نئی شاہنشاہی سے ہندو راجپوتوں کو اور مسلمان ترکوں۔ ایرانیوں۔ مغلوں۔ افغانوں اور اکثر قوموں کو سچی ہمدردی تھی اور سب لوگوں نے اوس کی اقتدار اور سرسبزی میں مدد دی۔ اگرچہ یہہ اسلامی شہنشاہی تھی لیکن پہلے سلطانوں کی طرح دنیا کے اور سلطانوں سے مثل شاہ ایران و روم کے انکو قومی برابری کا دعوے تھا۔ سلطان جو پہلے تھے وہ اپنے کو خلیفہ کا ماتحت مانتے تھے ۔ اون بیشتر کے سلطانوں کے عہد میں مذہبی اور مُلکی آئین یکساں تھے ذرا بھی تفرقہ نہ تھا۔ اون دنوں دینی عالموں کے اختیار بڑے درجے پر تھے ۔ لیکن مغلیہ شاہنشاہی میں

MOGHUL INDIA
A.D. 1526–1600.
KASHMIR
NEPAL
PUNJAB
DELHI SULTANS
RAJPUTANA
DELHI
SINDH
MARWAR
MEWAR
GUJRAT SULTANS
BUNDELKHAND
SHARKI
JAUNPUR
BEHAR
BHUTAN
BENGAL
KHANDESH
BERAR
BARID SHAHI
KUTAB SHAHI
ADIL SHAHI
VIJAYANAGAR EMPIRE
CARNATIC
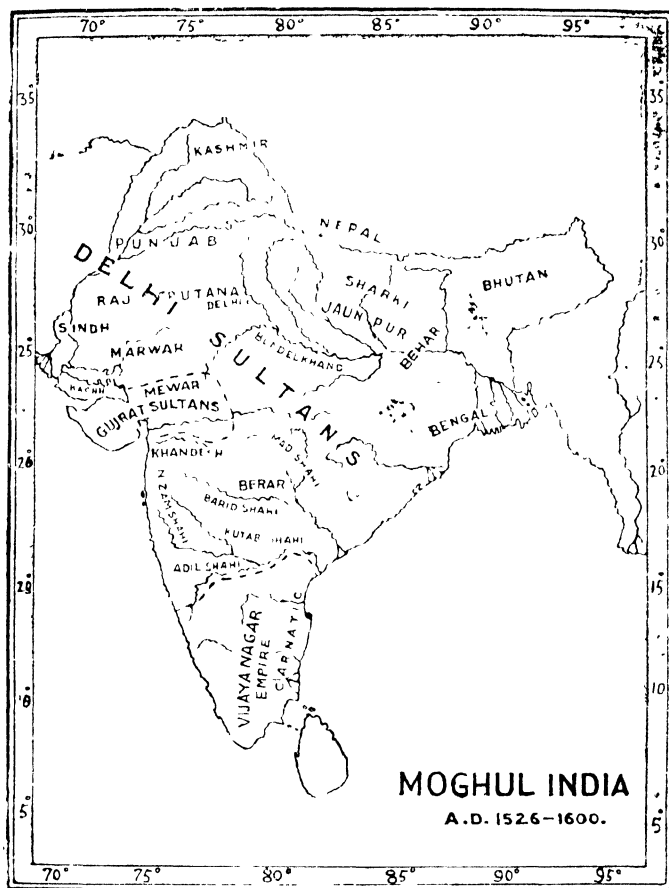
(*Pt. II Chap. 11*)

مذہبی امور کو دوسرا مقام دیا گیا۔ جب اہل اسلام سے اور ہندوؤں سے اس عہد میں تعارف زیادہ ہوگیا تو اون شاہنشاہوں کے وقت میں ہندو مذہب کی کتابوں اور ادبیات کی درس تدریس خوب جاری ہوگئی۔ ہر بات میں ہندو مسلمان اس عہد میں برابر تھے۔ اسلئے ہنرمندی کاریگری، بودوباش کے طریقے اور مصوری اور تعمیرات کے فنون میں ایک تکمیل ہوگئی۔ انھیں ایام میں یورپ والوں سے اور اس ملک سے بحری راستے کا علاقہ شروع ہوگیا

بابر کی ابتدائی زندگی۔ بابر کے احوال کے پڑھنے سے ہم لوگوں کو یہ نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ کسی بڑے کام کو انجام دینے کے لئے بڑے صبرو ثابت قدمی کی ضرورت ہے۔ بابر بارہ برس کا تھا کہ اوس کا باپ مرگیا۔ اسیوقت سے اوسے دشمنوں کا سامنا پڑا اور ان سے جان بچانے کی تدبیریں کرنی پڑیں اسوقت قانون تھا کہ جسکی تیغ اوسکی ڈینگ۔ کمزور کے لئے بڑی مصیبت کا زمانہ تھا۔ بابر کو کمسن دیکھکر اس کے رشتہ دار اوس کے دشمن ہوگئے فرغنہ جو کہ بابر کی موروثی ریاست تھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ بابر پندرہ برس تک اسلئے لڑا کہ اپنے باپ کی پوری سلطنت پر قابض ہوجائے۔ جب بہت وقت گذرگیا اور وہ اپنی موروثی بادشاہی پر قبضہ نہ کرسکا تو مجبور ہوکر اپنے ترکی رفیقوں کو لیکر کابل کیطرف روانہ ہوا اور ۱۵۰۴ء میں اس نے کابل فتح کرلیا۔ وہاں ہندوستان کے پچھمی کونے پر اسنے چار پانچ بار حملہ کیا ۱۵۱۹ء سے ۱۵۲۴ء تک لیکن بالکل بیفائدہ۔

دولت خاں - دلّی کا سلطان اسوقت ابراہیم لودی تھا - اس سلطان سے اور اوس کے سرداروں سے ناموافقت تھی جابجا بلوہ شروع ہوگیا تھا - آخر پنجاب کے صوبہ دار دولت خاں نے جاکر بابر سے کہا کہ آپ ہندوستان میں آئے اور ابراہیم لودی کے ظلم سے لوگوں کو چھڑائے بابر تو یہ بات خدا سے چاہتا تھا ۱۵۲۴ء میں بابر نے لشکرکشی کی اور پنجاب کے ترائیں کے چند حصّے فتح کرلئے - اتفاقاً دولت خاں اور بابر کے درمیان رنجش ہوگئی - ناچار بابر مجبور ہوکر کابل پھر گیا -

ہندوستان پر بابر کے حملے - ۱۵۲۵ء کے آخر میں بابر شاہ نے بڑی زبردست لشکر کے ساتھ حملہ کیا - اور پنجاب کو بالکل تسخیر کرلیا - ۱۵۲۶ء میں وہ پانی پت کے میدان میں آمادہ جنگ ہوا - تواریخ ہند میں پانی پت مشہور مقام ہے - اسی پانی پت کی لڑائیوں نے تین بار ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کردیا ہے -

پہلی جنگ پانی پت (۱۵۲۶ء) یہ پہلی جنگ پانی پت تھی - بابر کی فوج میں لوگ ہندوستانی لشکر کی شان وشوکت اور ہاتھیوں کی کثرت دیکھکر ہمّت ہارے جاتے تھے اسوجہ سے بابر نے سات سو بیل گاڑیاں ایک ساتھ اپنے سامنے باندھکر رکھیں اور بیچ میں حملہ کرنے کی جگہ خالی رکھیں گولنداز دستا اور بندوقچیوں کو اسی درمیانی مقام میں قایم کردیا - لشکر کے دونوں طرف مغل سوار تھے سامنے بہت دُور تک خندق کھودے ہوئے تھے - ابراہیم لودی

صبح کو ایک لاکھ فوج لیکر مقابلہ کو نکلا طلوع آفتاب ہوتے ہوتے لڑائی کا آغاز ہوگیا۔ ابراہیم کے لوگ بڑی بہادری سے آگے بڑھے۔ لیکن تھوڑے ہی دُور آگے گئے تھے کہ بہت سے ہاتھی گھوڑے خندقوں میں گر گئے۔ ایک ملاطم ہوگیا۔ اس موقع پر مغل رسالوں نے پھر کر دونوں جانب سے لودی کے لشکر پر حملہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی اُستاد علی قلی نے توپوں کی بھر مار کردی پہلے پہل ہندوستان کی اسی لڑائی میں توپ نے کام دیا ہے جب سلطان کے لشکر پر چاروں طرف سے زد پڑی تو اون کے پاؤں اُکھڑ گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ غرض سلطان ابراہیم اور ہزاروں اون کے سپاہی جان سے مارے گئے۔ دوپہر ہوتے ہوتے بابر شاہ نے پہلی جنگ پانی پت میں فتحمندی حاصل کی۔ دوسرے ہی دن دلّی زیر حکومت لاکر ہندوستان میں مغل خاندان کا بانی ہوا۔

رانا سنگرام سنگھ۔ بابر کی عہد میں راجپوت راجاؤں میں نام آوردہ سنگرام سنگھ تھے۔ اوس زمانہ میں یہ لاجواب بہادر تھے۔ لڑائیوں میں انھوں نے اپنے بدن پر اسّی چوٹیں کھائیں تھیں۔ ۔ ایک آنکھ کالی تھی اور ایک بازو کٹ گیا تھا۔ لوگ انھیں آدمی کا ٹکڑا کہتے تھے۔ انھوں نے اس کا بیڑا اوٹھایا تھا کہ مسلمانوں کو یہاں سے نکال کر ہندو سلطنت پھر قایم کریں۔ بابر کے مقابلہ میں بڑے بڑے راجاؤں کی کمک لیکر سنگرام سنگھ میدان جنگ میں برآمد ہوئے۔ آگرے کے نزدیک کنھوا میں بہت بڑا

معرکہ ہوا (۱۵۲۷ء)

راجپوتوں سے لڑائی (۱۵۲۷ء) راجپوتوں کی جرأت مغلوں کے دل نشین تھی۔ بہت لڑائیاں ان کے پہلے لڑ چکا تھا مگر راجپوت سے جرّاروں کے ساتھ کام نہ پڑا تھا۔ بابر نے تمام ہمراہیوں کو جمع کیا اور کہا۔ "بھائیو مرنا ایک دن ضرور ہے۔ بھاگ کر آبرو کیوں کھوئے خدا کی مدد ہوگی تو ہم لوگ منصور مظفر ہونگے۔" سب جانباز سپاہیوں نے قرآن شریف ہاتھ میں لیکر قسم کھائی۔ جان جائے یا رہے لڑائی سے قدم پیچھے نہ ہٹے گا بسم اللہ کہکر فوج اسلامی نے قدم بڑھایا راجپوت بھی دشمن کی طرف چلے لڑائی کا بازار گرم ہوگیا۔ مغلوں کے حملے ہر طرف سے ہوئے اور توپ کے گولے برسنے لگے۔ راجپوت جان توڑ کر مقابلہ کرتے رہے۔ آخر مغلوں کے رسالے نے راجاؤں کی فوج کی پشت پر جاکر گھیر لیا۔ ہندوستانی فوج میں تہلکہ پڑ گیا اور راجپوتوں کی شکست ہوگئی۔ ان راجپوتوں نے کوشش کا کوئی حصّہ اوٹھا نہ رکھا مگر کامیابی سے محروم رہے۔ اس شکست سے اس ہمت ور قوم کا دل ٹوٹ گیا اور اب یہ کیفیت ہوئی کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مغل اور افغان آپس میں حکومت ہندوستان کے دعوے داریاں کرتے رہے اور اوس وقت راجپوت بیچارے چپکے منہ دیکھتے رہگئے۔ پچاس برس کے بعد جب رانا پرتاب سنگھ نے زور باندھا تو مغلوں کی طاقت خوب جڑ پکڑ گئی تھی اور رانا صاحب سے بھی

کچھ نہ ہوسکا۔ بابر نے دریائے جمنا کے پار جاکر قلعہ چندیری (گوالیار کی ریاست) فتح کرلیا۔ اور ۱۵۲۹ء میں بہار اور بنگالہ کے افغانوں کو گھاگھرا اور گنگا جہاں ملتی ہیں وہاں شکست دی مگر اوس شکست سے بہار کے پٹھان مثل راجپوتوں کے بالکل بیدل اور کم ہمت نہیں ہوئے۔ افغان جب ہار گئے تو فوراً بہار اور بنگال کے اندر سرک آئے۔ پس افغان اس طرح طاقتور ہو گئے۔ بابر کے اس غلطی کا نتیجہ اوس کے جانشین ہمایوں بادشاہ کو اوٹھانا پڑا۔ الغرض بالفعل بابر کی شاہنشاہی دریائے آموسے بہار تک اور کوہ ہمالیہ سے گوالیار تک قایم ہو گئی۔

بابر کا مرنا ۱۵۳۰ء میں بابر نے دنیا سے رحلت کی۔ بابر کے مرنے کی ایک عجیب سرگذشت مشہور ہے۔ ہمایوں بہت بیمار تھے۔ زندگی کی کوئی اُمید نہ تھی۔ ایک فقیر نے بابر سے کہا کہ آپ اپنی جان ہمایوں کے بدلے دیجئے تو وے بچ جائیں گے۔ بابر نے سرسری طور پر کہدیا کہ میں نے اپنی جان دی۔ اوسی روز سے ہمایوں بحال ہوتے گئے اور بابر نڈھال ہوتے ہوتے راہی عدم ہوئے۔ بابر نے ملک فتح تو کئے تھے مگر انتظام کامل نہ ہونے پایا تھا۔ ہندوستان میں اوس کی عمر کا زیادہ حصہ جنگ و جدل میں گذرا۔ مُلک پر قابض ہوئے مگر بدانتظامی کے نتیجوں سے نہ بچا سکے۔ اوس کے مرنے کے بعد دشمن جو گھات میں لگے ہوئے تھے اپنے وار کرنے لگے۔

بابر کی چال چلن - ظاہر ہے کہ بابر بڑا سخی اور بہادر تھا۔ اس مُلک میں ندیاں جب اوس کے سامنے آئیں تو اوس نے تیر کر پار کیں۔ وہ ثابت قدم تھا۔ کیسی ہی کشمکش کام میں پڑیں مگر خوشدل رہتا تھا۔ دشمن اور دغا باز کا بھی اعتبار کر لیتا تھا۔ بار بار دشمنی اور دغا بازی کے نقصان اوٹھا کر بھی معاف کرنے سے باز نہ آتا تھا۔ بہت سخی بھی تھا۔ اسکے رفیق اوس کو "قلندر" کہتے تھے اسوقت اوس کے برابر ہنرمند لوگ بھی بہت کم تھے۔ ترکی اور فارسی میں اچھے شعر کہتا تھا۔ عمارتیں بنوانے میں بھی بہت مشتاق تھا۔ اوس کا دل بڑا حوصلہ رکھتا تھا۔ شراب خواری برسوں کرتا رہا اور دم بھر میں چھوڑ دی۔ اس بادشاہ نے اپنی سوانح عمری خود لکھی ہے۔ اس کتاب کا نام بابر نامہ ہے اس تحریر سے بابر کی بڑی لیاقت ظاہر ہوتی ہے۔ اس زمانہ کی سچّی تواریخ بھی ہے اور جغرافیہ بھی ہے۔ جن لوگوں کا اور جن مقاموں کا بیان کیا ہے اونکی پوری پوری تصویریں نظر کے سامنے آجاتی ہیں۔ اس کتاب سے یہ ایک خاص بات معلوم ہوتی ہے کہ بابر بہت رحمدل شخص تھا۔ اُس کا ایک رفیق مر گیا تو وہ سات دن تک برابر سوگ وار رہا۔ اپنے وقت میں سب سے بڑھ کر ہمتور سپاہی بلند حوصلہ سردار بھی تھا اور برادر حقیقی عزیز اور دوست حقیقی بھی تھا۔

خلاصہ

بابر کی پیدائش ۱۴۸۳ء

بابر نے کابل فتح کیا	سنہ ۱۵۰۴ء
" پنجاب "	سنہ ۱۵۲۴ء
اول جنگ پانی پت	سنہ ۱۵۲۶ء
جنگ فتح پور سکری	سنہ ۱۵۲۷ء
گھاگھرا کی لڑائی	سنہ ۱۵۲۸ء
بابر کی وفات	سنہ ۱۵۳۰ء

(۱۲) ہمایوں (سنہ ۱۵۳۰ء - سنہ ۱۵۵۶ء)

مصیبتیں - ہمایوں سنہ ۱۵۰۸ء میں پیدا ہوا - یہ بابر کا سب سے بڑا بیٹا تھا - ہمایوں تیس برس کی عمر میں تخت نشین ہوا - اوس کے اور تین بہائی تھے - کامران کابل اور قندھار کا صوبہ دار تو بابر کے عہد میں تھا - اب اس نے پنجاب پر بھی تصرف کر لیا - باقی دو بھائیوں کو ہمایوں نے صوبہ دار کر دیا - کامران کی خود اختیاری سے ہمایوں زحمت میں پڑ گیا - گجرات سے بہادر شاہ نے اور بنگالے سے افغانوں نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی - پچھم کا راستہ بند ہونے کے سبب سے غیر ہندوستانی سپاہیوں کو فوج میں رکھنے کا موقع نہ پاتے تھے اور کامران لوگوں کو لشکر میں ملازم بنا لیتا تھا - دلی - گوالیار اور صوبہ جونپور یہی مقام ہمایوں کے پاس رہ گئے تھے - ہمایوں نیک ضرور تھا مگر سست اور آرام طلب تھا - اسوقت مغلیہ شاہنشاہی کے مخالف ہر طرف

موجود تھے۔ ایسے نازک وقت میں ہمایوں کی کاہلی نے برے دن دکھائے۔
بہت دنوں تک شہنشاہی سے جُدا کر دیئے گئے۔ بہادر شاہ والئے گجرات نے
رانا سنگرام سنگھ کے بعد مالوہ جیت لیا اور میواڑ پر حملہ آور ہوا رانی کرناوتی نے
ہمایوں سے مدد چاہی چنانچہ ہمایوں نے بہادر شاہ کو میواڑ سے نکالدیا لیکن شیر شاہ سے
لڑائی شروع ہونے پر ہمایوں نے گجرات اور مالوہ خود چھوڑ دیا اور بہادر شاہ نے اپنا قبضہ کرلیا۔

شیر شاہ ۔ سہسرام کے جاگیردار کا بیٹا تھا سنہ ۱۴۸۶ء میں پیدا
ہوا تھا۔ اوس کا آبائی نام فرید خاں تھا۔ ایک بار تلوار
سے ایک شیر کو مارا اور شیر خاں کہلانے لگا۔ پہلے وہ جونپور کے
سلطانوں کا ملازم ہوا۔ مگر جب جونپور بابر کے قبضہ میں آیا تو شیر خاں
بابر کا ملازم ہوا۔ اس ملازمت میں اس نے مغلوں کو خوب پہچانا اور صاف
صاف کہدیا کہ "ان نوواردوں کو اس مُلک سے نکالنا کوئی مشکل کام
نہیں ہے۔ بادشاہ خود کاروبار سلطنت پر توجہ نہیں رکھتا۔ افسر ظالم اور
لالچی ہیں وہ اپنی غرض پر سب کام کرتے ہیں اور کوئی روکنے والا نہیں
اب سب افغان ہماری مدد کریں اور ہماری رائے پر چلیں تو ہم مغلوں کو
مُلک سے باہر کرسکتے ہیں" بابر کی رحلت کے بعد جب ہمایوں گجرات کی
لڑائی میں مصروف تھا۔ شیر خاں نے بہار پر قبضہ کرلیا اور پھر چنار گڈھ پر تصرف
کرکے بنگالے پر فوج کشی کی۔ بنگال کے سلطان نے ہمایوں سے مدد مانگی۔
ہمایوں گجرات سے پھرے اور بہار کا عزم کیا۔ ہمایوں چنار کا محاصرہ کئے ہوئے تھا

کہ اس عرصہ میں شیر خاں نے بنگالہ فتح کر لیا اور جنس و مال سب رہتاس گڈھ
میں رکھ لیا۔ جب ہمایوں فتح چنار کے بعد بنگالہ میں آیا تو شیر خاں نے اسطرف
پہونچکر چنار اور سب ہمایون کے مقبوضہ مقام اپنے اختیار میں کر لئے۔
ہمایوں گوڑ میں آئے اور مصروف عیش و راحت ہوئے۔ برسات کی
وجہ سے بنگالہ میں آمدورفت دشوار ہو گئی تھی۔ لا محالہ ہمایوں کو وہاں ٹھہرنا
پڑا۔ ہمایوں نے ناگاہ خبر پائی کہ اسکے بھائی ہندال نے آگرے میں بلوا کیا۔
یہ خبر پاتے ہی وہ آگرے کو روانہ ہوا۔ لیکن شیر خاں سدّ راہ ہوئے اور
چوسا میں ہمایوں کو شکست دی۔ یہ مقام شاہ آباد کے ضلع میں گنگا کے ساحل پر
ہے۔ ۱۵۳۹ء یہ لڑائی ہوئی۔ اس میں بہت مغل مارے گئے اور بہت
دریا میں ڈوب گئے۔ ہمایوں خود ڈوبا چاہتا تھا کہ ایک بہشتی نے اوس کی
جان بچائی۔ شیر خاں نے شیر شاہ کا خطاب لیا۔ اور بہار اور بنگالہ کا سلطان
بن گیا۔ پھر قنوج کی لڑائی میں سنہ ۱۵۴۰ء میں ہمایوں شیر شاہ سے بالکل
ہار گیا۔ ہمایوں کو بھاگنا پڑا اور شیر شاہ دہلی و آگرے کو بھی لیکر ہندوستان کا
پورا بادشاہ بنگیا۔ کامران نے بھی خوشامد سے پنجاب شیر شاہ کے حوالے
کیا۔ ہمایوں بے سروسامان ہر طرف مرحلہ سائیاں کرتا رہا اور کسی کو اپنا
پرسان حال نہ پایا۔ جب ہمایوں راجپوتانہ سے سندھ کو جا رہا تھا اثنائے
راہ میں امرکوٹ پڑا اور وہاں اکبر کی پیدائش ہوئی۔

ہمایوں کی آخری حالت۔ اس مشہور عالم بادشاہ کی ولادت

۱۵۴۲ء میں ہوئی۔ سندھ سے گذر کر سختیاں اٹھا اٹھا کر ایران میں ہمایوں نے پناہ چاہی شاہ ایران نے پہلے تو بہت بے اعتنائی کی مگر جب ہمایوں نے شیعہ ہو جانے کا اظہار کیا تو شاہ ایران نے بہت خاطر داری کی۔ الغرض تین برس تک ہمایوں کو شاہ ایران کی اُمیدواری کرنی پڑی اس عرصے کے بعد فوج سے مدد ملی اور ہمایوں نے کابل قندھار پر قبضہ کر لیا۔ ہمایوں جب ایران میں تھا (۱۵۵۵ء) تو اکبر کامران کے ہاتھ میں قید تھا۔ اب کامران خود قید ہو گیا اور اکبر اسکے پنجے سے نکل آیا۔ ہمایوں آگے بڑھا اور دہلی اور آگرہ فتح کر لیا۔ لیکن انتظام سلطنت نہ ہو سکا یکایک سیڑھی سے پاؤں پھسلا اور نیچے گر پڑا اور مر گیا۔ ہمایوں نے ۱۵۵۶ء میں وفات پائی ۱۵۴۲ء سے ۱۵۵۵ء تک ہمایوں جابجا سرگشتہ رہا۔ اور سور خاندان کے سلطان ان دنوں دہلی میں بادشاہی کرتے رہے۔

ہمایوں کا چال چلن ۔ ہمایوں کا چال عجیب تھا۔ کبھی جرأت و شجاعت دکھلاتا تھا اور کسی کی بات خیال میں نہ لاتا تھا۔ تن تنہا بہت سے آدمیوں کا کام کر سکتا تھا مگر جب آرام طلبی پر مائل ہوتا تھا تو بالکل جدوجہد ہو جاتا تھا۔ مزاج بیشک بہت اچھا تھا۔ وہ رحمدل۔ منصف مزاج۔ دوست نواز تھا۔ مگر دوراندیش نہ تھا طفلانہ عادتیں رکھتا تھا۔ خوشامد پسند بہت تھا۔ بابر کی طرح نہ جفاکش تھا نہ فوج کی خاطر کرنے والا۔ شاعر بھی تھا اور علم ریاضی اور ہیئت میں دخل وافی رکھتا تھا۔ ایک رصد گاہ بنانے کا بھی ارادہ تھا۔ اپنے مذہب کا پکا تھا۔

اکثر لوگ اسکو شیعہ سمجھتے تھے۔

(۱۳) سور خاندان

شیر شاہ سنہ ۱۵۴۰ء سے ۱۵۴۵ء

شیر شاہ قوم کا پٹھان یا افغان تھا ہمایوں جب ملک سے نکل گئے تو شیر شاہ نے مالوہ فتح کیا اور رائے بھوپال سنگھ کے (رائے سین) کے قلعے کو گھیر لیا۔ قلعے کے ہندو سردار کو بہت تسلّی دی کہ تمہارے جان و مال کا ہم نقصان نہ کرینگے اس وعدہ پر راجہ نے قلعہ شیر شاہ کو سپرد کر دیا۔ شیر شاہ نے وعدہ خلافی کی۔ اور سب ہندوؤں کو مار ڈالا۔ ملک کے پچھم کے حصّہ کی حفاظت کے لیئے اس بار سلطان نے دریائے جہلم کے کنارے ایک قلعہ رہتاس گڈھ تعمیر کیا اور اوس مقام کی وحشی قوموں کو اپنے اختیار میں لے آیا۔ پھر راجپوتانہ میں مارواڑ پر حملہ کیا۔ مگر محض بے سود۔ وہاں ایک دفعہ وہ شکست کھانے ہی کو تھا مگر بچ گیا۔ اس وقت یوں بولا " افسوس ایک مٹھی بھٹّے کے دانوں کیلئے میں نے ہندوستان کی سلطنت کھوئی ہوتی سنہ ۱۵۴۵ء میں کالنجر فتح کر رہا تھا کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ سہسرام میں ان کا مقبرہ اب تک قایم ہے۔

شیر شاہ کا انتظام۔ شیر شاہ بہت عقلمند تھا اور سلطنت کے کاموں میں خوب دخل رکھتا تھا۔ لیکن وعدہ اپنا کبھی پورا نہ کرتا تھا۔ سلطنت تھوڑے ہی دن کی مگر رفاہ عام کے اکثر کام کئے۔ چنانچہ بنگالے سے پنجاب تک پکّی سڑک

بنوائی اس سڑک کے دونوں طرف درخت لگائے اور سات سات کوس کے فاصلہ پر سرائیں بنوائیں اور کنویں کھدوائے۔ گھوڑے کی ڈاک بٹھائی۔ زمین کی مساحت کی اور اوسی کے مطابق مالگذاری قایم کی حساب کا جمع خرچ خود جانچتا تھا۔ امیروں کی فوج بھی ملاحظہ کرتا تھا۔ ہر ضلع میں عدالت قایم تھی۔ جہاں قاضی و میر عدل کام انجام دیتے تھے۔ اوس نے بنگالے کے سوا سارے ہندوستان کو سینتالیس سرکاروں میں تقسیم کیا۔ اور ہر سرکار میں پرگنے مقرر کئے اور ہر سرکار میں ایک امیر افسر تھا۔ اور ہر پرگنے میں ایک ٹھیکہ دار اور امیر زمین کا محصول وصول کرتے تھے۔ بنگالے کے انتظام کے لئے کئی افسر مقرر کئے۔ ایک افسر کو دوسرے سے تعلق کچھہ نہ تھا۔ ان سبھوں کی نگرانی ایک امیر کرتا تھا۔ کاشتکار زراعت کے مطابق محصول دیتے تھے۔ ہندوؤں کو آزار نہ دیتا تھا بلکہ ہندوؤں کو خیرات بھی دیتا تھا۔

شیر شاہ کا چال چلن۔ شیر شاہ اگرچہ ایک غریب آدمی کا لڑکا تھا۔ مگر اوس نے اپنے حوصلے اور ہمت سے سلطنت حاصل کی اور جب سلطان ہوا تو بادشاہوں کا زیب فخر ہوا۔ عقلمندی۔ تجربہ کاری۔ دوراندیشی۔ انتظام ملکی۔ جنگ آزمائی ان سب باتوں میں اُس کا پایہ بہت بلند تھا۔ اوس نے اپنا وقت چار حصّوں میں منضبط کیا تھا۔ ایک حصّہ کاروبار سلطنت کے لئے۔ دوسرا لشکر کی نگرانی کے لئے۔ تیسرا مذہبی فرائض کے لئے۔ چوتھا راحت و آرام کے لئے۔ لڑنے کے وقت وہ بہت محتاط اور سرگرم ہو جاتا تھا۔ ہمیشہ

خندق کھودکر اپنے خیمہ گاہ کی محافظت کرتا تھا - وہ فیاض طبیعت تھا - بہت منصف مزاج تھا - اور مالگذاری اور زراعت کے کاموں کو خوب جانتا تھا - وہ بہت رعیّت پرور تھا اور سلوک کرنے میں امیر و غریب سب کو ایک نگاہ سے دیکھتا تھا - شیر شاہ کا بیٹا اسلام شاہ سات برس تک تخت نشین رہا ۱۵۵۳ء - سور خاندان کے سُلطانوں کے تاجدار ہونے سے اون کے رشتہ دار اور مددگار افغانوں کی شان و شکوہ پھر قایم ہوگئی - اسلام شاہ اُن کی قوت مٹانا چاہتا تھا پس پھر ایک مرتبہ تمام سلطنت میں فتنہ و فتور کی آگ بھڑک اوٹھی مگر سلطان نے اپنے زور قابلیت سے اوس کو دبا دیا - اس سلطان کے بعد اوس کا سالا عادل شاہ تخت پر بیٹھا -

عادل شاہ اور ہیموں - عادل شاہ نے بہت خرابیاں پیدا کیں - آخری بادشاہ خاندان سوری کا تھا - وہ ناقابل تھا - اور امور سلطنت اوسکا وزیر ہیموں دیکھتا تھا - عادل شاہ کے عہد میں بد انتظامی ہر طرف پھیل گئی - چنانچہ پنجاب میں سکندر سور اور ابراہیم شیر شاہ کے بھتیجے آپس میں لڑنے لگے - بنگالہ میں تلاطم مچ گیا اوسی وقت ہمایوں ہندوستان میں پھر آیا - اور سور کو شکست دیکر دلّی و آگرہ پھر تسخیر کر لیا - ہیموں بقال نے بنگالہ میں بلوائیوں کو زیر کر لیا - اور دلّی چلا - راستے میں اسنے ابراہیم سور کو ہرا کر مغلوں سے دلّی چھین لی -

پانی پت کی دوسری لڑائی ۱۵۵۶ء ہمایوں کے بعد اکبر تخت نشین ہوا۔

اس کے بہت سے دوستوں نے صلاح دی کہ ملک میں اسوقت ابتری ہے بھاگ جانا مناسب ہے۔ لیکن وہ پیرانہ سر افسر بیرم خاں کے موافق دشمن کے مقابلہ کو مستعد ہو گیا۔ پانی پت کی دوسری لڑائی میں ہیموں نے شکست کھائی اور بندھوا کر حاضر کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ بیرم خان نے اپنی تلوار دیکر اکبر سے کہا کہ اس کافر کا سر اڑا دو "اور غازی بنو" اکبر نے مجبور قیدی پر ستم گوارا نہ کیا۔ اور تلوار سے ہیموں کو صرف چھوکر تلوار رکھدی۔ بیرم خاں نے شکست خوردہ دشمن کو تلوار سے مار ڈالا۔ ۔ ۔ عادل شاہ بنگالہ کی ایک جنگ میں قتل ہوا اور اسطرح افغانوں کی کوشش دوبارہ سلطنت قایم کرنے کی بیکار ہو گئی۔

خلاصہ

سنہ ۱۵۰۸ء میں ہمایوں کی پیدائش

سنہ ۱۵۳۰ء تخت نشین

سنہ ۱۵۳۹ء ۔ چوسا کی لڑائی

سنہ ۱۵۴۰ء ۔ قنوج کی لڑائی

سنہ ۱۵۴۰ء ۔ سنہ ۱۵۴۵ء ۔ شیر شاہ سلطان

سنہ ۱۵۴۲ء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اکبر پیدا ہوا

سنہ ۱۵۴۵ء ۱۵۵۳ء اسلام شاہ تخت پر قابض رہا

سنہ ۱۵۵۳ء	سنہ ۱۵۵۶ء	عادل شاہ
	سنہ ۱۵۵۵ء	ہمایوں نے دلی و آگرہ فتح کیا
	سنہ ۱۵۵۶ء	دوسری جنگ پانی پت واقع ہوئی

(۱۴) اکبر بادشاہ سنہ ۱۵۵۶ء سے سنہ ۱۶۰۵ء

اکبر۔ اولوالعزم۔ بادشاہ کی پیدائش سنہ ۱۵۴۲ء میں ۱۵ر اکتوبر کو امرکوٹ کے میدان میں ہوئی۔ اسوقت جب ہمایوں صحرا بصحرا بھاگے پھرتے تھے۔ اسوقت دوستوں کو تحفہ دینے کے لئے اور کچھ تو تھا نہیں ایک مشک کا نافہ تھا اوسی کو چیر کر ایک ایک چٹکی مشک سب کو بانٹ دیا اور دعا دی کہ اس مشک کی طرح اس لڑکے کی نیکی بھی تمام عالم میں پھیلے۔ مصیبت زدہ باپ کی دعا قبول ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کامران نے اپنے یکسالہ بھتیجے اکبر کو قید کر لیا۔ دو سال بعد جب ہمایوں نے کامران کو زیر کر کے کابل تسخیر کر لیا تب اکبر نے بھی رہائی پائی۔ باوجود جد و جہد کے طفلی میں اکبر کی توجہ تحصیل علم پر نہیں ہوئی۔ تاہم محض بے علم نہ تھا وہ ہمیشہ پڑھکر سنانے والوں سے اچھی اچھی کتابیں سنا کرتا تھا اور جلال الدین رومی۔ خواجہ حافظ۔ اور اکثر نئے شاعروں کے کلام سے خوب واقف تھا۔ ہر مذہب کے اصول کو آپ سے سمجھ لیتا تھا۔ باپ کے ساتھ یہ شاہزادہ جنگ و جدل میں شریک رہا۔ چودہ برس کی سن میں ہمایوں کے بعد اورنگ نشین سلطنت ہوا۔ تو پانی پت کی لڑائی میں ہیمونکو

شکست دی دراصل خاندان مغل میں بادشاہی اسی نے کی اور اپنی نیک مزاجی سے تمام رعایا کے دل میں اپنی طرف سے خلوص و محبت پیدا کردی جسکے وسیلے اوس کی اولاد برابر دو سو برس تک بیفکر حکومت کرتی رہی - ہیموں کو شکست دیکر اکبر کا قبضہ دلی پر ہوا اور پانچ برس کے عرصہ میں بیرم خاں نے گوالیار - اجمیر - مالوہ اور ایسے ایسے مقام پر حکومت جمائی - اور جونپور سے بھی افغانوں کو نکالدیا -

ہندوستان کی ملکی حالت - اسوقت ہندوستان میں بہت لوگوں کی حکومت تھی - کابل میں اکبر کا بھائی محمد حکیم خودسر تھا - کشمیر میں ایک افغان کی حکومت تھی - سلیمان کرانی کی حکومت بنگالے بہار اور اوڑیسے میں تھی - راجپوتانہ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے راجے تھے - سندھ - مالوہ و گجرات مسلمان سلطانوں کے قبضے میں تھے - نربدا - اور تاپتی کے درمیان خاندیش کا خودسر راج تھا - دکن میں تاپتی اور تنگ بھدرا کے درمیان احمدنگر - برار - بیدر - بیجاپور گولکنڈے میں سلطانوں کی سلطنتیں تھیں - تنگ بھدرا اور کرشنا کے دکھن میں بجے نگر کا ہندو راج تھا - پچھم کے کنارے پر پرتگال کے سوداگروں نے عمل دخل کر رکھا تھا - گوآ - بمبئی - ڈامن - ڈیو میں اس فرنگی قوم کی عملداری تھی -

بیرم خان کی رخصتی - بیرام خاں ہمایوں کا ایماندار اور سچا سردار اور وزیر تھا - اکبر کے شروع سلطنت میں سب کاروبار اوس کے ہاتھ میں تھا - مگر اوس کا مزاج بہت سخت تھا - اور کچھ سنک بھی تھی اس وجہ سے ۱۵۶۰ء میں

THE MOGHUL EMPIRE
under Akbar
A D 1600
showing the 15 Subahs
70°
75°
80°
85°
90°
95°
35
30
25
20
15
10
5
CASHMERE
KABUL
LAHORE
DELHI
Delhi
MULTAN
AJMERE
AGRA
Agra
MOGHUL EMPIRE
Jodpur
Rintambor
Gwalior
Chitor
Allahabad
Benares
ALLAHABAD
Patna
BEHAR
Udaipur
MEWAR
MALWA
BUNDELKUND
BENGAL
Cambay
GUJRAT
KHANDESH
Surat
BERAR
BIDAR
AHMADNAGAR
GOLKONDA
BIJAPUR
VIJAYANAGAR
Carnatic
POLYGAR

(*Pt. II Chap. 14.*)

اٹھارہ برس کی عمر تھی جب نوجوان بادشاہ نے اوس کو الگ کرکے سب کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بیرم خاں کو یہ بات ایسی ناگوار معلوم ہوئی کہ بلوہ کر بیٹھا مگر ناکامیاب ہوا۔ اکبر نے اوس کا قصور معاف کیا۔ اور بیرم خاں نے حج کو جانے کا ارادہ کیا۔ راستہ میں ایک افغان نے جو کہ اُس سے عداوت رکھتا تھا قتل کر ڈالا اب اکبر اوس کی اَتا اور اَتا کا بیٹا آدم خاں ملکر بادشاہی کی نگہداشت کرنے لگے۔ اکبر کم سنی کے سبب سے بخوبی ہر بات کی نگرانی شروع میں نہ کرسکا اور دربار میں بہت خرابیاں پیدا ہوئیں۔ بد انتظامی کو مسدود کرنے کی نظر سے اکبر نے کئی بڑے نام کے مربیوں کو سخت سزا دی اور بعضوں کو اپنی سلطنت سے علیحدہ کردیا۔ اوس میں سے مالوہ فتح کرنے والا آدم خاں ایک شخص تھا۔ اکبر نے اوسکو خون کرنیکے قصاص میں قتل کیا۔ اب اوس نے عنان شاہی بے پس و پیش اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اکبر کی عمر اگرچہ کم تھی مگر دنیا کے نشیب فراز کو خوب دیکھے ہوئے تھا۔

اکبر کی طرز سیاسی۔ اوس نے غور کیا کہ ابھی تک سب بادشاہ اسلام گویا مسلمانوں ہی کے بادشاہ تھے۔ ہندوؤں کا خیال نہ رکھتے تھے بلکہ اون کو ستاتے تھے۔ اس سے مسلمان بہت مغرور ہوگئے تھے۔ اور کبھی خود بادشاہ سے انحراف کرتے تھے۔ ہندو دربار تک رسائی کم رکھتے تھے۔ اور تکلیفیں اوٹھاتے تھے اس سبب سے مسلمانوں سے بیزار تھے اور اکبر کو بھی نہ مانتے تھے۔ اوس نے یہ بھی خیال کیا کہ ابھی بے عنوانی سے پانی پت کی دو لڑائیاں

ہو چکی ہیں - ہندو مسلمان ایک ملک میں ہیں مگر مذہب کے اختلاف سے
بیگانہ ہو رہے ہیں -

مذہبی بندوبست - پہلے پہل اکبر ہی نے یہ بات طے کرلی کہ جس ملک
میں جدا جدا مذہب کے ماننے والے ہوں وہاں مذہب کو ملکی انتظام اور
حکومت کے کاموں سے بالکل جدا کر دینا چاہیے - پس اپنی شاہنشاہی میں
اس نے مذہب کو جداگانہ مقام دیدیا - اوس نے سلطنت کی نئی ترکیب
نکالی - یہ منصوبہ باندھا کہ ہندو مسلمان ملکر ایک زبردست قوم کر دئے جائیں -
چھوٹی چھوٹی ریاستیں توڑ دیجائیں - تمام رعایا ایک دل ہوکر ایک بادشاہ
کے تابع رہیں اون کا ایک ہی مذہب ایک زبان ہو جائے - اور بادشاہ
کا سلوک دونوں کے ساتھ بالکل یکساں رہے - اکبر نے دیکھا کہ اس تدبیر کے
کرنے میں مددگاروں اور دوستداروں کی ضرورت ہوگی - مگر دوست کہاں
ملیں - افغان اوس سے سخت برخلاف تھے - مغل کم تھے - اور وہ خود غرض تھے
بیرم خاں کی طرح سچا دل نہ رکھتے تھے - پس ہندوؤں کو ملانے کا قصد
کیا اور راجپوتانے کے سرداروں کو اپنا دوست بنانے کی فکر کی -

راجپوتوں سے میل جول - اس بات کا قصد اکبر نے پچیس ۲۵ برس کے
سن میں کیا اور راجپوتوں سے ایسا اچھا سلوک کیا کہ امیر کے راجہ بہاری مل نے
اوس کی بادشاہی کو تسلیم کیا ۱۵۶۲ء - اوس نے بہاری مل کے بیٹے
راجہ بھگوان داس کو سپہ سالار بنایا اور بہاری مل کی بیٹی سے شادی کرلی -
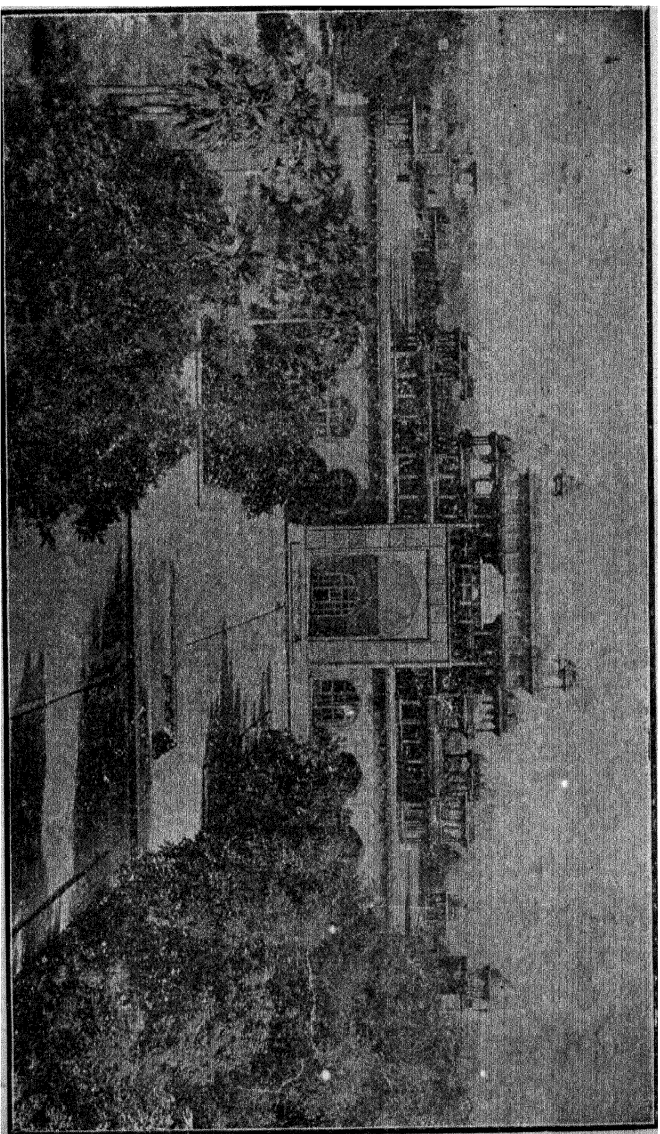
(Chap. 14)

Akbar's Mausoleum, Sikandra.

یہی رانی جہانگیر بادشاہ کی ماں تھی - مارواڑ کا راجہ شکست کھاکر صلح پر راضی ہوگیا -
اوسی وقت اکبر نے زیارتی ہندؤوں سے جو اکثر محصول لیے جاتے تھے موقوف
کردی اور جزیہ کا لینا بھی بند ہوگیا - (۱۵۶۴ء) - ۱۵۶۵ء میں اکبر شاہ کے
ایک سپہ سالار نے چندیل خاندان کی مہارانی درگاوتی کو شکست دیکر گونڈوانہ
(ممالک متوسط) راج کو فتح کرلیا -
چتور - اب بادشاہ نے میواڑ کی دارالسلطنت چتور پر حملہ کیا - ۱۵۶۷ء
وہاں اُن دنوں راجہ سنگرام سنگہ کے بیٹے اودے سنگہ راج کے مالک تھے
مگر یہ اپنے باپ کی طرح دل کے زبردست نہ تھے - قلعہ اپنے سردار جیمل کے
حوالے کرکے کنارے چلے گئے - جیمل نے قلعہ کی حفاظت بڑی دلاوری سے
کی مگر شاہنشاہ اکبر بھی ہٹنے والے نہ تھے - بادشاہی فوج کا قلعہ پر حملہ ہوتا تھا
اور جیمل ہٹا دیتا تھا - آخر بادشاہ نے قلعہ کا ایک حصہ بارود سے اُڑادیا - اور
شکستہ قلعہ پر مغلوں کے حملے شروع ہوئے ایک دن اندھیری رات میں
جیمل خود ٹوٹے ہوئے مقاموں کی مرمت کرا رہا تھا - اکبر نے دیکھکر بندوق
سے اوسکو ہلاک کرڈالا - اب راجپوت ہمت ہار گئے - آخر عورتیں جلتی ہوئی
آگ میں کود پڑیں اور جانباز مرد مسلمان سے لڑنے پر ہزار جان سے موجود
ہوگئے - یہانتک کہ جب ایک راجپوت بھی زندہ نہ بچا تب اُس قلعہ پر
۱۵۶۸ء میں بادشاہی قبضہ ہوگیا - چتور فتح کرنے کے بعد اکبر نے اور راور
راجپوتوں سے دوستانہ پیدا کیا - اور رفتہ رفتہ سب سردار وں نے اُسکو بادشاہ

تسلیم کرلیا۔ راجپوتانہ ایک شاہی صوبہ ہوگیا۔ اجمیر اوس کا خاص مقام ٹھہرا۔ دوسرے سال اکبر نے رنتھنبور کا قلعہ فتح کرلیا۔ جب راجپوتانہ سے فراغت حاصل کی تو اکبر نے ارادہ کیا کہ راجپوتوں کی مدد سے چھوٹی چھوٹی مسلمانی ریاستیں اپنے ہاتھ میں لائے۔

گجرات اور بنگالہ۔ گجرات کا بادشاہ بہادر شاہ جب مرگیا تو اُس ریاست میں بہت خلل پڑگیا۔ اکبر کو موقع ملا اور گجرات فتح کرلیا (۱۵۷۲ء) بنگالہ کا حاکم سلیمان کرانی جب مرگیا تو بادشاہ نے اوس کے بیٹے داؤد خاں سے بنگالہ بھی چھین لیا (۱۵۷۵ء) ۱۵۹۲ء میں اوڑیسہ بھی اکبر کی قلمرو میں شامل ہوگیا۔

رانا پرتاب سنگھ۔ رانا پرتاب سنگھ نے اپنے باپ راجہ اودے سنگھ کے مرنے کے بعد اکبر سے انحراف کیا۔ ازبسکہ اکبر کو یہ منظور تھا کہ گلدستہ کی طرح تمام ہندوستان کے صوبے اوس کے ہاتھ میں رہیں۔ پس رانا کا جُدا رہنا کب گوارہ کرتا۔ لڑنے پر مستعد ہوا۔ راجہ شکست کھاکر جنگلوں میں پھرنے لگا۔ مگر پھر سنہ ۱۵۸۰ء میں فوج جمع کرکے اپنے باپ کے ملک کے حصے بادشاہی قبضے سے نکال لئے۔ لیکن چتور فتح نہ کرسکا۔ کہتے ہیں کہ اوس نے عہد کیا تھا کہ جبتک چتور نہ فتح کروں گا سونے کی تھالی میں کھانا نہ کھاؤں گا۔ اور گھاس پر سوؤں گا۔ اس عہد کو پورا نہ کرسکا۔ مشہور ہے کہ ابتک اودے پور کے رانا بچھونوں کے نیچے گھاس رکھتے ہیں اور سونے کی تھالی کے نیچے پتل دھر دیتے ہیں۔

دوسرے مُلک ۔ بعد اس کے آہستہ آہستہ اکبر سنہ ۱۵۸۶ء اور سنہ ۱۵۹۴ء کے درمیان کشمیر۔ سندھ۔ کابل اور قندھار بھی جیت لیا۔ چالیس برس کے عرصہ میں اس عظیم الشان بادشاہ نے کشمیر سے نربدا تک اور قندھار سے بنگالے تک اپنی عملداری پھیلادی۔ شمالی ہندوستان پر قابض ہو کر اب دکھن کی طرف عنان عزیمت کو پھیرا۔

اُترا اور دکھن مسلمان ۔ پُرانے زمانہ کے آریہ اور دراوڑوں کی طرح درمیانی وقت میں بھی اوتر اور دکھن کے مسلمان باہم اتحاد نہ رکھتے تھے جناب پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد جب عربوں کا دَور تمام دنیا میں ہو گیا تھا اسی وقت اس مُلک کے دکھن میں بہت سے عربی اور ایرانی بس گئے تھے یہ لوگ محض سوداگر تھے یا دینی واعظ تھے۔ پس وہاں کے باشندوں سے موافقت تھی مگر جب شمالی ہند کو فتح کر کے ترکی فتحمند دکھن پر حملہ آور ہوے تو وہاں کے ہندو اور مسلمان دونوں نے ان سے جنگی مقابلہ کیا۔ ترکی مورخوں نے انھیں لوگوں کو دکھنی یا دیسی فریق کہا تھا۔ دکھن کے مسلمان شیعہ زیادہ تھے۔ درمیانی زمانہ میں اُترا اور دکھن کا علاقہ پہلی طرح قایم رہا۔

دکھن کی لڑائیاں ۔ (سنہ ۱۵۹۵ء سے سنہ ۱۶۰۰ء) احمد نگر میں دیسی فریق کے لوگ آپس میں بڑی جنگ و جدل کرتے تھے۔ ایک حصّہ نے اکبر سے مدد مانگی۔ سنہ ۱۵۹۵ء میں بادشاہ نے اپنے بیٹے مراد کو روانہ کیا۔ وہاں چاند بی بی بڑی ہمت کی عورت تھی۔ مُراد سے خوب مقابلہ کیا۔ آخرکار

برار دیکر صلح کرلی بڑی اس کے بعد ایسا ہوا کہ پھر احمد نگر میں بلوہ ہوا اور ایک طرف اکبر کی مدد مانگی گئی - چاند بی بی کو چند سرداروں نے مار ڈالا - اکبر کے مقابلہ میں شہر کسی طرح نہ بچ گیا - نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۶۰۰ء میں احمد نگر بھی اکبری مملکت میں شامل ہو گیا -

خاندیس - ان دنوں بیچ میں آمد و رفت کی سڑک خاندیس کے درمیان سے گئی تھی - اکبر کو احمد نگر آتے وقت خاندیس فتح کرنے کی ضرورت پیش آئی اور فتح کر لیا - مگر اسیر گڈھ کے محاصرے نے طول کھینچا انجام کار یہ قلعہ بھی لے لیا اور سنہ ۱۶۰۱ء میں خاندیس بھی ہاتھ آگیا - اسیر گڈھ پر قبضہ ہونے کے بعد اوس شاہراہ پر اکبر کا پورا پورا قبضہ ہو گیا -

اکبر نے سلطنت کو مستحکم کیونکر کیا -

(۱) میل جول - اکبر جس ریاست کو فتح کرتا تھا - اوس کا انتظام بہت معقول کر دیتا تھا - اس لئے رعایا وہاں کی خوش رہتی تھی اور جن سلطانوں کو شکست دیتا تھا اون کی بڑی دلجوئی اور توقیر کرتا تھا - اچھے اچھے عہدوں پر مقرر کرتا - اسی سے اور ریاستوں کی رعایا بلکہ وہ رئیس بھی جو اوس سے ہار جاتے تھے راضی اور خوشنود رہتے تھے -

(۲) مذہبی آزادی - آجکل ہمارے بادشاہ اگرچہ خود عیسائی ہیں مگر اپنی ہندو مسلمان رعایا کو عیسائی ہونے پر مجبور نہیں کرتے اسی طرح اکبر بھی ہندوؤں کو مسلمان ہونے پر

مجبور نہ کرتا تھا اور جیسے ہم لوگ اندنوں اپنے شہنشاہ عادل کے سایے میں بڑی آزادی سے اپنے اپنے مذہب کے سب فرائض ادا کر سکتے ہیں ویسا ہی ہندوؤں کو اکبر کے وقت میں مذہب کی طرف سے بڑا آرام تھا۔ برخلاف دلّی کے پہلے سلطانوں کے جو ہندوؤں کو ستاتے تھے اچھی نوکریاں نہ دیتے تھے۔ جزیہ محصول اون سے لیتے تھے۔ جاتریوں کو بھی ایک محصول ادا کرنا پڑتا تھا۔ اِن باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو شکستہ دل ہو گئے اور سلطنت کا انتظام درست نہ رہا۔ اکبر نے عبرت کی نظر سے یہ سب حال دیکھا اور سرکار دولتمدار انگریزی کی طرح ہندو مسلمانوں کو برابر یقیہ بلا کسی فرق کے بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا۔ راجہ بھگوانداس اور اون کے بیٹے راجہ مان سنگھ صوبہ دار نے راجہ ٹوڈرمل اور راجہ بیربل سپہ سالار ہوئے ہندوؤں کو جزیہ اس سبب سے دینا ہوتا تھا کہ وہ مسلین نہ تھے۔ وہ موقوف ہو گیا اور ہندو مسلمان برابر بادشاہ کی عنائتوں کے فائدے اُٹھاتے رہے دونوں گروہوں کا فرق بالکل مٹ گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہندو مسلمان ایک دل ہو کر رہیں۔ اسکے لئے ہندوں مسلمانوں کے درمیان شادی بیاہ ہونیکی رسم اوس نے پہلے پہل اپنے فعل سے جاری کی اور اسلئے کہ آپس کے اتفاق میں دین کے اختلاف سے بڑا بل پڑتا ہے۔ پُرانے نئے مذہبوں کے موجد نانک کبیر اور چیتنیہ کے مانند اوس نے چاہا کہ ایک مذہب ایسا جاری کرے جسے سب آسانی سے مان سکیں البتہ ہر مذہب کی نامناسب باتوں کو

موقوف کر دیا۔ زبردستی عورتوں کا ستی کیا جانا بند کر یا۔ مسلمانوں کی سخت گیریوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کی۔ جیسے سرکار انگریزی نے اپنی سلطنت کو ہندوستان میں صوبوں پر تقسیم کیا ہے۔ اکبر نے بھی یہی بات کی۔

(۳) ملکی انتظام۔ صوبوں کے صوبہ دار اس طرح تھے جیسے آجکل گورنر ہیں مالگذاری کی نگاہ داشت کو ہر صوبہ میں ایک دیوان تھا کبھی کبھی بادشاہی احکام اور ہدائتیں بھی جاری ہوا کرتی تھیں۔ صوبہ دار حاکم ملک بھی تھا اور افسر فوج بھی دیوان اور چند دوسرے افسروں کی مدد سے مالگذاری جمع ہوتی تھی جسطرح اسوقت کے انتظام میں گاؤں ملکر تحصیل اور تحصیلیں ملکر ضلع بنتا ہے اسوقت گاؤں یکجا کر کے پرگنہ اور پرگنے باہم ملکر سرکار قایم ہوتی تھی۔ جیسے ان دنوں ضلع کا افسر مجسٹریٹ ہے اس وقت سرکار کا افسر فوجدار کہلاتا تھا۔ فوجدار اپنے قلعہ کی حفاظت کرتا تھا۔ اور مالگذاری وصول کرتا تھا۔ ہر شہر میں کچہری تھی قاضی مقدمے فیصل کرتا تھا اور کوتوال امنیت خلایق کا ذمہ دار تھا۔ ہر صوبے کے خاص شہر میں انگریزی عہد کے جج کی طرح میر عدل ایک حاکم ہوتا تھا۔ بڑے مقدموں کی اپیل خود بادشاہ سنتے تھے۔ اکبر کے

صوبوں کے نام سلسلہ وار ہیں:۔

(۱) آگرہ۔ (۲) اجمیر (۳) الہ آباد (۴) بہار (۵) بنگالہ و اڑیسہ (۶) برار (۷) دلّی (۸) گجرات (۹) کاشمیر (۱۰) لاہور (۱۱) مالوہ (۱۲) ملتان (۱۳) خاندیس (۱۴) کابل (۱۵) قندھار

پہلے ہر سردار فوج جاگیر پاتا تھا۔ اُس جاگیر کی آمدنی سے سپاہیوں کی پرورش کرتا تھا۔ یہ جاگیردار محصول ادا کرنے میں بہت حیلہ حوالہ کرتا تھا۔ اکبر نے یہ انتظام فسخ کر دیا۔ فوج سردار اور سپاہی سب کو تنخواہیں دیتا تھا۔ جاگیرداروں کی خودمختاری جاتی رہی۔ سردار فوج یا منصب داروں کے کئی درجے تھے جیسے پنج ہزاری۔ دس ہزاری۔ ہر منصب دار کو کچھ پیادے اور کچھ سوار رکھنے پڑتے تھے۔

(۴) **مالگذاری کا انتظام** ۔ ہندو راجے خراج میں پیداوار کا چھٹواں حصّہ لیتے تھے شیرشاہ چوتھا حصّہ لیتا تھا۔ اکبرشاہ نے اور سب محصول معاف کر دیئے اور پیداوار کا تیسرا حصّہ لینے لگا۔ پہلے تمام مزروعہ زمین کی پیمائش ہوئی۔ پھر جن کھیتوں کی زراعت زیادہ تھی وہ الگ کئے گئے اور کئی سال کی پیداوار کی قیمت اور اناج کی قیمت کا اوسط نکالا گیا۔ اس حساب سے محصول لگایا گیا۔ کسانوں کو زمین دی گئی۔ قحط کے وقت اونکو امداد کے لئے روپیہ اور بیج اور ایسی چیزیں پیشگی دیجاتی تھیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کسانوں نے بہت پیداوار بڑھا دی۔ سوداگری کو ترقی ہوئی۔ کھانے کی چیزیں سستی ہوگئیں۔ اکبر مسلمان تھا لیکن اور ترکیوں کی طرح تعصب نہ رکھتا تھا۔ بلکہ سب مذہبوں کی عزّت کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اسلام سے اعتقاد کم ہوگیا۔ تب اوس نے شاہی دربار سے مذہب اسلام کو بالکل جدا کر دیا اور بڑے بڑے مسلمانوں کو اسپر مجبور کیا کہ مذہبی کاروبار میں

بادشاہ کو مجتہد مانیں

مذہب الٰہی ۔ ۱۵۷۹ء میں پھر وہ ہندو ۔ پارسی ۔ جین اور اور مذہبوں کے عالموں کو بلا کر ادن کی مذہبی باتیں سُنا کرتا تھا ۔ اس لئے اوس کو یقین ہوگیا کہ مذہبوں کا مقصود ایک ہی ہے ۔ پس اس نے ہر مذہب والے کو بغیر کسی روک ٹوک کے اپنی دینی باتیں کرنے کی عام اجازت دیدی (صلح کل) اس کے بعد ۱۵۸۲ء میں نانک اور کبیر کی طرح اپنا ایک نیا مذہب قایم کیا ۔ اس مذہب کا خطاب "دین الٰہی" رکھا گیا ۔ ہندو مسلمان اور سب مذہب کے لوگ اُسکو اختیار کرسکتے تھے ۔ اس مذہب کا پہلا رکن یہ تھا کہ شاہنشاہ خدا کے پیغمبر ہیں ۔ پھر ایک رُکن یہ تھا کہ جو اس مذہب میں داخل ہو ۔ وہ چار چیزیں بادشاہ پر نثار کرے ۔ جان ۔ مال ۔ آبرو ۔ ایمان ۔ اس مذہب کے ماننے والوں کو جائز یہ تھا کہ مسلمانوں کی طرح لمبی لمبی ڈاڑھی بھی رکھیں اور شراب بھی پیویں ۔ سورج اور جلتی ہوئی آگ کو پوجیں اور اکبر کو سجدہ کریں ۔ اس نئے مذہب کی ایجاد سے بادشاہ دین و دنیا دونوں کا مالک بنگیا ۔ جب خدا کا رسول بنا تو یہ بھی اُمید ہوئی کہ لوگ اوسکا کہنا مانینگے ۔ پس اس طور سے اکبر نے اپنی بادشاہی کا پورا انتظام کرلیا ۔

اکبر شاہ کا آخری وقت ۔ افسوس کہ اتنے بڑے اور اتنے اچھے بادشاہ کا بھی آخری وقت آرام میں نہ گذرا ۔ دو بیٹے دانیال اور مراد باپ کے آگے عدم کو راہی ہوئے ۔ بڑے صاحبزادے سلیم بلوہ کر بیٹھے

اور اپنے بادشاہ کے دل عزیز عالم وزیر ابوالفضل کا سر کٹوا لیا۔ ایسی ایسی
کوفتیں اوٹھانے سے اکبر کی تندرستی میں خلل پڑ گیا۔ بیمار ہو کر بستر پر گرا۔ اب
تخت نشینی کا جھگڑا نکلا۔ سلیم سے درباری بہت ہی بیزار تھے۔ اون کو
فکر ہوئی کہ سلیم کے بڑے بیٹے کو تخت ملے۔ اکبر اپنی انصاف پسندی کو مرتے
مرتے نہ بھولا۔ اپنے بیٹے کو اپنے پاس بُلایا۔ اوس کے سب قصوروں پر
قلم پھیر دیا اور اپنا جانشین قرار دیا۔ ۱۶۰۵ء میں خلعت بادشاہی اُتار کر
کفن پوش ہوا اور قبر کے کونے میں پڑا رہا۔ مرنے کے بعد بھی اکبر کا انتظام
سلطنت زندہ رہا۔ ہندو دل وجان سے اوس کے طرفدار ہو گئے اور
اوس کے وارثوں کے بھی جبتک مسلمان شاہنشاہوں نے اُنھیں نہ ستایا
وہ ترقی سلطنت میں پوری مدد دیتے رہے۔

اکبر کی اولاد اور طریقے۔ جہانگیر بادشاہ لکھتے ہیں کہ والد مرحوم ہمیشہ
عالموں کی صحبت پسند کرتے تھے اگرچہ وہ ذیعلم نہ تھے مگر صحبت سے یہ
لیاقت حاصل کی تھی کہ اون کی باتوں سے کوئی نہ پہچان سکتا تھا کہ وہ خواندہ
ہے۔ بڑا دلیر اور بہادر تھا۔ محض تفریح طبع سے بڑے بڑے مست
ہاتھیوں پر سوار ہو بیٹھتا تھا اور خونخوار ہاتھیوں کو اپنا تابع بنا لیتا تھا۔
برت طرح طرح کے رکھتا تھا۔ ایک یہ تھا کہ برس میں تین مہینہ گوشت
کھاتا تھا۔ اور نو مہینے صرف پھل ترکاری اور اناج۔ جاندار کو مارنا
بالکل ناپسند کرتا تھا۔ مہینہ میں کئی دن مناہی تھی کہ کوئی گوشت نہ کھائے۔

(توزک جہانگیری) اکبر ناخواندہ تھا مگر مزاج میں جاہلانہ خود رائی نہ تھی۔ نیکی
بہت تھی مگر حکمت عملی بھی خوب جانتا تھا۔ جرّار سالار لشکر ایسا تھا کہ چھوٹی سی
فوج کے ساتھ بڑے بڑے لشکروں کو خاک میں ملا دیتا تھا۔ وقت بیفائدہ
ضایع نہ کرتا تھا۔ سُستی کاہل نہ تھا۔ فوج کو ہمیشہ زرق برق رکھتا تھا۔
حربے صاف تیز۔ پوشاکیں درست۔ قواعد بہت اچھی کئے ہوئے۔
آداب سلطنت اسوقت اوس کے برابر کوئی نہ جانتا تھا۔ اسیوقت میں
یورپ کے بادشاہ مذہبی نزاع پر لڑنے کے لئے مرتے تھے اور اوسنے
اختلاف کو بالکل نیست نابود کرکے مغلوں کی بادشاہت کو کتنا مضبوط کرلیا
مزاج بیشک تیز تھا مگر تحمل اور برداشت کو کام میں لاتا تھا۔ رحمدل تھا۔
بہادری کا قدر دان تھا۔ جو سردار اور راجہ مغلوب ہوجانے کے بعد اوس کے
دربار میں عاجزانہ رہتے تھے اون کی بہت دلجوئی اور توقیر کرتا تھا۔ اوس کے
عہد میں دستکاریاں اور کاریگریاں بھی بڑی شاندار ہوتی تھیں اور مُلکی انتظام بھی
اعلیٰ درجے کا تھا۔ ظاہری تکلفوں کے شوق میں سیاست مُلکی میں نقص نہیں آنے
دیتا تھا۔ فوجی قواعد بڑی مستعدی سے ہوتی تھی۔ اصل سبب اوس کی کامیابی کا
یہ تھا کہ عقلمندوں اور عالموں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اپنی نوازشوں سے اون کی
ہمتوں کو بڑھاتا رہتا تھا اور اعلیٰ عہدوں کے لئے لایق فایق نیک روش لوگوں کو
تجویز کرتا تھا۔

دربار اکبری میں فرنگیوں کی رسائی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اکبر ایک مذہب کا

پابند تھا سب مذہبوں کی حقیقت دریافت کرنے کا جویاں تھا۔ بنارس سے ہندو پنڈت بُلائے گئے اور گجرات سے جین اور پارسی کا شان دینی طلب ہوئے۔ ہوتے ہوتے گوآ سے تین مرتبہ عیسائی پادریوں کی طلبی ہوئی۔ ۱۵۷۹ء سنہ ۱۵۹۱ء سنہ ۱۵۹۵ء ان پادریوں میں مشہور نام یہ ہیں۔ اکودیا مانسریٹ۔ جرومِ شیویر۔ پہنیرو۔ ان میں سے پہلے نام کے پادری اکودیا ۵ سال اکبر کے پاس رہے یہ پوشیدہ اپنے لوگوں کی طرف سے جاسوس کا کام بھی کرتے تھے۔ رنیوبری نامی ایک انگریز بھی اکبر کے وقت اس ملک میں آیا (سنہ ۱۵۵۲ء)۔ انھوں نے جو کچھ لکھا اوس سے اکبر کے آئین سلطنت طرز معاشرت۔ کیفیت فتوحات و اعتقاد مذہبی سب احوال روشن و آشکار ہوتے ہیں۔

اکبر کے دربار کے مشہور لوگ۔ اکبر ہنرمندوں اور عالموں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ تمام ہندوستان کے کامل اسکے پاس جمع ہوگئے۔ فیضی اور ابوالفضل دو سگے بھائی شیخ مبارک کے بیٹے بادشاہ کی دربار کے رونق تھے۔ فیضی بڑا شاعر اور سنسکرت داں تھا۔ ابوالفضل بڑا ذی علم انشا پرداز اور اکبر کا ایک وزیر تھا۔ اس نے اکبرنامہ لکھا ہے جس میں اوس سلطنت کا پورا حال ہے۔ اسی کتاب کا ایک حصّہ آئین اکبری ہے۔ ابوالفضل کی قدر بادشاہ کی نظر میں بہت بڑی تھی مگر سلیم نے اوس کا سر کٹوا لیا۔ راجہ مان سنگھ۔ امبر کے راجہ بھگوانداس کے بیٹے بادشاہی سپہ سالار اور صوبہ دار تھے۔ انھوں نے بنگالہ فتح کیا۔ اور بنگالے

اور کابل کی صوبہ داری کا کام انجام دیا۔ راجہ ٹوڈر مل پہلے ایک معمولی محرر تھے رفتہ رفتہ اپنی محنت اور لیاقت سے بڑا عہدہ حاصل کیا۔ تمام سلطنت کی مالگذاری کے افسر یا دیوان بنائے گئے۔ وہ بڑے دیندار اور خدا پرست تھے۔

راجہ بیربل پہلے غریب برہمن تھے۔ بادشاہ کو خوش کر کے بڑا پایہ حاصل کیا۔ پچھمی سرحد کی لڑائی میں مارے گئے۔ انکے علاوہ بڑے گویئے تانسین اور ایک اور اُستاد مصور دسونت اُسی وقت میں تھے۔

خلاصہ

اکبر بادشاہ ہوئے۔	سنہ ۱۵۵۶ء
پانی پت کی دوسری لڑائی۔	سنہ ۱۵۵۶ء
اکبر نے سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔	سنہ ۱۵۶۰ء
فتح چتوڑ۔	سنہ ۱۵۶۸ء
فتح گجرات۔	سنہ ۱۵۷۲ء
فتح بہار و بنگالہ۔	سنہ ۱۵۷۵ء
فتح سندھ۔ کاشمیر و کابل	سنہ ۱۵۸۶ء سے سنہ ۱۵۹۳ء
فتح احمد نگر۔	سنہ ۱۶۰۰ء
فتح اسیر گڈھ	سنہ ۱۶۰۱ء
شہزادہ سلیم کی بغاوت	سنہ ۱۶۰۲ء
اکبر کی وفات	سنہ ۱۶۰۵ء

(۱۵) ہند میں ڈچ اور انگریز سوداگروں کا آنا

ڈچ سوداگر۔ سولہویں صدی کے بیچ تک ہالینڈ اسپین کی شاہنشاہی کا ایک صوبہ تھا۔ مگر ڈچ لوگوں کا فریق مذہبی اسپین والوں کے خلاف تھا۔ اسلئے اسپین کے شاہنشاہ فلپ دوم سے اون سے موافقت نہو لی سنہ ۱۵۸۱ء میں ڈچ لوگوں نے انگریزوں سے مدد لیکر اپنے ملک میں ایک ریاست قایم کی۔ اس ماجرے کے پہلے ہی ڈچ سوداگر پرتگالیوں سے ہندوستانی اسباب خرید کر انگلستان۔ ناروے اور جرمنی میں فروخت کرکے نفع اوٹھاتے تھے مگر سنہ ۱۵۸۱ء میں جب فلپ دوم نے پرتگال پر بھی قبضہ کرلیا اسی وقت سے اسنے ڈچ سوداگروں کے ہاتھ ہندوستانی اجناس بیچنے کی پرتگالیونکو مناہی کردی۔ اس بدسلوکی سے ناخوش ہوکر ڈچ لوگوں نے یہ قصد مصمم کرلیا کہ ہندوستان کا بحری رستہ جو پرتگالیوں نے نکالا ہے اودھر سے آکر بغیر کسی واسطے کے ہندوستانیوں سے مال خریدیں۔ سنہ ۱۵۸۸ء میں جب انگریزوں نے بحری قوت کو نیست و نابود کردیا۔ اسی زمانہ سے ڈچ سوداگروں نے ہند کے ساتھ واسطہ تجارت شروع کردی۔ اس مقصد سے ہالینڈ میں بہت سی چھوٹی چھوٹی کمپنیاں قایم ہوئیں۔ آخر سنہ ۱۶۰۲ء میں ڈچ سرکار نے سب چھوٹی کمپنیوں کو ملاکر ایک بڑی کمپنی قایم کی۔ اس کمپنی کا نام یہ رکھا گیا "نیدرلینڈ کی متحدہ ایسٹ انڈین کمپنی" سنہ ۱۵۸۵ء میں سب سے پہلے جاوا (جاوا) میں آئے پرتگالیوں نے اون کی مخالفت کی مگر ایک بحری لڑائی میں ہار گئے۔ اس فتح سے ڈچ لوگوں کی ہمت بڑھ گئی۔ اور اونھوں نے پرتگالیوں سے غلش شروع کردی۔ پرتگالی

کئی بار شکست کھا گئے اسلئے مشرقی معاملوں میں روز بروز اِن کا رُعب و اقتدار کم ہوگیا۔ رفتہ رفتہ ڈچ لوگوں نے کئی کوٹھیاں ہند میں کھولیں اور ہندی مجمع الجزائر کو خاص مقام قرار دیا۔ اِن کا خاص مقصد یہ تھا کہ نئی نئی آبادیاں قایم کریں اور زراعت کرکے مصالح کی تجارت میں پورا نفع اوٹھائیں۔ اس طرح خدا نے ہندوستان کو انگریزوں کے ہاتھ میں بالکل دیدیا۔ کیونکہ اس وقت ڈچ لوگوں کی خلل اندازی سے پُرتگالیوں کا دَور بالکل سُست ہوگیا تھا اوسی وقت میں انگریزوں نے جاوا اور دوسرے جزیروں کے ساتھ تجارت شروع کردی۔ کئی سال تک ڈچ لوگ انگریزوں سے لڑتے رہے۔ آخر کار ولیم سویم جو ہالینڈ کے بادشاہ تھے۔ انگلستان کے بادشاہ بھی ہو گئے۔ تب اس لڑائی کا خاتمہ ہوگیا۔ اس اثنا میں ڈچ لوگ پُرتگالیوں سے مجمع الجزائر کے حصّے اور ساحل ملیبار کے چند مقامات چھین کرلے چکے تھے۔ آخر انگریزوں کی مخالفت سے عاجز ہوکر ڈچ لوگوں کا قدم یہاں سے اُکھڑ گیا۔ ابتک سماترا۔ جاوا۔ بورنیو۔ اور کئی جزیرے ڈچ لوگوں کے قبضے میں ہیں۔ مگر پہلے پہل انگریزوں کا مقصد کچھ اور ہی تھا۔ ان دنوں یہ لوگ نئی آبادیوں۔ وسعت سلطنت اور زراعت کے لئے امریکہ کی وسیع سرزمین پر زیادہ متوجہ تھے اور مشرق میں فقط تجارت بڑھانا چاہتے تھے۔ اور جبتک اسٹریلیا اور راس امید اِن کا قبضہ نہ ہوگیا اور امریکہ

والوں نے بلوہ نہ کیا اسوقت تک تو وہ اس ملک میں سلطنت قایم کرنی نہیں چاہتے تھے۔

انگریزی ایسٹ انڈین کمپنی ۔ سنہ ۱۵۸۰ء کی فتح سے انگریزوں کی ہمت بڑھی اور ان قوموں کی ہندوستانی تجارت میں بھی دخل اندازیاں شروع کردیں ۔ چنانچہ سنہ ۱۶۰۰ء میں ملکہ انگلستان الزبیتھ سے اجازت پاکر انگریزوں نے ایک کمپنی قایم کی "لندن کے اون تاجروں کی جماعت جو ہندوستان کے ساتھ تجارت کرتے ہیں" یہی اُس کا نام رکھا گیا۔ اس کمپنی کو ہند و انگلستان کی باہمی تجارت کا اجارہ دیدیا گیا۔ تین لاکھ روپیہ اس کمپنی کا سرمایہ تھا۔ پہلے سماترا اور جاوا جزیروں میں سوداگری کرتے تھے پھر مغربی ساحل ہند سے بھی تجارت جاری کردی ۔ دس برس کے بعد حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کمپنی کو تجارت میں فی روپیہ دوسو روپیہ نفع ہوا۔ ڈچ اور پُرتگالی انگریزوں سے خلش نکالا کرتے تھے ۔ مگر جب سنہ ۱۶۱۵ء میں سورت میں پرتگالیوں نے انگریزوں سے جنگ بحری میں سخت شکست کھائی تو سنہ ۱۶۱۲ء میں پرتگالیوں کا تنزل اور انگریزونکی ترقی ہونے لگی ۔ سنہ ۱۶۱۳ء میں سورت اور چند مقاموں پر انگریزوں کو کوٹھیاں کھولنے کی اجازت مل گئی ۔ اب ہندوستان میں سورت اور جاوا میں بنٹم انگریزونکی تجارت کے خاص شہر قرار پائے سنہ ۱۶۱۵ء سر ٹامس رو جہانگیر کے دربار میں سفیر بنکر آیا اور تین سال رہا ۔ انگریزی سوداگروں کیلئے

اکثر فوائد اونکی وجہ سے بادشاہ نے عطا کئے۔ لیکن جزائر میں ڈچ اہل انگلستان کے سخت دشمن ہوگئے۔ آخر انگریز اون ٹاپوؤں سے چلے آئے۔ اور ساحل کارومنڈل پر موسلی پٹن اور اوڑیسہ کے ہری ہر پور میں اور بنگالے کے شہر بالیشر میں کوٹھیاں کھولیں پھر ایراں کی طرف تجارت بڑھانے کے لئے سنہ ۱۶۲۲ء میں انگریزوں نے پرتگالیوں سے ہرمز چھین لیا۔ اس کے بعد ہی انگریزوں اور پرتگالیوں میں میل ہوگیا اور ان دونوں قوم کی دشمنی کا خاتمہ ہوگیا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اس کمپنی سے سرکار سلطنت انگلستان کو واسطہ نہ تھا محض اجازت سوداگری پانیکی شکریہ میں یہ کمپنی سرکار کو ایک رقم سالانہ محصول ادا کرتی تھی۔

خلاصہ

یورپ میں انگریزوں نے اسپین والوں اور پرتگالیونکو شکست دی۔	سنہ ۱۵۸۸ء
انگریزی کمپنی قایم ہوئی۔	سنہ ۱۶۰۰ء
ڈچ کمپنی کا ظہور ہوا	سنہ ۱۶۰۲ء
انگریزوں کی کوٹھی سورت میں قیام پذیر ہوئی۔	سنہ ۱۶۱۳ء
سرٹامس رو جہانگیر کے دربار میں آئے۔	سنہ ۱۶۱۵ء

(۱۶) جہانگیر (سنہ ۱۶۰۵ء سے سنہ ۱۶۲۷ء)

شاہزادہ سلیم اکبر کا بڑا بیٹا تھا۔ اس کی ماں راجپوت راجہ کی لڑکی تھی۔
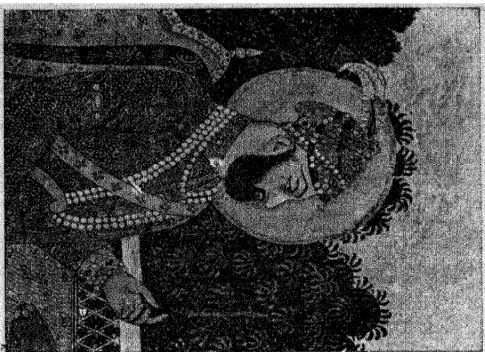
(Chap. 14)
Akbar.

(Chap. 16)
Jahangir.

(Chap 16)
Nurjehan

سلیم ۱۵۶۹ء میں پیدا ہوا تھا۔ بادشاہ ہونے کے پہلے کئی جگہ کی صوبہ داری کر چکا تھا۔ ایک دفعہ باپ سے بغاوت بھی کی تھی مگر اکبر نے عفو تصور کرکے اپنا وارث قرار دیا اور اسطرح شاہزادہ سلیم بادشاہ جہانگیر کا خطاب اختیار کرنے سے تخت شاہی پر بیٹھا۔ اسوقت اوس کے چار بیٹے تھے۔ خسرو۔ پرویز۔ خرم۔ شہریار۔ اسکی شاہنشاہی میں امن نہ رہا۔ متواتر جنگ و پیکار اور بغاوت کا زور رہا۔

جہانگیر کی اصلاحیں۔ شاہنشاہ جہانگیر نے اکثر نئے نئے قاعدے جاری کئے اور اون کی تعمیل میں سب کو مجبور کیا۔ جاگیر دار فائدہ اوٹھانے کو جو محصول وصول کرتے تھے اوس کا انسداد کر دیا۔ افسروں کے خلاف شکایت سننے کے لئے آگرے کے قلعہ کی دیوار سے ایک زنجیر لٹکا دی۔ مجرموں کے ناک کان کٹوانے بند کر دے۔ سال میں کئی دن جانوروں کا ذبح کرنا مسدود کر دیا۔ سرکاری نوکر سوداگروں کے مال و اسباب کو اسکے عہد میں نہیں کھول سکتے تھے۔ تمام قلمرو میں شراب۔ بھانگ۔ اور نشی چیزیں پینی بند ہو گئیں۔ بہت واقعہ نویس ہر طرف مقرر ہوئے۔ یہ شہنشاہ کے حضور میں رپورٹ کرتے تھے۔ غریبوں کو کھانا بانٹنے کے لئے خانقاہیں مقرر ہوئیں۔ تمام قلمرو میں ڈاک چوکیاں بٹھائی گئیں۔ شہنشاہ سے جو افسر دور تھے وہ بھی زبردستی مسلمان نہیں بنا سکتے تھے۔

خسرو کا بلوہ۔ اکبر کی زندگی میں خسرو کو وارث سلطنت بنانیکی گفتگو آچکی تھی۔ مگر اب جہانگیر نے خسرو اور اوس کے باغی رقیبوں سے رنجش بالکل

نہ کی۔ لیکن خسرو نے قلعہ آگرہ سے ایک دن غائب ہوکر۔ لاہور کے قریب بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ شکست کھائی۔ گرفتار ہوکر بادشاہ کے سامنے آیا جہانگیر نے اوسی کے روبرو اوس کے باغی رفیقوں کو نہایت بیرحمی سے مارڈالا اور اسکو عمر بھر کے لئے مقید رکھا۔ خسرو کو لوگ بہت عزیز رکھتے تھے مشہور ہے کہ شاہجہاں نے اوس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ اور اوس کا مقبرہ الہ آباد کے خسرو باغ میں موجود ہے۔

نور جہاں ۔ اپنے جلوس کے چھ برس بعد نور جہاں سے جہانگیر نے تعلق کرلیا۔ نور جہاں بیگم کی سرگذشت یہ ہے۔ یہ زمانہ شاہنشاہ مغلیہ کے عروج کا تھا۔ مسلمان ہرطرف سے یہاں آتے تھے۔ بودو باش کرنے کو یا نوکری پانے کو۔ نور جہاں کا پہلا نام مہرالنسا تھا۔ اس کا باپ روزگار کی تلاش میں اپنی زوجہ کو لیکر ہندوستان کی طرف راہی ہوا۔ یہ شخص فارس کا رہنے والا اچھے خاندان کی نسل میں تھا۔ راستہ میں نور جہاں پیدا ہوئی۔ اس کا باپ دلّی میں اپنے ایک سوداگر دوست کے گھر آکر ٹھہرا۔ اس سوداگر نے موقع پاکر نور جہاں کے باپ کو دربار اکبری میں نوکر رکھوا دیا۔ مہرالنسا کی شادی بردوان کے فوجدار شیر افگن خاں سے ہوگئی۔ خان مذکور بلوہ کر بیٹھا۔ صوبہ دار بنگالہ نے اوس کی سرکوبی کی تدبیر کی اور شیر افگن مارا گیا۔ مہرالنسا اس کی بیوہ آگرہ بھیجدی گئی۔ وہاں اکبر کے کسی زوجہ کی سہیلی بنکر چار برس تک رہی سنہ ۱۶۱۱ء میں جہانگیر نے مہرالنساں کو اپنی بیگم بناکر نور جہاں خطاب دیا۔ شہنشاہ کے ہرامور

خانگی اور ملکی میں اس بیگم کو اختیار تھا۔ بہت ہوشیار اور منتظم عورت تھی۔ بادشاہ کے سکہ تک میں اس کا نام داخل تھا۔ جب دربار میں کسیکو دخل زیادہ ہوجاتا تھا تو وہ اوس کے دفع کی کوشش کرلی تھی۔ اپنا مطلب کرسی النیں رکھنے کے لئے جہانگیر کو اوس کے بیٹوں کی طرف سے بیزار رکھنے کی فکریں ہمیشہ منظور نظر تھیں۔ نورجہاں کی رخنہ اندازی سے عاجز آکر شاہ جہاں باغی ہوگیا۔ حالانکہ بہت عقلمند آدمی تھا۔ بڑے بڑے معرکوں میں نمایاں کام کرچکا تھا۔ اسی شاہزادے کی بہادری اور جنگ آزمائی دیکھکر مہارانہ پرتاب سنگھ کے بیٹے امرسنگھ نے بادشاہ کی اطاعت کو گوارہ کرلیا (سنہ ۱۶۱۴ء) خود اکبر اس راجہ کو زیر نہ کرسکتے تھے۔ دکن میں اسی شاہزادہ ذیشان نے مغلوں کا غلبہ اچھی طرح کردیا۔ احمد نگر کو فتح کرکے قلمرو شاہنشاہی میں ملادیا۔ اسوقت بلوہ کا سبب یہ ہوا کہ شاہ ایران نے سنہ ۱۶۲۲ء میں مغلوں سے قندھار چھین لیا۔ نورجہاں نے اپنے پہلے شوہر کی بیٹی کی شادی شہریار فرزند جہانگیر سے کردی تھی۔ اور اپنے داماد کو تخت دلوانا چاہتی تھی۔ شاہجہاں کو باپ کے پاس سے ہٹانا منظور تھا۔ حکم دیا کہ قندھار کی مہم پر جائے۔ شاہجہاں مطلب اصلی سمجھ گیا اور جانے سے انکار کیا۔ بلکہ علم بغاوت بلند کیا۔ بادشاہی لشکر کی طرف سے مہابت خاں سپہ سالار نے شاہزادے کا مقابلہ کیا۔ شاہجہاں شکست کھاکر کچھ دنوں آوارہ بنگالہ و دکن میں پھرتا رہا اور آخر جہانگیر کے قبضہ میں آگیا۔ بادشاہ نے شاہجہاں کے دو بیٹوں کو امانت میں لیا۔ یہ بیٹے دارا اور اورنگ زیب تھے۔

مہابت کا بلوہ - مہابت خاں کی طاقت اب بڑھ گئی تھی۔ اسکی فکر نورجہاں کو ہوئی۔ مہابت خاں کو دبانے لگی۔ اوس نے راجپوتوں کی ایک بڑی فوج جمع کی اور دریائے جھیلم کے کنارے جہانگیر کو قید کرلیا۔ نورجہاں مردانہ وار ہاتھی پر بیٹھکر بادشاہ کو رہا کرنے کے لئے مہابت خاں کے لشکر سے لڑی اور خوب ہی لڑی۔ مگر مقصود حاصل نہ ہوا۔ ناچار مہابت خاں سے کہا کہ بادشاہ کے ساتھ میں بھی مقید بنکر رہونگی - مہابت خاں نے خوشی سے قبول کرلیا۔ اور جب دونوں قید ہو چکے تو کچھہ بیفکر ہوگیا۔ اوس غفلت میں بادشاہ اور بیگم نے قید کو باطل کردیا۔ اور آزادانہ لشکر سے باہر نکل آئے مہابت خاں کو جان کے لالے پڑگئے دکھن میں جاکر شہزادہ خرّم سے ملے مگر تھوڑے ہی عرصہ میں ملک الموت نے سب گتھیاں سلجھا دیں اور جہانگیر نے ۱۶۰۵ء میں لاہور کے ایک باغ میں مقبرے کو آباد کیا۔

جہانگیر کے دربار میں انگریزوں کی آمد - اسی شاہنشاہ کے عہد میں انگریز ہندوستان میں سوداگری کرنے لگے۔ ۱۶۰۸ء میں بادشاہ انگلستان جمیس اول کا عہد تھا۔ پکڑ نام ایک جہاز کا ناخدا ہاکنس جہانگیر کے دربار میں آیا۔ بادشاہ اوسکو انگلش خاں کہتے تھے اور اوس سے بہت مانوس ہوگئے تھے اوسکو منصب دار بھی بنایا تھا اور یہ چاہتے تھے کہ وہ اس ملک میں رہے وہ بہت مصیبتیں اوٹھاکر دربار تک پہونچا تھا۔ اوس کے لکھنے سے شہنشاہ کے طرز اور طریقے اور دربار کی شان و تجمل کے متعلق بہت باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

وہ لکھتا ہے کہ شہنشاہ کے چھتیس ہزار نوکر تھے اون کے سوا بہت سے منصب دار بھی تھے۔ سب سے بلند مرتبہ بارہ ہزاری کا تھا اور سب سے کم مرتبہ بیس کا تھا۔ جب کوئی امیر مر جاوے تو اوس کی پوری جاگیر سرکار لے لیتی تھی۔ شہنشاہ کی آمدنی پچاس کروڑ تھی خرچ بھی بہت ہوتا تھا۔ مجرموں کو سزائیں سخت ملتی تھیں۔ شہنشاہ کے روزانہ اشغال کا بھی بیان کیا ہے۔ اوس نے جہانگیر کو بیرحم اور غصّہ ور کہا ہے۔

سر ٹامس رو۔ پھر ۱۶۱۵ء میں جیمس اول نے ایلچی بنا کر سر ٹامس رو کو جہانگیر کے دربار میں روانہ کیا۔ یہ ایلچی بہت عقلمند ذی علم بیباک آدمی تھا۔ اس وقت سوداگروں کو طرح طرح کی دقتیں پڑی ہوئی تھیں مگر ڈر سے بیان نہ کرتے تھے سر ٹامس رو ڈرنے والا آدمی نہ تھا وقت پر وزیر کو بھی سخت جواب دیدیتا تھا۔ سر ٹامس رو نے یہاں رہکر جو دیکھا سُنا ہے اوس کو ایک کتاب میں قلمبند کیا ہے۔ بادشاہ اوس سے خوش تھے اور رات کو جو تخلیہ ہوتا تھا وہاں بھی سر ٹامس رو بلایا جاتا تھا۔ بادشاہ شراب ایسی تیز پیتے تھے کہ ٹامس رو کو چھینکیں آنے لگتی تھیں اور لوگ ہنسنے لگتے تھے۔ بادشاہ اسی مے نوشی کے شغل میں سو جاتے تھے روشنی بجھ جاتی تھی۔ سر ٹامس رو ٹٹولکر وہاں سے باہر آتے تھے۔ شہنشاہ جب اجمیر میں گئے تھے تو شہنشاہی لشکر گاہ کی وسعت بیس میل تھی۔ اس میں سڑکیں و گلیاں بھی ہوتی تھیں اور خیمہ ترتیب سے نصب کئے جاتے تھے۔ اس میں

بڑے بڑے بازار۔ چھاؤنیاں۔ کارخانے ہوتے تھے۔ صوبہ دار لوگ
بیش قرار تنخواہیں پاتے تھے اور اوس کے علاوہ بھی کچھ آمدنی کر لیتے تھے۔
ایلچی مذکو جہانگیر کی سالگرہ کی تیاریاں بیان کرتا ہے۔ "ایک خوشنما باغ
ہے اوس کے چاروں طرف پانی بہہ رہا ہے۔ کناروں پر درخت اور
پھول ہیں۔ اندر ایک سونے کی ترازو ہے اس پر جواہرات جڑے
ہوئے ہیں۔ اس میں شاہنشاہ تلتے ہیں ایک پلّے میں خود بیٹھتے ہیں۔ دوسرے
پلّے میں سونا چاندی جواہرات غلّے ہوتے ہیں۔ یہ سب غریبوں کو بانٹے
جاتے ہیں" دُور کے صوبوں میں بہت بدانتظامی تھی افسر اپنی خوشی کا کام
کرتے تھے۔ کسی اُمیدوار کا کام بے نذرانے اور رشوت کے نہ ہوتا تھا۔ مغلونکی
قوت گھٹ گئی تھی۔ صنّاعیاں اور دستکاریاں بڑی تکلّف کی تھیں
مالگذاری کے لئے ٹھیکہ دار رکھے گئے تھے۔ دکھن میں عرصہ تک لڑائی
رہی وہاں نہایت بربادی ہوئی بڑے بڑے شہر اُجاڑ ہوگئے۔

جہانگیر کا چال چلن۔ حقیقت یہ ہے کہ جہانگیر کی شاہنشاہی اکبر کی
شاہنشاہی کے ایک حصّے کے برابر ہے اوس شہنشاہ کے مروج کئے ہوئے
قاعدوں ہی کا یہ فیض تھا کہ جہانگیر سا ناقابل آدمی بھی بائیس برس تک مغلیہ
شاہنشاہی کا تاجدار بنا رہا۔ جہانگیر میں دماغی قوت اور اخلاقی طاقت
کچھ بھی نہ تھی۔ وہ ہمیشہ مست رہتا تھا۔ اور ایک جام شراب اور ایک
پارہ گوشت کے معاوضے میں شاہنشاہی کی ذمہ داری نور جہاں کے ہاتھ میں

دیدی کسی کام میں غور و فکر ہی نہ کرتا تھا۔ وہ آرام طلب اور تلوّن مزاج تھا۔
مذہب کا پکّا بھی نہ تھا۔ ٹامس رو نے اوسے بے دین کہا ہے۔ دُور کے
امیران کو سخت تاکید تھی کہ وہ کسی کو جبراً مسلمان نہ بنائیں۔ مگر فتح کانگڑہ
(سنہ ۱۶۲۰ء) کے بعد اس میں دینی جوش ایسا پیدا ہوا کہ قربانی کی سنّت کو ادا
کیا اور جوالامکھی دیبی کے مندر کے بغل ہی میں ایک مسجد بنوا دی۔ اجمیر میں
اوس نے براہ دیو کی مورتی اُکھاڑ ڈالی تھی۔ تاہم ہندوؤں کے ساتھ اُسکا
سلوک اچھا تھا اپنے والد کے پہلے اچھے اچھے ہندو پنڈتوں سے ملتا تھا۔
ویدانت پنڈت یدّ رپ سنیاسی اور بنارس کے رو در بھٹّا چاریہ سے
شہنشاہ نے اچھّا برتاؤ کیا۔ ہر جمعرات کو اکبر کی طرح مذہبی مباحثے بھی سُنا کرتا
تھا۔ غصّے میں اکثر بیرحم بنجاتا تھا۔ مگر اوس کے ساتھ ہی وہ باپ کا بہت
معتقد۔ مناظر قدرت کا منکسر دلدادہ۔ غریبوں کا سچّا دوست اور نازک
ہنرمندیوں کا قدرشناس تھا۔ توزک جہانگیری سے دریافت ہوتا ہے کہ وہ
پکّا ہندوستانی تھا۔

خلاصہ

جہانگیر کی پیدایش	سنہ ۱۵۶۸ء
جلوس کرنا	سنہ ۱۶۰۵ء
خسرو کی بغاوت	سنہ ۱۶۰۶ء

ہاکنس کا دربار میں آنا .... سنہ ۱۶۰۸ء
سر ٹامس رو کی سفارت .... سنہ ۱۶۱۵ء
شاہ جہاں کا جلوہ .... سنہ ۱۶۲۲ء
جہانگیر کی وفات .... سنہ ۱۶۲۷ء

(۱۷) شاہجہاں (سنہ ۱۶۲۷ء - سنہ ۱۶۵۷ء)

سنہ ۱۵۹۲ء اس بادشاہ کی پیدایش ۔ جہانگیر نے جب رحلت کی تو شاہجہاں دکن میں تھا ۔ باپ کے مرنے کی خبر سنتے ہی تخت لینے کے لئے آگرے کی طرف چلا ۔ نورجہاں نے اپنے داماد کو بادشاہ بنانا چاہا ۔ مگر اس کوشش میں ناکامیاب رہی ۔ نورجہاں کے بھائی آصف خاں خلجی کی بیٹی سے شاہجہاں کی شادی ہوئی تھی اپنے داماد کے مددگار ہوئے اور بڑے تزک و احتشام سے شاہجہاں نے تخت شہنشاہی پر جلوس کیا ۔ پہلا انتظام سلطنت یہ ہوا کہ شاہجہاں نے اپنے بھائی شہریار اور اپنے بھتیجوں کو بھی تہ تیغ کر دیا ۔ نورجہاں کو سلطنت کے کاموں سے الگ ہو نا پڑا ۔ بیس سال تک زندہ رہیں ۔ عزیز کشی کر کے شاہجہاں نے خرخشہ مٹا دیا ۔ مگر بہت بڑا نمونہ آیندہ کے واسطے چھوڑا ۔

دکن کی لڑائیاں ۔ اکبر جہانگیر کی طرح شاہجہاں بھی دکن کی ریاستوں کو نابود کیا چاہتا تھا ۔ شاہجہاں کا ایک سپہ سالار خان جہان لودی شروع سلطنت
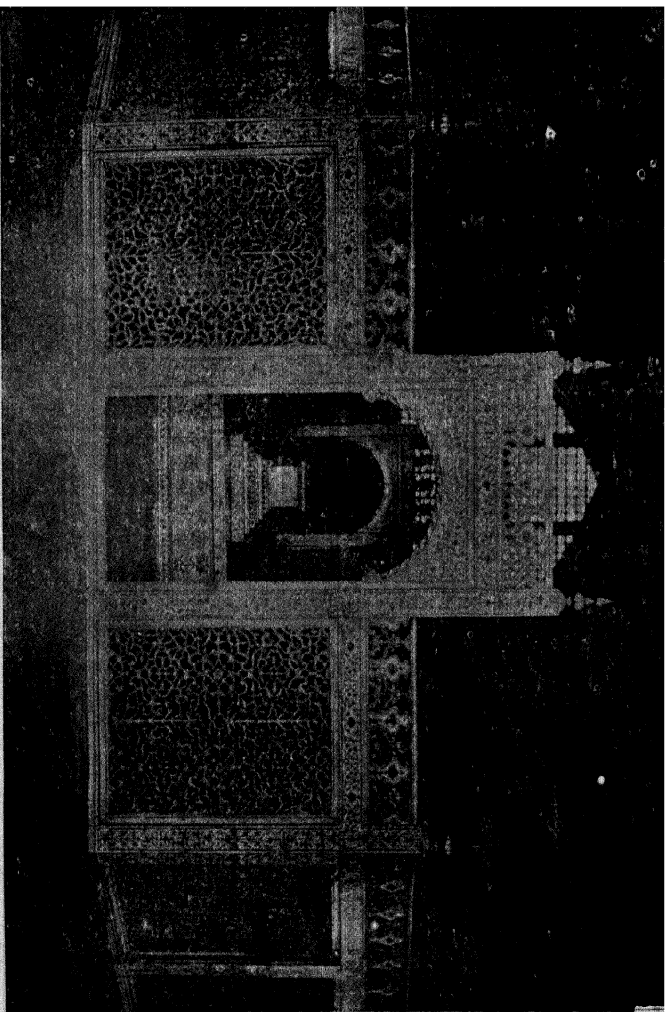
(*Chap. 17.*)

Cenotaph of Mumtaz, Agra.

میں باغی ہوکر احمد نگر کے سلطان سے ملگیا دس برس کے بعد ۱۶۳۲ء میں احمد نگر شامل ملک شاہجہاں ہوا - اسیوقت شیواجی کے باپ شاہ جی نے نظام شاہی سلطنت کہ چراغ سحری ہو رہی تھی اوس کے بچانے کی بہت کوشش کی جب وہ کامیاب نہ ہوا اور سلطنت فتح ہوگئی تو اوس نے دربار بیجاپور میں نوکری کرلی - بعد اس کے بہت دنوں تک بادشاہ بیجاپور اور گولکنڈے کے سلطانوں سے لڑتا رہا - شہزادہ اورنگ زیب تب صوبہ دار بنکر دکن میں آیا - گولکنڈے کا وزیر میر جملہ اپنے سلطان سے بگڑکر اورنگ زیب سے ملگیا - ۱۶۳۶ء میں سلطان گولکنڈہ نے ڈرکر شہزادے سے صلح کرلی - کچھ دن گذرنے کے بعد بیجاپور کے سلطان نے ہارکر مغلوں سے صلح کرلی - اسی اثناء میں پرتگالی سوداگر بنگالے میں حجت کرنے کے سبب ہگلی سے نکالدیئے گئے - ایران کے بادشاہ کا صوبہ دار علی مردان خان شاہ ایران سے انحراف کرگیا اور قندھار شاہجہاں کے حوالے کیا - خود بادشاہ ہند کا نوکر بنگیا - علی مردان خاں کی نہر دلی کے نزدیک بنی اور مشہور ہے - کئی بار کی کوشش میں شاہجہاں نے بلخ بھی فتح کرلیا - لیکن عرصہ قلیل میں شاہ ایران نے بلخ اور قندھار پر پھر قبضہ کرلیا - شہزادہ اورنگ زیب نے ان دونوں ریاستوں کو پھر فتح کرنے کی کوششیں کیں مگر بیفائدہ ہوئیں - ناحق زر کثیر تلف ہوا - یہ سب پہاڑی ملک ہیں اور یہاں کے رہنے والے اکثر فسادی ہوتے ہیں - چونکہ بلند پہاڑوں نے ہند سے اس مقام کو جدا کانہ

کردیا ہے اور راستے بھی عمدہ نہیں اسلئے کسی ہندوستانی بادشاہ کے لئے
دشوار ہے کہ اس دیار کو اپنے قبضہ میں رکھ سکے۔ شاہجہاں ان ملکوں پر
فتح پانے کی فکر میں فقط اپنی شان بڑھانے کے لئے گیا۔ اورنگزیب
ہوشیار تھا۔ اسلئے اوس نے دوبارہ اِن پر قابض ہونے کی کوشش
نہیں کی مگر پہلی لڑائی میں بہت راجپوت سپاہیوں نے مالک کی کارگذاری
میں اپنی جان میدان جنگ میں دیدی اور شکست ہونے ہی کے باعث
سے دارا اور اورنگزیب میں تنازع بڑھگیا۔ جس کا نتیجہ دارا اور شاہنشاہی
کے لئے اچھا نہیں ہوا۔ شاہجہاں کے عہد میں بنگالہ اور شمالی ہندوستان بہت ہی
سرسبز تھا۔ امنیت خاطر خواہ تھی۔ رعیّت فارغ البال تھی۔

مُلک کی حالت۔ بادشاہ رحمدل تھا۔ صوبہ داروں کے ظلم اور محصول
لینے والوں کی زبردستیوں سے رعایا کو بچاتا تھا۔ رشوت خوار افسروں کو
بہت ذلیل کرتا تھا اور سخت سزا دیتا تھا اور جس افسر کے خلاف شکایت
ہوتی تھی اوس کو برخاست کر دیتا تھا۔ ہندوستان کی تجارت میں بڑی زیادتی
ہوئی اس ذریعہ سے بادشاہ کی آمدنی بہت زیادہ ہوگئی۔ بادشاہ نے
یہ روپیہ مُلک کی آراستگی میں صرف کیا۔ برنیر ایک فرانسیسی سیاح شاہجہاں کی
سلطنت کے آخیر دنوں میں یہاں آیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ "دُور کے صوبوں میں
ظلم اور غریب آزاری بہت ہے۔ افسر بالو سے تیل نکالا چاہتے ہیں۔"
کسانوں کی حالت میں مقامات بعیدہ پر بہت ابتری تھی اور کھیت زیادہ تر

اُجاڑ پڑے رہتے تھے۔ لیکن بنگالے کی شادابی اور آبادی کی بڑی تعریفیں لکھتا ہے کہ یہاں انواع اقسام کے غلّے پیدا ہوتے ہیں اور سستے بکتے ہیں قریب قریب آدمی کی ضرورتوں کی سب چیزیں یہاں دستیاب ہوتی ہیں۔ پھر لکھتا ہے کہ ڈچ اور انگریز اور پرتگالی ان سب میں ایک مثل مشہور ہے کہ بنگالے میں آنے کے ہزاروں دروازے ہیں۔ مگر وہاں سے جانیکا دروازہ ایک بھی نہیں۔ اسوقت وہاں شاہزادہ شجاع صوبہ دار تھا۔

کاریگریاں۔ شاہجہاں بڑے تجمل کا بادشاہ تھا۔ رونق دربار کے لئے بہت سامان کیا تھا۔ چنانچہ تخت طاؤس بنوایا تھا۔ سونے کا تخت تھا اور جواہر بیحساب جڑے ہوئے تھے۔ اس تخت میں سونے کے پیئے لگے تھے اور ہنڈولے کی طرح تھا۔ اوس کے اوپر زردوزی کا شامیانہ کھڑا تھا۔ بارہ چوبیں سونے کی تھیں اور سونے پر نیلم کے نگینے جڑے ہوئے تھے۔ ہر چوب پر جواہر جڑے ہوئے تھے۔ دو دو مور تھے۔ ان کے بیچ میں ایک ایک درخت تھا۔ رنگا رنگ کے جواہرات سے یہ درخت بنایا گیا تھا۔ یہ تخت ۱۷۳۹ء تک دلّی کے بادشاہوں کے پاس تھا بعد کو نادرشاہ لے گیا۔ شاہجہاں نے اپنی محبوبہ ممتاز محل کا مقبرہ جو تاج محل کہلاتا ہے دنیا کے پردے پر لاجواب بنوایا۔ سنگ مرمر کا مقبرہ ہے اور دنیا کی نہایت عجیب چیزوں میں سے ایک ہے۔ بائیس ہزار مزدوروں نے بائیس برس کام کرکے بنایا ہے۔ دس کروڑ روپیے اس کے بننے میں صرف ہوئے۔ پرچلن کاری بالکل

جواہرات کی ہے ۔ بہت ہی عالیشان عمارتوں سے آراستہ کرکے آگرے کو عالم تصویر بنا دیا ۔ اور اس وقت اس بادشاہ نے دلّی دارالخلافت مقرر کی نئی دلّی کا نام شاہجہاں آباد ہوا ہے ۔ یہاں بھی حیرت افزا عمارتیں بنگئیں ۔ شہر آراستہ ہوگیا ۔ ان عمارتوں میں جامع مسجد اور موتی مسجد بہت ہی خوشنما ہیں ۔ دلّی میں دیوان خاص جہاں دربار ہوتا تھا بہت ہی اعلیٰ عمارت ہے ۔ سامنے سونے کے حرفوں میں لکھا ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است ۔ ہمین است و ہمین است و ہمین است

ادبیات کے کاروبار ۔ کاریگری کی ترقی کے ساتھ ادبیات کی بھی بہت افزائش ہوئی ۔ عبدالحمید لاہوری نے بادشاہ نامہ اور عنایت خاں نے شاہجہاں نامہ تواریخ کے رسالے تحریر کئے ۔ شاہجہاں سنسکرت کا شوق بھی رکھتا تھا ۔ پنڈت راج جگرناتھ اس کے دربار کے شاعر تھے ۔ وہ قوم کے تیلنگ تھے وہی سنسکرت زبان کے آخر شاعر مانے جاتے ہیں ۔ برنیر جب بنگالہ کو جاتا تھا تو اس نے بنارس میں ان سے ملاقات کی تھی ۔ بنارس کے چند نامی پنڈت کبیندر آچاریہ سرسوتی کے سرگروہی ہیں ۔ جاتریوں کے محصول معاف کرانے کے لئے دربار میں حاضر ہوئے تھے ۔ بادشاہ نے ان کی عرض قبول کرلی ۔

شاہجہاں کی آخری حالت ۔ شاہجہاں کے چار بیٹے تھے ۔ دارا ۔ شجاع ۔ اورنگ زیب ۔ مراد ۔ بڑا بیٹا دارا شکوہ صاحب دانش اور عالی

ہمت تھا۔ بہت سی باتوں میں وہ اکبر کا نمونہ تھا۔ مذہبی خیال بھی بہت آزاد تھا۔ اکبر کی طرح اوس نے بھی شے مذہبی باتیں دریافت کر لی تھیں۔ اسکے سبب سے چند اپنشدوں کا فارسی میں ترجمہ بھی ہوا تھا۔ مذہبی خیال میں آزاد ہونے کے سبب اہل اسلام اس سے مخالف تھے۔ لیکن شاہجہاں کو اس سے زیادہ اُنس تھا۔ اور آخر وقت کار و بار سلطنت کا بھی نگراں تھا۔ شجاع بنگالہ کا صوبہ دار تھا وہ بڑا جنگجو تھا۔ مگر دار الخلافت سے بہت دور رہتا تھا۔ اس سے دربار کے لوگ اسکو جانتے ہی نہ تھے۔ اورنگ زیب بڑا ہوشیار اور حکمتی تھا۔ مذہب کا پکا تھا اسی سے اہل اسلام اس سے موافق تھے اُن دنوں وہ دکن کا صوبہ دار تھا۔ مراد بہت مرد میدان تھا مگر کم عقل تھا وہ ان دنوں گجرات میں صوبہ دار تھا۔ چاروں شاہزادے امور سلطنت خوب سمجھتے تھے۔ اسلامی شریعت کے مطابق سب بیٹوں کا حق برابر ہے اس لئے انمیں ہر ایک شاہزادہ باپ کی سلطنت کا دعویدار تھا۔ الغرض چاروں بھائی لڑ گئے سنہ ۱۶۵۷ء میں شاہجہاں بیمار ہوئے۔ سلطنت کا کام دارا شکوہ دیکھنے لگے۔ پہلے ہی سے دارا اور اورنگ زیب میں ناموافقت تھی۔ باہم حسد تھا۔ اب اورنگ زیب نے چاہا کہ اپنی طاقت بڑھائے اور اہل اسلام خوش رہیں۔ اسلئے مراد کو لکھ بھیجا۔ دارا شکوہ کافر ہے اسکو بادشاہی سے کنارے کرنے کے لئے میں لڑنے پر آمادہ ہوا ہوں۔ میں درویش خصلت مسلمان ہوں مکے حج کو چلا جاؤں گا۔ دارا شکوہ کے کفر سے لوگوں کو بچا کر

تمہیں تخت پر بٹھادوں گا۔ مراد سیدھے سادے شاہزادے تھے۔ اپنی فوج
اورنگ زیب کی فوج سے ملادی۔ اب بڑی بھاری فوج لیکر مراد اور اورنگزیب
آگرے کی طرف چلے۔ شجاع فوج لیکر بنگالے سے آئے۔ راہ میں روکے گئے
اور مجبور ہوکر بنگالے پھر گئے۔ داراشکوہ نے راجہ جسونت کو اورنگ زیب
اور مراد کے روکنے پر معین کیا۔ جسونت سنگہ اورنگزیب مراد کی مجموعہ فوج کو روک
نہ سکے آخر تینوں بھائی ساموگڈھ میں لڑنے لگے اور دارا شکست کھا گئے
اور اونھیں سنہ ۱۶۵۸ء میں جانبری کے لئے بھاگنا پڑا۔ اورنگ زیب نے
آگرہ لے لیا اور شاہجہاں کے پاس موافقت کا پیغام بھیجا اونھوں نے داراکو
چھوڑکر اون کا شریک ہونا نہ چاہا۔ بس اورنگ زیب نے شاہجہاں کو
آگرے میں قید کرلیا اور تھوڑے دنوں بعد گوالیار کے قلعہ میں مراد کو بقید
کردیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ شجاع بنگالہ سے پھر فوج لیکر آیا۔ انکو میر جملہ نے
شکست دی وہ اراکان بھاگے اور وہاں جان سے مارے گئے۔ ادھر
داراشکوہ بھاگ کر پہلے لاہور گئے وہاں سے گجرات۔ وہاں شکست کھا کر
سندھ بھاگے اور گرفتار ہوگئے عالموں نے اُنکو کفر کا فتویٰ دیا اور اون کی
رائے سے اورنگ زیب نے ان کا سر کٹوالیا۔ شاہجہاں قید میں سنہ ۱۶۶۶ء
تک زندہ رہا۔ بس اسطرح سنہ ۱۶۵۹ء میں اورنگ زیب پھر بحیثیت
بادشاہ بنگئے۔ شہنشاہی پر ان بھائیوں کی لڑائی کا بڑا اثر پڑا اچھے اچھے
سپاہی بیجان ہوئے۔ روپیہ بہت تلف ہوا اور بے امنی کی آگ

بھڑک گئی۔

خلاصہ

شاہجہاں کی پیدایش ۱۵۹۲ء

شاہجہاں کا جلوس ۱۶۲۷ء

احمدنگر کی ریاست کا خاتمہ ۱۶۳۲ء

بیجاپور اور گولکنڈے کے بادشاہوں نے خراج دیا ۱۶۳۶ء

ساموگڈھ کی جنگ میں دارا کی شکست ۱۶۵۸ء

اورنگ زیب تخت پر بیٹھا ۱۶۵۹ء

شاہجہاں کی وفات ۱۶۶۶ء

(۱۸) غیر ملکی سوداگروں کا بیان

انگریزی کمپنی - ابتک انگریزی کمپنی کے اختیار میں کوئی ایسی جگہہ نہ تھی جس کو مخصوص اون کی ملکیت کہہ سکیں - کوٹھیاں جابجا اس کمپنی کی ضرور کھلی تھیں - مگر وہ صرف مالگدام کے طور پر تھیں - اب ایک نئی بات پیدا ہوئی - دوسری کمپنیوں کے حملے اور رجواڑوں کی چھیڑ چھاڑ سے اپنا مال محفوظ رکھنے کے لئے انگریزی کمپنی کو اوس کی ضرورت پر توجہہ ہوئی کہ کچھ زمین خاص اپنی چاہیے غرضکہ اوس کمپنی نے اوس کی کوشش شروع کر دی۔

مدراس - ۱۶۳۹ء میں نجے نگر کے ہندو راجاؤں کی اولاد میں جو چندرگری کا راجہ تھا۔ اوس سے انگریزوں نے چھ میل لمبی اور ایک میل چوڑی زمین کا ٹکڑا لیا - یہ ٹکڑا کارومنڈل کے کنارے تھا۔ اس کا کرایہ اونہیں نو ہزار روپیہ سالانہ دینا ہوتا تھا۔ اسی سرزمین پر انگریزوں نے ایک قلعہ بنایا - فورٹ سینٹ جارج اس کا نام رکھا۔ یہاں لوگ بہت بس گئے - کیونکہ یہاں ڈاکوؤں سے پناہ تھی اور تجارت کا بھی آرام تھا۔ یہ چھوٹا گاؤں ایک بڑا شہر ہوگیا جسکا نام مدراس ہے - اسوقت مشرقی ساحل کے نزدیک چھینٹ اور بہت نفیس سادے کپڑے کثرت سے تیار ہوتے تھے - ان چیزوں کی طلب ہندی مجمع الجزائر - ملایا چین اور افریقہ تک تھی - اسی تجارت کو اپنے قبضے میں کر لینے کے لئے انگریزوں نے مدراس بسایا تھا۔

بمبئی - مدراس کے بعد بمبئی ہاتھ آیا - اوس کو کمپنی نے خریدا نہ تھا۔ یہ مقام پہلے پرتگالیوں کا تھا۔ ۱۶۳۵ء کی صلح کے سلسلے میں انگلستان کے بادشاہ چارلس دوم کی شادی پرتگالیوں کی شاہزادی سے ہوئی - پس پرتگالیوں کے بادشاہ نے یہ جزیرہ داماد کو دیا تھا۔ بادشاہ انگلستان نے انگریزی کمپنی کو دیدیا - اسلئے کمپنی ڈیڑھ سو روپیہ سالانہ خراج ادا کرتی تھی - اب جو بمبئی اتنا بڑا امرفہ حال شہر ہے - اسوقت یہاں کچھ مچھوے رہتے ہیں اور آب و ہوا بھی یہاں کی ناقص تھی - بمبئی کے ساتھ ایران افریقہ وغیرہ کے ساتھ خوب

تجارت چلتی تھی۔

کلکتہ ۔ بنگالے میں جب شاہجہاں کے بیٹے شجاع کا دخل تھا تو کمپنی نے ہگلی۔ قاسم بازار۔ پٹنے۔ ڈھاکے میں نئی نئی کوٹھیاں کھولیں اور صلح وسداد کیساتھ تجارت کی۔ اورنگ زیب کے وقت میں صوبہ دار شائستہ خاں سے اور انگریزوں سے نااتفاقی پیش آئی۔ لڑائی ہوئی۔ انگریز شکست کھاکر وہاں سے باہر کئے گئے۔ مگر اوس کے بعد اورنگ زیب بادشاہ نے اونکو پھر بلوایا اسوقت جاب چارنک نام ایک انگریز سوداگر نے تین گاؤں مول لئے۔ انمیں ایک کا نام کالی گھاٹ تھا۔ وہ مبدل ہو کر کلکتہ بنگیا سنہ ۱۶۸۰ء میں انگریزوں نے تین مقام۔ مدراس۔ بمبئی۔ کلکتہ کو اپنا مرکز قرار دیا۔ حقیقت میں ہندوستان کے مالک کو جہازی طاقت بہت ہونی چاہیئے۔ جیساکہ انگریزوں کو حاصل ہے یہ تینوں مقام سمندر کے ساحل کے قریب ہیں۔ اسی وقت دولت کی کمی کے سبب انگریزی سرکار نے ایک نئی کمپنی کھولنے کا ارادہ کیا۔ پرانی کمپنی کو تین سال کی نوٹس دی گئی اور نئی کمپنی کھولی گئی۔ کئی سال تک ان دونوں کمپنیوں میں باہم برخلافیاں رہیں آخر سنہ ۱۷۰۸ء میں دونوں کمپنیوں نے باہم اتحاد کرلیا اسوقت سے اس متحد کمپنی کا نام یہ ہوا "انگلستان کے ان سوداگروں کی متحد کمپنی جو مشرق ہند میں سوداگری کرتے ہیں۔ اسی کمپنی نے سنہ ۱۷۵۷ء اور سنہ ۱۸۵۸ء کے اندر آیندہ انگریزی حکومت کا جھنڈا تمام ہندوستان میں قایم کردیا۔

فرانسیسی سوداگر - سنہ ۱۶۶۴ء میں فرانسیسی سوداگروں نے بھی ایک کمپنی قایم کی سنہ ۱۶۷۶ء میں پانڈیچری اون کے ہاتھ آئی - اور وہی صدر مقام ہوا - مگر یہ کمپنی تجارت کی نسبت ملک گیری پر زیادہ خیال کرتی تھی - اس سے تجارت کو زیادہ ترقی نہ ہوئی - لڑائیاں بہت ہوئیں ابتک فرانسیسیوں کے قبضے میں پانڈیچری - چندرنگر - کاریکل - ماہی ہیں - ہندوستان میں یہ لوگ اپنا اقتدار جمانے کے لیے انگریزوں سے بہت لڑے مگر کامیاب نہ ہوئے دیکھا چاہیے کہ پرتگالی - ڈچ - فرانسیسی سبھی ہندوستان میں آئے مگر آخرکار انگریز مظفر اور منصور رہے اس کا سبب یہ ہے کہ انگریزوں کی قوت بحری بہت زبردست ہے - انگریز تجارت کے نشیب و فراز خوب سمجھتے ہیں - سرکار انگریزی برابر انکی مددگار رہی اسلیے میدان انھیں کے ہاتھ آیا -

خلاصہ

انگریزی کمپنی نے مدراس خریدا .... سنہ ۱۶۳۹ء

بمبئی کو پایا .... سنہ ۱۶۶۱ء

فرانسیسی کمپنی قایم ہوئی .... سنہ ۱۶۶۴ء

جاب چارنک نے کلکتہ کی بنیاد ڈالی .... سنہ ۱۶۹۰ء

دو مخالف انگریزی کمپنیاں مل گئیں .... سنہ ۱۷۰۸ء

(۱۹) اورنگ زیب (سنہ ۱۶۵۸ء تا سنہ ۱۷۰۷ء)

مغلیہ شاہنشاہی کی کیفیت - اکبر کی وفات کے بعد شمالی ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کی حد بڑھی نہ تھی - بلخ اور قندھار ایرانیوں نے چھین لیا تھا لیکن دکن میں اس مملکت کی ترقی ہو رہی تھی - احمد نگر خاندیس برار کی ریاستیں فتح کر لی تھیں - اب بیجاپور اور گولکنڈے کو تسخیر کرنے کی کوشش ہو رہی تھی - تین سبب ایسے ہوئے جنکے اثر سے مغل لوگ اپنے دادوں کی طرح مضبوط اور بہادر نہ رہے تھے -

(۱) مغلوں نے ہندوستان کے افغانوں اور ہندوؤں کے ساتھ شادیاں کرنی اختیار کی تھیں - اوس کی محرک تین باتیں ہوئی تھیں - اس ملک میں مدتوں کی بود باش ضرورتوں کا لاحق ہونا - اکبر کی جاری کی ہوئی رسموں کی متابعت - اس سے اون کی قوت جسمانی کم ہو گئی تھی -

(۲) اکبر کے بعد اس قوم میں آرام طلبی بہت آگئی - اور عیش و نشاط کی فکروں میں بہت سا رہنے لگے تھے - جنگ آزمائیوں کو بھولتے جاتے تھے -

(۳) مسلمان مغل کبھی تعصب مذہبی نہ رکھتے تھے - اکبر کی آزادانہ مذہبی خیالات کی تاثیر یہ ہوئی کہ اب زیادہ تر لوگ لامذہب ہو گئے - ایمان پرستی نہ رہی تمام لشکر اور دربار کے لوگ خود غرض - آرام طلب اور کمزور ہو گئے تھے - علاوہ ان باتوں کے اسوقت کے بادشاہ جہانگیر اور شاہجہاں

اپنے بزرگ اکبر کی طرح زمانہ شناس نہ تھے۔ اکبر کی کامیابی کا خاص سبب یہ تھا
کہ وہ محبت اور اتحاد کے ساتھ کام کرتا تھا۔ اور کسی کے فرائض مذہبی میں
خلل انداز نہ ہوتا تھا۔ جہانگیر اور شاہجہاں نے اس طریقے کی پوری پابندی
نہ کی۔ ہندو مسلمانوں کے مذہبی جھگڑے پھر تازہ ہو گئے۔ میل نہ رہنے سے
دکن کی مفتوحہ ریاستیں شاہنشاہی سلطنت سے ایک دل نہ ہوئیں۔
بے عنوانیاں بڑھ گئیں۔ اور قلمرو شاہنشاہی جب بہت بڑھ گئی تو ایک
بادشاہ سے اوس کا انتظام بھی بخوبی بن نہ پڑا۔ نورجہاں نے مالگذاری کے
ٹھیکے دینے کی جو رسم نکالی اس سے تمام شاہنشاہی ایک بندھی ہوئی مٹھی
نہ رہ سکی۔ صوبہ داروں کو اور ٹھیکہ داروں کو جو زمینیں سپرد ہوئیں اون کو
وہ اپنا موروثی مال سمجھنے لگے۔ اس کے بعد جب شاہجہاں نے اپنے
چار بیٹوں کو ملک کے چار بڑے حصے حوالے کیے تو خوف پیدا ہوا کہ شاہنشاہی
کے ٹکڑے اُڑ جائینگے۔ ان چاروں بھائیوں کے تنازع نے تو سلطنت کو
اور بھی ناطاقت کر دیا۔

شہزادۂ اورنگ زیب۔ اورنگ زیب سنہ ۱۶۱۸ء میں پیدا ہوا تھا
اور جس وقت صرف دو برس کا تھا اس کے باپ نے اوس کے دادا سے
بغاوت کی۔ اس بغاوت کے فرو ہونے پر اوس کے باپ کو مجبوراً اپنے
دو بیٹے ضمانت کے طور پر اوس کے دادا کو دینے ہوئے۔ ایک بیٹا تو
خود اورنگ زیب تھا اور دوسرا اوس کا بڑا بھائی دارا۔ اوس وقت سے

(Chap. 17)
Shah Jehna.
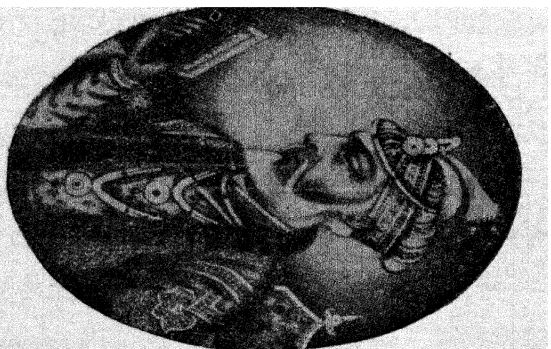
(Chap. 19)
Aurangzeb.
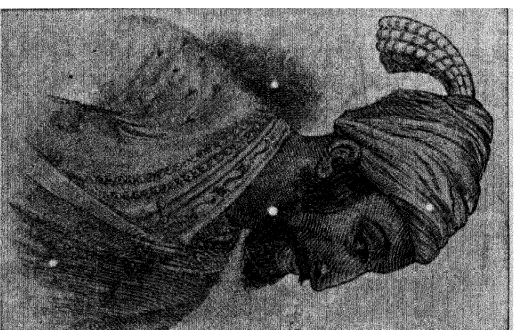
(Chap. 20)
Shivaji

۱۶۲۷ء تک یعنے جہانگیر کی وفات تک نور جہاں کے قبضۂ قدرت میں رہنا پڑا۔ ممکن ہے کہ نور جہاں کی سختی۔ دربار کے مکروفریب و رشک حسد کی تاثیر سے اورنگ زیب اتنا شکّی اور سیانا بنگیا ہو۔ جوکچھہ ہو مگر اس میں شک نہیں کہ ملاؤں کی تعلیم نے جو تعصب آمیز اور غیرآزادی کا پہلو لئے ہوئے تھی۔ اورنگ زیب کے مذہبی خیالوں میں تعصب اور تشدد پیدا کردیا۔ سولہ برس کی عمر میں وہ دکن کا صوبہ دار بنا۔ اوسی وقت سے داراشکوہ کے ساتھ رنجش پیدا ہوگئی۔ کچھہ عرصہ کے بعد اورنگ زیب نے فقیری سادھی۔ ایک برس کے بعد پھر دنیا دار بنگیا۔ مگر اس طرز زندگانی کو بدلتے ہی مذہب کی سختی اور بھی سنگلاخ ہوگئی۔ یہی عزم بالجزم کرلیا کہ تمام ہندوستان کو اپنا ہم مذہب بنالے۔ غرض اسکے بعد تین سال تک گجرات میں صوبہ داری کی۔ اسی زمانہ میں ایرانیوں نے قندھار پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ شاہجہاں نے اورنگ زیب کو ایک لشکر گراں کے ساتھہ سپہ سالار بنا کر افغانستان بھیجا کہ قندھار کو پھر ہاتھہ میں لائے۔ فتح قندھار تو نہ ہوسکی مگر اس چڑھائی سے اوس کو فائدہ بہت پہنچا۔ اس عظیم الشان لشکر کے سپاہیوں اور سرداروں کو اوس نے اپنا دوست اور مددگار بنالیا۔ افغان سے پھر کر دوبارہ دکن کا صوبہ دار بنایا گیا۔ اب گولکنڈہ اور بیجاپور کو مفتوح کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ کیسقدر کامیابی نے بھی جلوہ دکھایا اور اوتھیں دنوں اسکی اور داراشکوہ کی عداوت کے سب پردے اوٹھ گئے اور عالم آشکارا بھائی کا بھائی دشمن جانی بنگیا۔ داراشکوہ

اسکی فقرے بازیاں پسند نہیں کرتا تھا۔ دکھن کے فتح کرنے کی نوبت آئی نہ تھی
کہ اورنگ زیب کے مخبر نے خبر پہنچائی کہ شاہجہاں بیمار ہیں۔ اور دارا شکوہ
بادشاہی کر رہے ہیں اب سنہ ۱۶۵۷ء میں اس موقع شناس شاہزادے نے تلوار
اوٹھائی اور تخت نشینی کا دعوے خلق اللہ کے سامنے پیش کر دیا۔ تمام دعویداروں
کو ناکامی کے منزل پر پہنچا کر پدر بزرگوار کو قیدخانے میں جگہہ دی اور اون کی
جگہہ آپ تخت پر بیٹھ گیا۔ سنہ ۱۶۵۸ء اُس کے جلوس کا سال ہے۔

بنگالہ۔ میر جملہ نے جو اورنگ زیب کا صوبہ دار تھا آسام فتح کرنیکی
کوشش کی مگر ناکام رہا اور بنگالے آکر دنیا سے سفر کر گیا۔ بعد اس کے
شائستہ خاں صوبہ دار بنگالہ مقرر ہوئے انھوں نے ارکان کے راجہ سے
چاٹگام چھین لیا اور انھیں کا زمانہ تھا کہ بنگالہ میں ایک روپیہ کا آٹھ من چاول
بکتا تھا۔ نواب شائستہ خاں نے بنگالے کے ایک شہر ڈھاکہ میں ایک پھاٹک
بنوا کر بند کر دیا کہ جسکے عہد میں پھر آٹھ من چاول بکے وہی خلق پرور اس پھاٹک
کو کھولے سنہ ۱۷۳۶ء میں چاول پھر آٹھ من کا بکا اور اسوقت یہ پھاٹک بڑی
ناموری کے ساتھ کھولا گیا۔

اورنگ زیب کے مذہبی اُصول۔ اورنگ زیب کو اپنے
مذہب کی بہت ہی کامل پابندی تھی۔ اوس کی مرضی یہی تھی کہ دنیا کے سب
لوگ مسلمان طریقہ اہل سُنت کے ہو جائیں۔ مصیبتیں اوٹھانی۔ جان و مال
کا نقصان ہونا۔ سب اسی مذہب کی طرفداری میں گوارا تھا۔ البتہ مُلک گیری

اور دنیاسازی کے معاملوں میں اسکے نزدیک مذہب کی کچھ وقعت نہ تھی۔ اپنے باپ کو قید کرکے اور بھائیوں کو قتل کرکے وہ ہرگز شرمندہ نہوا۔ وہ آئین ملک داری اور قانون مذہبی کو بالکل جدا جدا سمجھتا تھا۔ اسلئے وہ چاہتا تھا کہ جو میرے ہم مذہب نہیں اون کو جس طرح سے ہوسکے اپنے مذہب میں لانا چاہیئے۔ پھر ممکن ہے کہ اوس نے مجبور ہوکر اس قاعدے کو اختیار کیا ہو۔ اوسنے غیر فطرتی طریقوں سے تخت شہنشاہی حاصل کیا تھا۔ اس سبب سے شیعہ لوگ جیسے شاہ ایران اور راجپوت اوس سے بیزار ہوگئے تھے اور دارا کے طرفدار پہلے ہی سے بنگئے تھے۔ اسواسطے ممکن ہے کہ خود غرضی کے سبب سے اپنے فائدے کے لئے اوس نے قصد کیا ہو کہ ہندوستان کے تمام سُنّی مسلمان مجھسے ملجائیں اور یہ قاعدہ اسی لئے اختیار کیا ہو مگر اس سے اسکی دُوراندیشی میں خلل معلوم ہوتا ہے۔

غیر مذہبوں پر ظلم۔ بادشاہ ہونے پر ایک عرصہ تک بہت قاعدے سے اپنے بزرگوں کی طرح اوس نے بادشاہی کی اسکا سبب یہ تھا کہ راجپوتوں کا رُعب اسوقت دربار میں زیادہ تھا۔ لیکن جب امبر کے راجہ جے سنگھ مرگئے اور جودھپور کے راجہ جسونت سنگھ کابل بھیجدیئے گئے۔ تو بادشاہ نے اپنے مذہبی قاعدے کے مطابق سب کام کئے سنہ ۱۶۶۹ء میں اورنگ زیب کو خبر ملی کہ بنارس میں اور اکثر شہروں میں بھی برہمن لوگ عام طور سے اپنے مذہب کی تعلیم دیتے ہیں اور وعظ سناتے ہیں تو صوبہ داروں کو حکم دیا کہ ہندوؤں کے

مندر اور تعلیمگاہیں توڑ دیجاویں اور کوئی بُت پرستی نہ کرنے پائے - اس سخت حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنارس اور متھرا اور کئی مقاموں کے بہت سے خوشنما مندر برباد کئے گئے اور اون کے مقام پر مسجدیں بنائی گئیں -

مہاراجہ جسونت سنگھ کے مرنے کے بعد سے یہ حکم دیا کہ جزیہ پھر لگایا جائے - غیر مسلمان سوداگروں سے زیادہ محصول لیا جاوے اور دربار کے اعلیٰ عہدوں سے ہندوؤں کو برطرف کرنا شروع کیا - نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو بیدل ہوگئے اور اپنا ایمان اور آبرو بچانے کے لئے سلطنت سے مخالفت کرنے پر آمادہ ہوے -

بغاوتوں کا زور شور - چاروں طرف سے ہندوؤں نے بلوہ شروع کردیا - پہلے نارنول یعنی ریاست پٹیالہ کے قریب ست نامی فرقہ کے لوگوں نے بلوہ کیا - اس فرقہ والے لوگ خدا کی وحدانیت مانتے تھے اور ذات کا فرق نہیں مانتے تھے - ان میں زیادہ تر چھوٹی ذاتوں کے لوگ ہوتے تھے اور اون کی مذہبی رسمیں بھی پاک نہیں سمجھی جاتی تھیں - جو کچھ ہو مگر اون پر سخت ظلم کیا گیا - سکھوں کے گرو تیغ بہادر نے جب اسلام قبول نہ کیا تو اورنگ زیب نے اون کو قتل کیا - اوسی وقت سے سکھ لوگ جنگی قوم بنگئے -

راجپوتوں سے جنگ و جدل - اورنگ زیب کی سختیوں سے راجپوت پہلے ہی بیزار ہو رہے تھے اب اس پر طرّہ یہ ہوا کہ مہاراجہ جسونت سنگھ کے مرنے کے بعد جب اورنگ زیب نے چاہا کہ اونکے

دو بیٹوں اور رانی کو بھی قید کرے تو درگا داس جو مہاراجہ کا ایک پرانا سردار تھا وہ بڑی جرات کرکے اون بیکسوں کا حامی و مددگار بنا اور تینوں بیچاروں کو لیکر مہارانہ اودے پور کے پاس چلا گیا - تب مارواڑ اور میواڑ دونوں ورنگزیب سے مقابلہ کرنے کو مستعد ہوگئے - اورنگ زیب اپنے لڑکوں کو لیکر راجپوتانے روانہ ہوا - کئی جگہہ اورنگ زیب نے راجپوتوں کو نیچا دکھایا مگر وہ لوگ بھی ہمت نہ ہارے - اسی جنگ آزمائیوں کی حالت میں اورنگ زیب کا ایک بیٹا اکبر نامے راجپوتوں کا شریک ہوگیا - پہلے اورنگ زیب نے بہت دلجوئی اور نصیحت گوئی کے ساتھ خط بھیجا - جب وہ شہزادہ نہ بسیجا تو ایک جعلی خط راجپوتوں کے پاس ایسا پہنچا دیا جس سے راجپوت اکبر سے بدظن ہوگئے - اکبر کو وہاں سے بھی بھاگنا پڑا - چند سال ادھر ادھر بے ٹھکانے پھرا کیا پھر ایران چلا گیا یہاں اورنگ زیب نے مصلحت وقت دیکھکر جزیہ بند کر دیا اور مہارانا سے سنہ ۱۶۸۱ء میں صلح کرلی - اوس کے بعد راجپوت بادشاہ کو مدد دینے سے کنارہ کش ہوگئے اور دکن کی عزیمتوں میں اورنگ زیب کو کچھہ مدد نہ دی -

مرہٹوں کا ظاہر ہونا - جس وقت میر جملہ آسام لینے کی جستجو میں تھے دکن میں مرہٹوں کے سردار شیواجی نے جنوبی کشور شاہنشاہی پر سنہ ۱۶۶۰ء میں فتنہ انگیزیاں شروع کردیں - مرہٹوں کا مفصل حال آیندہ بیان ہوگا جب اورنگ زیب کے بڑے بڑے جنگ آور سردار شیواجی سے

پار نہ پائے تو بادشاہ نے مرہٹوں کے راجہ سے صلح کرکے اونھیں دلّی میں دوستانہ طور پر بُلایا۔ جب شیواجی دلی میں پہونچے تو دربار میں بادشاہ نے اونکی بہت بے عزتی کی اور پھر اونکو قید کرنا چاہا مگر وہ بھیس بدلکر نکل گئے۔ وطن پہونچکر شیواجی دلیرانہ لڑنے کو تیار ہوگیا۔ خطاب راجہ کا رکھ لیا اور بندر سورت کو لُوٹ لیا۔ اورنگ زیب نے مقابلہ کو ایک زبردست لشکر روانہ کیا۔ شیواجی نے اوسکو زیر کرکے بھگا دیا اور ریاستوں سے چوتھ وصول کرنے لگا۔ سنہ ۱۶۸۰ء میں شیواجی مرگیا اوسکے بعد بھی مرہٹوں کا جوش وخروش کم نہ ہوا اور اب شاہی فوج اون کو عاجز نہ کرسکی۔ یہ حال دیکھکر اورنگ زیب خود دکن کو روانہ ہوا۔

جنگ دکن۔ غرضکہ راجپوت لوگوں کو مغلوب کرکے اورنگ زیب نے مرہٹوں کی طاقت گھٹانی چاہی اور دو شیعہ بادشاہ جو دکن میں باقی تھے اونکو بے نام ونشان کرنے کا ارادہ کیا کہ اسی سے مملکت عالمگیری اور بڑھ جائے سنہ ۱۶۸۱ء میں دکن پہونچکر پہلے مرہٹوں کو مغلوب کرنے کا قصد کیا۔ کامیاب نہ ہوا۔ اسوقت سوچا کہ پہلے مسلمان ریاستوں کا خاتمہ کرے۔

بیجاپور۔ بیجاپور کا مشرقی حصّہ صوبہ داری ہی کے وقت میں اورنگ زیب کے ہاتھ آگیا تھا۔ مغربی مرہٹوں نے جیت لیا تھا۔ اپنے زور سے اب اورنگ زیب نے بالکل بیجاپور فتح کرلیا اور نابالغ بادشاہ کو قیدی بنا لیا۔ یہ ریاست بھی مغلوں کی سلطنت میں شامل ہوگئی۔

گولکنڈہ۔ یہاں کا سلطان ابوالحسن شیعہ تھا اور غافل اور بدانتظام بھی تھا

دب کر مرہٹوں کو چوتھ بھی دیتا تھا۔ لیکن اورنگ زیب کی شدتیں دیکھکر
جان دینی قبول کی مگر اطاعت نہ کی۔ اوس کے سالار فوج عبدالرزاق نے
قلعہ کو بڑی بہادری سے قبضہ میں رکھا۔ اورنگ زیب کی کوئی تدبیر
قلعہ لینے کی پیش نہ جاتی تھی آخر ایک نمک حرام کو رشوت دیکر اورنگ زیب
غالب ہوا۔ عبدالرزاق لڑتے لڑتے زخمی اور بیہوش ہوکر گر پڑا۔ اورنگ زیب نے
اوسکی نمک حلالی کی باتیں سُنیں اور اوسکی بہت خبرگیری کی۔ دو حکیم علاج
کے لئے مقرر کئے۔ القصہ ۱۶۸۷ء میں یہ ریاست بھی سلطنت مغلیہ میں
شامل کرلیا اور یہاں کا سلطان بھی قید کرلیا گیا۔ ان دو مسلمان ریاستوں کو اورنگ زیب نے
فتح کرلیا لیکن اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوا۔ ان ریاستوں کو برباد کرنے کے سبب سے
اورنگ زیب کو مرہٹوں سے بخط مستقیم سامنا پڑا اور چونکہ اورنگ زیب کی
لشکرگاہ مرہٹوں کی چھاؤنی سے دُور تھی اسلئے مُغل کبھی مرہٹوں کو دبا نہ سکے۔
اورنگ زیب نے مفتوح ریاستوں کے سپاہیوں کو برخاست کردیا۔
پس کچھہ سپاہی تو تمام دیار میں قزاقی کرنے لگے اور کچھہ مرہٹوں کے راجہ
سمبھاجی سے ملگئے۔ اس قسم کے تلاطم سے مرہٹوں کو اچھا موقع ملا۔ سمبھاجی کو
یہ موقع ملا کہ پُرانی ریاست بیجاپور کے بہت سے قلعوں کو دبا بیٹھا۔ پھر
ان دو ریاستوں کے ملنے سے شاہنشاہی کی وسعت اتنی ہوگئی کہ ایک
متنفس اوس کا پورا انتظام نہ کرسکتا تھا۔
مرہٹوں سے لڑائی۔ اس طرح دکن کی دو شیعہ ریاستیں فتح کرکے

اورنگ زیب نے ہندو ریاستوں سے لڑنے پر کمر باندھی۔ اتنے دنوں تک
کچھ کچھ جنگ و جدل مرہٹوں سے ہوتی رہی مگر کوئی کام نہیں نکلا۔ اورنگ
زیب کے اس طرف آتے ہی نئے جوش و خروش سے مقابلہ شروع ہوگیا۔
مغلوں کی سپاہ نے گولکنڈہ اور بیجا پور سے مرہٹوں کو بالکل بھگا دیا۔ رائگڈھ
پنہل اور بڑے بڑے قلعوں کا محاصرہ ہوگیا۔ آخر کار آرام طلب سمبھاجی بھی
قید کر لئے گئے۔ اورنگ زیب نے جب سمبھاجی کو اسلام قبول کرنے کو
کہا تو اوس نے بادشاہ کو گالیاں دیں۔ غصے میں آکر اورنگ زیب نے
اوسکو ذلیل کیا اور آخر قتل کر ڈالا۔ سمبھاجی کے بیٹے ساہو کو راجہ بنا کر
بیس برس تک مرہٹے بڑی بہادری سے مغلوں کا مقابلہ کرتے رہے
مگر اون کی سب کوششیں بیکار ہوئیں۔ مغلوں نے قلعے فتح کر لئے۔
اور تقریباً تمام لڑائیوں میں مرہٹوں کو پست کر دیا۔ پھر بھی اس آزادی طلب
جنگ کا خاتمہ نہیں ہوا۔ آخر جب ساہو قید کر لیا گیا اور رائے گڈھ اور
پنہل قلعے مفتوح ہو گئے تب قایم مقام ریاست راجہ رام کارناٹک
کے جنجی گڈھ میں چلا گیا۔ سنہ ۱۶۹۰ء اس حالت میں بھی لڑائی ہوتی رہی
ایک بار مرہٹوں نے شاہی خیمہ بھی لوٹ لیا۔ بادشاہ ایک ایک قلعہ کو
محصور کئے ہوئے بیٹھا رہتا تھا۔ اودھر مرہٹے تمام دیار میں فتنہ و فساد
کرتے رہتے تھے۔ آخر کار پانچ سال محاصرہ کئے رہنے کے بعد جب ذوالفقار
خاں نے جنجی گڈھ پر قبضہ کر لیا۔ سنہ ۱۶۹۸ء اسوقت راجہ رام نے ستارہ کو

اپنا خاص شہر بنایا۔ اور وہیں سے اس نے خاندیس۔ برار اور گوداوری کے میدانوں پر حملہ کیا۔ مغل افسروں سے زبردستی چوتھ (مالگذاری کا چوتھا حصّہ) اور سردیش مکھی (مالگذاری کا دسواں حصّہ) وصول کیا اور اپنے دلخواہ صوبہ دار بھی مقرر کئے۔ بڑے بڑے شہروں میں لوٹ مار بھی خوب کی۔ ۱۷۰۰ء میں راجہ رام نے رحلت کی تب اوس کی زوجہ تارا بائی نے اپنے بیٹے شیواجی کو مسند نشین کیا۔ ادھر بادشاہ یکے بعد دیگرے قلعے فتح کرتے رہے۔ ۱۷۰۴ء تک پنہل۔ ستارہ۔ سنگ گڈھ۔ رائے گڈھ۔ تورنا۔ غرضکہ سب بڑے بڑے قلعے مفتوح ہوگئے۔ ادھر بہادر عورت تارا بائی کی جرأت سے تمام مرہٹوں میں ایک نئی قوت پیدا ہوگئی۔ ۱۷۰۵ء میں انھوں نے ممالک متوسط اور گجرات پر حملہ کیا اور خوب لوٹ مار کی۔ ۱۷۰۶ء میں بادشاہ ایک بلوائی سردار کی سرکوبی کو ممالک متوسط میں گیا۔ اس موقع پر مرہٹوں نے تمام فتح کئے ہوئے قلعے مغلوں سے چھین لئے۔ عاجز آکر بادشاہ احمد نگر میں آیا۔ مرہٹوں نے شہر مذکور کو گھیر لیا۔ لیکن ذوالفقار خاں نے اونکو وہاں سے ہٹا دیا (۱۷۰۷ء) آخر اسی احمد نگر میں اورنگ زیب راہی عدم ہوا۔

ناکامی کا نتیجہ۔ اورنگ زیب مرہٹوں کو دبا نہ سکا۔ اس کا نتیجہ شاہنشاہی مغلیہ کے لئے خراب نکلا۔ ستائے ہوئے مرہٹوں نے بدلا لینے کے لئے ساری شاہنشاہی کو روند ڈالا۔ جنوبی لڑائیوں میں بہت

روپیہ صرف ہونے کے باعث سے شاہنشاہ مغلیہ کا دیوالا نکل گیا دکھن کی ریاستوں کو شاہنشاہی میں ملا لینے سے وسعت بہت زیادہ ہوگئی ۔ مگر اورنگ زیب کے بیٹوں کی ناقابلیت اور بدانتظامی سے ساری شاہنشاہی ہاتھ سے جاتی رہی ۔ لشکر مغلیہ شکست کھاتے کھاتے بے ہمت ہوگئی اور فقط لشکر برائے نام رہگیا ۔ بادشاہ کے بہت دنوں تک دکن میں رہنے کے سبب شمالی ہند میں انتظام قرار واقعی نہ ہوسکا ۔ اسلئے کئی صوبہ دار خود مختار ہوگئے ۔

اورنگ زیب کا چال چلن ۔ اسوقت اورنگ زیب کے برابر دیندار مسلمان کوئی نہ تھا ۔ اوس کی زندگی کا خاص مقصود یہی تھا کہ وہ ایک مسلمان بادشاہ کا عمدہ نمونہ ہو ۔ بادشاہ بنکر اوس نے اپنے رسول کی ہر بات ماننکر کوشش کی کہ ان پر پورا عمل کرے ۔ تمام قرآن شریف حفظ کرڈالا اور اسلام کی مذہبی کتابیں بھی پڑھیں تھیں ۔ وہ خلاف شرع چیزیں کھاتا پیتا نہ تھا ۔ اور نہ اپنے عیش کے لئے خزانے سے ایک پیسا لیتا تھا ۔ خود گانا بجانا جانتا تھا مگر بادشاہ ہوکر بالکل چھوڑ دیا تھا ۔ جتنے روزے شرع میں ہیں وہ سب رکھتا تھا ۔ اون دنوں دیندار مسلمانوں کی طرح غیر مسلمانوں کو ستانا فرض جانتا تھا ۔ اس سے وہ ہندوؤں کو سرکاری ملازمت نہ دیتا تھا ۔ اون کے مندروں کو توڑتا تھا اور انھیں ہر طرح سے آزار دیتا تھا اسی وجہ سے جزیہ اون پر دوبارہ لگا دیا ۔ مسلمان لوگ ایسا

کامل دیندار ہونے کے سبب اوسکو لایق بادشاہ سمجھتے ہیں ۔ مگر جب ہم لوگ اوسکی بادشاہی پر غور کرتے ہیں تو اوس کو ناقابل بادشاہ کہنا پڑتا ہے ۔ خفی خاں نے لکھا ہے ۔ "دینی کتابوں کے مطابق وہ مسلمانوں کو کسی طرح کی سزا نہ دیتا تھا ۔" اس سے اوس کے مسلمان درباری اور سردار آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ کامیاب نہ ہوا ۔ اوسکو نہ کسی کا اعتبار تھا اور نہ اوسکو کسی کی محبت تھی ۔ اسلئے نہ اوس کے نوکر وفادار ملازم تھے ۔ اور نہ اوس کے بیٹے پدر دوست تھے ۔ اس کا دل صاف نہ تھا اور اوسکی بادشاہی کے خاص اصول ہی تھے ۔ مکاری ۔ فریب دہی اور سیانہ پن ۔ وہ عاقبت اندیش بھی نہ تھا ۔ جس کام کو کرتا تھا اوس کا انجام خوب نہ سمجھ لیتا تھا ۔ وہ خود اچھا سردار لشکر بھی نہ تھا ۔ اسکا ثبوت قندھار اور دکن کی لڑائیاں ہیں ۔ اس کے وقت میں کاریگری ۔ ہنرمندی ۔ علم ۔ اور ادبیات میں کچھ ترقی نہ ہوئی ۔ اصل میں اورنگ زیب کا مرتبہ بڑے بادشاہان ہند کے مقابلے میں پست ہے ۔ شاید اسی لئے اوس نے اپنی سلطنت کے واقعات لکھنے کو منع کیا تھا ۔

خلاصہ

اورنگ زیب کی پیدایش ۔ سنہ ۱۶۱۸ء

اورنگ زیب ضمانت میں دیئے گئے ۔ سنہ ۱۶۲۰ء سے سنہ ۱۶۲۷ء تک

سامو گڈھ کی لڑائی فتح کی .... سنہ ۱۶۵۸ء

بادشاہ ہوئے .... سنہ ۱۶۵۹ء

شیواجی کا مغلوں پر حملہ .... سنہ ۱۶۶۰ء

ہندوؤں کے مذہب سے مخالفت .... سنہ ۱۶۶۹ء

شیواجی نے ہندو ریاست قایم کی ..... سنہ ۱۶۷۴ء

ہندوؤں پر جزیہ لگایا گیا .... سنہ ۱۶۷۹ء

شیواجی کی وفات .... سنہ ۱۶۸۰ء

راجپوتوں سے لڑائی .... سنہ ۱۶۸۰ء سے سنہ ۱۶۸۱ء

بیجاپور سلطنت مغلیہ میں ملگیا ...... سنہ ۱۶۸۶ء

گولکنڈہ بھی شامل ہوگیا .... سنہ ۱۶۸۷ء

سمبھاجی قتل کئے گئے .... سنہ ۱۶۸۹ء

مرہٹوں سے لڑائی .... سنہ ۱۶۹۲ء سے سنہ ۱۷۰۷ء تک

اورنگ زیب کا انتقال .... سنہ ۱۷۰۷ء

(۲۰) مرہٹوں کا عروج

مرہٹوں کا ملک۔ دکھنی ہند کے مغربی کنارے پر جو قوم بسی ہوئی ہے وہی مرہٹے ہیں۔ یہ لوگ جس ملک میں رہتے ہیں اوسے مہاراسٹر ملک کہتے ہیں۔ اس ملک کے اُتر میں ست پڑا پہاڑی۔ دکھن میں گوآ اور بیدر

پورب میں دریائے وردھا اور پچھم میں بحیرۂ عرب ہے۔ یہ ملک زیادہ تر پہاڑی اور جنگلی ہے۔ ہر ایک پہاڑ کا بالائی حصہ چورس ہے اور چٹانیں دیوار کی طرح کھڑی ہیں اسلئے قریب قریب سب پہاڑ کی چوٹیوں پر ایک قلعہ نمودار ہے یہ سب قلعے مستحکم ہیں اور اوسوقت غیر مفتوح سمجھے جاتے تھے۔

قوم مرہٹہ۔ پہاڑی ملک میں رہنے کے سبب یہ مرہٹے ناٹے۔ مضبوط۔ عقلمند۔ پھرتیلے ہوتے ہیں انکو محنت کرکے روزی ملتی ہے اسلئے بڑے دنیادار ہوتے ہیں۔ کام پورا کرنے کی طرف انکی نظر زیادہ رہتی ہے۔ تدبیر کی خوبی اور بدی پر نہیں۔ راجپوں کی طرح صاحب دیانت نہیں۔ پھر بھی راجپوں کی بہادری ان میں بخوبی پائی جاتی ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ اس ملک کو جس میں مرہٹوں کی بود و باش ہے پہلے دیوراشٹر کہتے تھے اور پہلے پہل علاء الدین خلجی نے یہ ملک فتح کیا تھا۔ اس کے بعد سلطنت بہمنی میں شامل کر لیا گیا۔ اسوقت یہ بیجاپور کے تابع تھا۔ مگر کہیں کہیں پہاڑوں میں چھوٹے چھوٹے راجے خودمختار تھے۔ اور میدانوں میں مرہٹے سردار کاروبار ریاست میں مدد دیتے تھے۔ یہ لوگ پہاڑی قلعوں میں رہکر گرد و نواح کی سرزمین پر حکومت کرتے تھے۔ لڑائی کے وقت اپنی فوج لیکر مسلمان سلطانوں کی امداد کرتے تھے۔ جو سلطان بیجاپور کے سلطان کے تابع تھے اون میں مہاراج شیواجی کے باپ شاہ جی بھی تھے۔ شیواجی کی

ماں جیجی بائی دیوگری کے قدیم شاہی خاندان کی نسل میں تھیں۔ شاہ جی اپنے کو چھتری کہتے تھے۔ پہلے شاہ جی احمد نگر کے سلطان کے سپہ سالار تھے۔ آخر جب مغلوں نے احمد نگر فتح کر لیا تو انھوں نے بیجا پور کی سلطانی ملازمت کر لی۔

ملک کی حالت۔ شیواجی کی پیدائش کے پہلے ہی مرہٹوں میں ایک قومی خیال پیدا ہو رہا تھا۔ پندھر پور میں تحریک مذہبی کے سرگردہ لوگ جیسے گیان دیو۔ رودی داس۔ نرہری۔ نام دیو۔ ذات کی تفریق کو بیکار سمجھتے تھے اور سب انسانوں کو برابر درجے میں سمجھنے کی تعلیم دیتے تھے۔ پھر زیارت کرنے والے مسافروں نے مرہٹوں کے اس اعتقاد کو ہر جگہ پھیلا دیا۔ اسی تحریک مذہبی کے سبب مرہٹوں کی زبان نے بھی ترقی پائی اور احمد نگر کے دربار میں بھی اس زبان کا استعمال ہونے لگا تھا۔ ساتھ ساتھ احمد نگر اور بیجا پور ریاستوں سے نزدیکی تعلق ہونے کے سبب سیاست ملکی میں بھی انکی تعلیم اچھی ہوئی۔ اس طرح شیواجی کے ظاہر ہونے کے وقت مرہٹے ملک کی آب و ہوا زبردست قومی خیال سے بھری ہوئی تھی۔ زمین موجود تھی۔ زمین کے سردار کی ضرورت تھی۔ شیواجی نے اس کمی کو پورا کر دیا۔

شیواجی کا لڑکپن۔ ۱۶۲۷ء میں جب شاہجہاں تاجدار ہوئے اُسی سال شیواجی کی ولادت ہوئی۔ اس کے باپ زیادہ تر نوکری کے مقام پر رہتے تھے اور اوس کی ماں ضلع پونا میں جنر گڈھ رہتی تھیں وہ

بہت عقلمند اور دیندار تھیں بس اپنی ماں کی تعلیم اور نمونے سے شیواجی بھی لڑکپن ہی میں کامل دیندار ہوگیا اور اوسی وقت سے گائے برہمن اور ورن آسرم سے انکو خلوص ہوگیا۔ سنہ ۱۶۳۶ء سے شیواجی اور اوسکی ماں دونوں پونا میں رہنے لگے۔ اوسی وقت سے داداجی کونڈدیو نامی ایک برہمن شیواجی کے مربّی اتالیق بنے۔ کونڈدیو رامائن اور مہابھارت کے مشہور بہادروں کی کہانیاں کہتے تھے اور شیواجی اونکو دل لگاکر سُنتے تھے۔ بڑے شجاعوں کی عجیب معرکہ آرائیاں سُنتے سُنتے اس لڑکے کا دل جوش۔ بہادری۔ اور ہمت سے بڑھ جاتا تھا۔ کتابی تعلیم کے بدلے شہسواری تیراندازی تیغ زنی اوسے خوب بتالی گئی۔ عمر کچھہ زیادہ جب ہوئی تو شیواجی نے پہاڑی ماولیوں کا گروہ جمع کرلیا اون کو ساتھ لیکر شیواجی تمام دیار میں پہاڑوں اور جنگلوں کے درمیان پھرا کرتا تھا اور موقع پاکر لُوٹ بھی کرتا تھا۔ اس دیارگردی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوسے اپنے مُلک کی وضعی حالت خوب معلوم ہوگئی۔ کیونکہ سپہ سالاروں کو اُس مُلک کا جغرافیہ جاننا ضروری ہے جسمیں لڑائی ہوتی ہو۔ اسکے بعد شیواجی نے تورنا۔ چاکن۔ سوپا۔ اور کئی پہاڑی قلعوں پر قبضہ کرلیا اور نئے قلعے بنانے لگا۔ جیسے رائے گڈھ۔ سنہ ۱۶۴۸ء میں اوس نے کانکن کے جنوبی حصّے پر اپنا دبدبہ خوب جمالیا۔ شیواجی کی ترقیاں دیکھکر بیجاپور کے سلطان ڈر گئے اور اُنھوں نے شاہ جی کو قید کرلیا۔ اسی وقت شیواجی نے شاہجہاں بادشاہ کی حمایت سے شاہ جی کو رہا کرا لیا۔ آخر سنہ ۱۶۵۵ء میں

اوس نے یکایک حملہ کرکے جولی کے ہندو راج کو فتح کرلیا۔

بیجاپور کے ساتھ لڑائی - جولی کا راجہ سلطان کا ایک سردار تھا۔ پس سلطان نے شیواجی کی تنبیہ کے لئے اپنے سردار افضل خاں کو بھیجا۔ افضل خاں بڑا شجاع اور مغرور تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جنگ و جدل کے بغیر حکمت سے کام نکال لے۔ آخر اوس نے صلح کا پیغام دیکر شیواجی کے پاس سفیر بھیجا۔ شیواجی نے رشوت دیکر اوس سفیر سے افضل خاں کا اصل مطلب دریافت کرلیا آخر یہ امر قرار پایا کہ شیواجی اور افضل خاں غیر مسلح ہو کر عین راہ میں ملاقات کریں۔ شیواجی اوس وقت کے مسلمان افسروں کی چالاکیوں سے واقف تھا اسلئے اپنے سپاہیوں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کرکے خود پوشیدہ حربہ لیکر افضل سے ملاقات کو چلا۔ جب ملاقات ہوئی تو افضل خاں نے گفتگو میں پہلے بہت نرمی دکھائی۔ جب دونوں آدمی گلے ملنے لگے تو افضل خاں نے چالاکی سے شیواجی پر حملہ کیا مگر شیواجی پہلے ہی سے مستعد تھا پس اُسی جگہہ افضل کا کام تمام کردیا۔ یہ خبر پاکر مرہٹوں کا گروہ ایکبارگی بیجاپور کے لشکر پر ٹوٹ پڑا اور بیطرح شکست دی۔ فوج شاہی کا سب سامان بھی لُوٹ لیا۔ اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ تب ہی سے شیواجی کا درجہ اُسکے لوگوں کے درمیان بہت بلند ہوگیا۔ اور وہ سب شیواجی کو آزادی کی جنگ کا سردار کاہن سمجھنے لگے۔ اسکے بعد اور کئی بار بیجاپور کے سلطان کو ہرا کر اوس سلطنت کا کچھ حصّہ اپنے قبضے میں کرلیا اور مغلوں کی قلمرو پر دست درازی شروع کردی۔

اورنگ زیب کیساتھ لڑائی۔ شائستہ خاں۔ سنہ ۱۶۶۰ء میں شیواجی کو پست کرنے کے لئے اورنگزیب نے اپنے ماموں شائستہ خاں کو دکھن کا صوبہ دار بنا کر بھیجا۔ شائستہ خاں نے کئی ایک قلعے اور پونا بھی فتح کر لیا اور اسی شہر میں ارادہ کیا کہ برسات بھر رہے۔ مگر شیواجی نے ناگاہ ایک رات کو اوس کے مکان پر حملہ کیا۔ شائستہ خاں کھڑکی سے کود کر نکل گیا۔ مگر ہاتھ کی دو انگلیوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اوسی وقت مغل سپاہی پہنچ گئے اور سب مرہٹے وہاں سے چلے گئے (سنہ ۱۶۶۳ء)۔ اس ماجرے کے بعد عام نظر میں شیواجی کی بڑی توقیر ہو گئی۔ مغل لوگ اوسے شیطان کا اوتار کہنے لگے اوس کے دشمن بہت ڈر گئے کیونکہ کوئی جگہہ ایسی نہ تھی کہ جہاں اُس سے کوئی بچ سکے اور اُسکی ہمت کے آگے کوئی کام غیر ممکن نہ تھا۔ شاہی دربار میں اندھیرا چھا گیا اور جلد تر شائستہ خاں کو بنگالے میں تبدیل کر دیا۔ اِسکے بعد شیواجی نے سورت بندر لوٹ لیا (سنہ ۱۶۶۴ء) سورت ہی سے حاجی لوگ روانہ ہوتے تھے۔ پس دینی متعصب بادشاہ بہت ہی غضبناک ہوا اور سنہ ۱۶۶۵ء میں راجہ جے سنگہ اوس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔

شاہی دربار میں شیواجی۔ راجہ نے شیواجی کو کئی بار نیچا دکھایا۔ اور اسی راجہ کی صلاح سے اورنگ زیب نے شیواجی کے ساتھ مصالحت کر لی اوس وقت سے سال بھر تک شیواجی بادشاہ کی طرف بیجاپور کے ساتھ جنگ پیکار کرتا رہا۔ آخر بہت سی فکریں کر کے راجہ جے سنگہ نے شیواجی کو آگرے

روانہ کیا - دربار میں شیواجی کو تیسرے درجے کے منصبداروں کے ساتھ کھڑا ہونا پڑا اس برتاؤ سے بیزار ہوکر شیواجی وہاں سے چلے جانے کی تدبیریں سوچنے لگا مگر اوس کے مکان کے چاروں طرف شاہی پہرے دار رہتے تھے - اسلئے وہ جلد آگرے سے بھاگ نہ سکا - پہلے اوس نے اپنے رفیقوں کو ایک ایک کرکے روانہ کر دیا اور خود بیمار بنکر پڑا رہا - اور سادھو فقیروں کو ٹوکریاں بھر بھر کر مٹھائی بانٹنے لگا - ایک دن شام کے وقت ایک ٹوکری میں خود بیٹھکر اور دوسری ٹوکری میں اپنے بیٹے کو بٹھا کر آگرے سے باہر نکل گیا - اس طریقے سے ہوشیار اورنگ زیب کے ہاتھ سے بچکر شیواجی نو مہینے کے بعد بنگالے اور مندراج ہوکر وطن تک پہنچ گیا -

مغلوں کی شکست - شیواجی جب اپنے مقام پر آگیا تو لڑائی پھر شروع ہوگئی - اون دنوں بیجاپور اور مغلوں میں لڑائی ہو رہی تھی اور پچھم سرحد میں بھی بدنظمی کا ڈر تھا اسلئے اورنگزیب نے اوس سے صلح کر لی - شیواجی نے یہ موقع پاکر اپنی ریاست کا خوب انتظام کر لیا - مگر کچھہ عرصے کے بعد جنگ پھر آغاز ہوگئی (سنہ ۱۶۷۰ع) سورت بندر شیواجی نے پھر لوٹ لیا - اسطرح بار بار لوٹ ہونے کے سبب سے کُل سوداگر سورت سے چلے گئے اور اوسی وقت سے روزبروز بمبئی کی ترقی ہونے لگی - پھر اوس نے برار اور خاندیس کو بالکل پامال کر دیا - اورنگ زیب کو اپنے کسی سردار پر اعتماد نہ تھا اسلئے بار بار اونکو تبدیل کرتا تھا یہ لوگ بھی دل لگا کر کام نہ کرتے تھے - بہت افسر شیواجی سے

رشوت بھی لیتے تھے۔ سنہ ۱۶۷۳ء میں شیواجی نے اور ایک مرتبہ سلطان بیجاپور کو شکست دیکر اوس کے کئی پرگنے لوٹ لئے۔

چھترپتی شیواجی - ابتک گو کہ شیواجی نے بہت ملکوں کو فتح کرلیا تھا تاہم اوس کی ملکی حالت تبدیل نہیں ہوئی۔ مغل شہنشاہ اوس کو محض زمیندار کہتے تھے اور بیجاپور کے سلطان اسکو باغی جاگیردار سمجھتے تھے۔ تب تک نہ تو وہ اپنی رعیت کے خلوص پر فخر کرسکتا تھا اور نہ راجے اس کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرسکتے تھے۔ پس اس نقص کو مٹانے کے لئے سنہ ۱۶۷۴ء میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ شیواجی کا راج تلک ہوا۔ اوس وقت اُسنے مہاراج چھترپتی کا خطاب اختیار کیا۔ اب اور زیادہ جوش کے ساتھ ساری مسلمان ریاستوں کو پامال کرنا شروع کردیا اور چوتھ بھی وصول کرنے لگا۔ مغل بار بار شکست کھانے لگے۔ شیواجی کے دبدبے سے سارا ملک کانپنے لگا۔ بیجاپور کی سخت شکست ہوئی اور گولکنڈہ کے سلطان نے شیواجی کو خراج دینا گوارا کیا (سنہ ۱۶۷۶ء)

اسی سال شیواجی دولت جمع کرنے کی ہوس دِگ بجے کرنے کو نکلا۔ بیجاپور اور گولکنڈہ کی سلطنت سے ہوکر اوس نے جنوبی آرکٹ کا جنجی گڑھ لیلیا۔ ویلور۔ آرنی۔ بنگلور۔ بلاری۔ تنجور۔ اور رائچور دوآب پر بھی دخل کرلیا۔ ان ظفرمندیوں کا حاصل یہ ہوا کہ شیواجی کی ریاست بجے نگر کی طرح جزیرہ نما کے اس پار سے اُس پار تک پھیل گئی۔ اب مغلوں کو یہ ریاست فتح کرنا دشوار ہوگیا۔ سنہ ۱۶۷۹ء میں

جب مغلوں نے بیجاپور پر چڑھائی کی تو سلطان شیواجی سے امداد کا طالب ہوا۔ شیواجی نے مغلوں کو اسقدر پریشان کیا کہ انھیں مجبور ہوکر بیجاپور سے صلح کر لی پڑی۔ آخر کار ۱۶۸۰ء میں دکھنی ہند میں ایک مستحکم ریاست قایم کر کے ایک سوئی ہوئی قوم کو جگا کے یہ زبردست مرد بہشت کو روانہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ ان کی رحلت کے دنوں میں ایک دُمدار ستارہ نکلا تھا۔

شیواجی کا چال چلن۔ شیواجی ایک معمولی جاگیردار کا لڑکا تھا۔ مگر اپنی دانشمندی۔ ہمتوری اور شیر دلی کے سبب دکھن میں ایک طاقتور قوم قایم کر گیا۔ اوس کی جرأت مستقل مزاجی۔ جنگی ہوشیاری اور حکمت عملی کی تعریف سب کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کے وقت کبھی کبھی وہ اس پر عمل کرتا تھا کہ "چالاکوں کے ساتھ چالاکی کرنا چاہیے" مگر اوس کی چال چلن میں اُن راجاؤں کی صفتیں بھی تھیں جو نمونۂ روزگار ہوئے۔ خود مسلمان مورخ خفی خاں اون کے ذکر میں لکھتے ہیں "گو انکی فوج ملک کو لوٹتی پھرتی تھی۔ پر یہ لوگ کبھی عورتوں یا بچوں پر ظلم نہیں کرتے تھے۔ نہ تو یہ لوگ مسجد توڑتے تھے نہ قرآن کو جلاتے تھے جب کبھی لوٹ کے مال کے ساتھ قرآن چلا آتا تھا تو وہ کسی مسلمان کو دیدیتے تھے۔ اگر کبھی ہندو یا مسلمان عورت پکڑلی جاتی تھی تو شیواجی خود اوس کی حفاظت کرتے تھے۔ اور اوس کے رشتے داروں سے روپیہ ملنے پر اوسے وداع کر دیتے تھے"

وہ بادشاہی فرض کو بڑی ہنرمندی سے ادا کرتا تھا۔ خود ذی علم نہ تھا مگر علم دوست تھا۔ اوس نے اپنی ریاست کا انتظام مناسب طور پر کیا۔ اوس کی زندگی کا

مطلب یہی تھا کہ ایک ہندو ریاست کی بنیاد قایم کرے۔ اس مطلب کو پورا کرنے کے لئے اندنوں جن تدبیروں کی ضرورت تھی شیواجی نے اونھیں تدبیروں سے کام لیا۔ بہت لوگ اوسکو ڈاکوؤں کا سردار۔ دغاباز کہکر نفرت ظاہر کرتے ہیں۔ مگر اوس وقت یہ لوگ اسپر غور نہیں کرتے کہ شیواجی کے زمانے میں ملک کی حالت کیا تھی اور اسوقت کی اخلاقی حالت آجکل کی بہ نسبت بہت ہی گھٹی ہوئی تھی۔

شیواجی اسلام کے مخالف نہیں تھے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ شیواجی خود ہندو مذہب کا ماننے والا تھا اور وہ گئو اور برہمنوں کی حفاظت کے لئے ایک اسلامی بادشاہ سے لڑ رہا تھا اسلئے وہ اسلام کا بھی مخالف تھا مگر یہ خیال کرنا محض غلطی ہے۔ شیواجی کے مذہبی خیال بہت بلند تھے۔ لڑتے وقت کسی دین کے پاک مقام اوس نے برباد نہیں کئے وہ ہندو برہمن اور مسلمان پیر فقیر سب کی قدر برابر کرتا تھا۔ اوس نے کبھی کسی کو اسلامی دین رکھنے کے سبب سے نہیں ستایا۔ اوس کے افسروں میں بھی اکثر مسلمان رہچکے تھے وہ جیسے اپنے گرو رامداس سوامی کو مانتا تھا ویساہی جلیبی کے بابا یاقوت کا بھی ادب کرتا تھا۔ غرضکہ وہ اسلام کا مخالف نہ تھا۔

ملکی انتظام۔ مرہٹوں کا اوج ہندو اور مغل سلطنتوں کے بعد ہوا اسلئے اونکے انتظام میں ہندوؤں اور مغلوں کے بندوبست حکومت کی جو پسندیدہ باتیں ہیں وہ سب پائی جاتی ہیں۔ سردار ریاست راجہ ہوتے تھے۔ راجہ کی مدد

کرنے کے لئے آٹھ وزیروں کی انجمن ہوتی تھی۔ اِن کا نام۔ اشٹ پردھان تھا۔ اِن میں سب سے بڑے وزیر کا خطاب پیشوا تھا۔ ہر وزیر ایک خاص محکمہ کا افسر تھا۔ اِن میں ایک شاستری رہتا تھا کہ ہندوؤں کے مذہب کے مطابق انتظام سلطنت کرے۔ سب کاروبار حکومت ہندوؤں کی دینی کتابوں کے مطابق انجام پاتا تھا۔ معمولی جھگڑے پنچایت سے طے ہوتے تھے۔ مالگذاری کا ٹھیکہ نہیں دیا جاتا تھا اور نہ جاگیر ملتی تھی۔ زمین پیمائش کرکے قوت زراعت کے مطابق لگانی تشخیص ہوتی تھی۔ اناج کو پانچ حصے میں بانٹ کر دو حصے سرکار لیتی تھی۔ سالانہ آمدنی کا زیادہ حصہ چوتھ اور سردیش مکھی سے ملتا تھا۔ یہ دو محصول دوسرے مُلک کے حاکموں سے وصول کئے جاتے تھے۔ بڑے بڑے مقاموں کے حاکم کا لقب صوبہ دار تھا وہ جمعدار اور دوسرے افسروں کی مدد سے مالگذاری وصول کرتا تھا۔

فوج مطیع اور بے فتنہ فساد تھی۔ نافرمانی داروں کے لئے سزائے موت تھی۔ سپاہی دو طرح کے تھے۔ ایک پیادہ دوسرے سوار۔ سوار بھی دو قسم کے تھے۔ جنکو سرکار کی طرف سے گھوڑا اور اسلحہ ملتے تھے انکا نام بر گیر تھا اور جو لوگ اپنا گھوڑا اور حربہ استعمال کرتے تھے انکا لقب "سلحدار" تھا۔ خاص سپہ سالار انجمن وزرا کا ایک رکن ہوتا تھا۔ سپہ سالار کئی قسم کے ہوتے تھے۔ مثلاً پنجہزاری۔ دو ہزاری۔ (اکبر کی مروّجہ منصب داری سے مقابلہ کرو) جاگیر کے بدلے سپاہیوں کو تنخواہ ملتی تھی۔ اور اسباب غارت میں سے لوٹنے والوں کو تانبے اور پیتل کے

ظروف ملتے تھے لیکن سونے چاندی کی چیزیں اور عمدہ لباس و سامان سرکار میں جمع ہوتے تھے۔ ہر ایک قلعے یا تھانے کے تین افسر ہوتے تھے۔ حولدار سبنس و سر نوبت۔ کارخانہ نویس رسد کا حساب کتاب رکھتا تھا۔ ہر سال آٹھ مہینہ تک لشکری لڑنے میں مصروف رہتے تھے۔ لشکر میں عورتیں نہیں رہنے پاتی تھیں۔ لڑتے وقت عورت بچّے۔ اور برہمن آزار سے محفوظ تھے۔ مغلوں کے جہازوں کو لوٹنے کے لئے دریائی قزاقوں کو زیر کرنے کے لئے اور تجارت کے واسطے بھی شیواجی نے جہاز بنوائے تھے۔

شیواجی کے بعد کی حالتیں ۔ شیواجی کے نا قابل بیٹے سمبھاجی اور سمبھاجی کے بیٹے ساہوجی کا بیان ہو چکا ہے۔ اورنگ زیب کے بعد ساہوجی کو مغلوں نے رہا کر دیا۔ ساہوجی جب گھر آئے تو مرہٹے آپس میں لڑنے لگے۔ شیواجی کا دوسرا بیٹا راجہ رام نے اور اوس کے انتقال کے بعد اوس کی زوجہ تارا بائی نے اورنگ زیب کو کس طرح عاجز کر رکھا تھا یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔ مغلوں کو شکست دینے کی وجہ سے تارا بائی کی بڑی دھاک بندھ گئی تھی۔ تارا بائی نے ساہو کی جگہہ اپنے بیٹے کو کولہاپور کے تخت پر بٹھایا۔ اودھر ساہو بھی مرہٹوں کا راجہ بنا۔ اوس کا پایہ تخت ستارا ہوا۔ ساہو بہت دنوں دربار مغلیہ میں رہکر محض بیکار ہو گیا تھا۔ لیکن اوس کا برہمن وزیر پیشوا بالاجی وشو ناتھ (سنہ ۱۷۱۴ء سے سنہ ۱۷۲۰ء) بڑا لائق افسر تھا۔ اوسکی ہوشیاری سے مغلوں نے بھی ساہو کو مرہٹوں کے مُلک کا راجہ تسلیم کر لیا اور اوس سے مصالحت بھی کر لی۔ پیشوا کا رُعب داب اُسی وقت سے بڑھنے لگا۔ آخر یہ عہدہ موروثی

ہوگیا۔ ساہو کے مرنے کے بعد ۱۷۴۸ء میں پیشوا بالاجی باجی راؤ ستارہ چھوڑ کر پونا چلا آیا اوسی وقت سے مرہٹوں کا اصلی راجہ پیشوا ہوگیا۔ شیواجی کی نسل کے لوگ ستارا اور کولہاپور میں محض نام کے راجہ تھے۔ اب ستارہ کے شاہی خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔ مگر کولہاپور میں شیواجی کی اولاد ابھی تک راج کرتی ہے یہ راجہ انگریزونکو خراج دیتے ہیں۔

خلاصہ

سنہ ۱۶۲۷ء .... شیواجی کی پیدائش

سنہ ۱۶۵۹ء .... شیواجی نے افضل خاں کو ہرایا

سنہ ۱۶۶۳ء .... شیواجی نے شائستہ خاں کو ہرایا

سنہ ۱۶۷۴ء .... شیواجی نے خودسر ہندو ریاست قایم کی

سنہ ۱۶۷۶ء .... شیواجی نے دکن کو فتح کیا۔

سنہ ۱۶۸۰ء .... شیواجی کا انتقال۔

سنہ ۱۷۴۸ء .... ساہو کا انتقال۔

(۲۱) شاہنشاہی مغلیہ کا زوال (سنہ ۱۷۰۷ء سے سنہ ۱۸۵۷ء تک)

بہادر شاہ سنہ ۱۷۰۷ء سے سنہ ۱۷۱۲ء تک۔ اورنگ زیب کی رحلت کے بعد اسکے تینوں بیٹے تخت سلطنت کے لئے باہم آمادۂ جنگ ہوئے۔ بڑا بیٹا بہادر شاہ کابل کا صوبہ دار تھا۔ دوسرا بیٹا شاہزادۂ اعظم بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا۔ تیسرا فرزند

70°
75°
80°
90°
35
30
25
20
15
10
5
85°
95°
KABUL
KASHMIR
THE MUGHAL EMPIRE
DELHI
AGRA
RAJPUTS
JODHPUR
BENARES
ALLAHABAD
DACCA
UDAIPUR
MEWAR
CHANDARNAGAR
CALCUTTA
BURHANPUR
DAULATABAD
BERAR
AURANGABAD
BOMBAY
MAHRATTAS
SATARA
BIDAR
GOLKUNDA
HAIDRABAD
BIJAPUR
KOLHAPUR
MASULIPATAM
MADRAS
MADRAS
NEGAPATAM
COCHIN
INDIA
in 1700

(*Pt. II. Chap. 31.*)
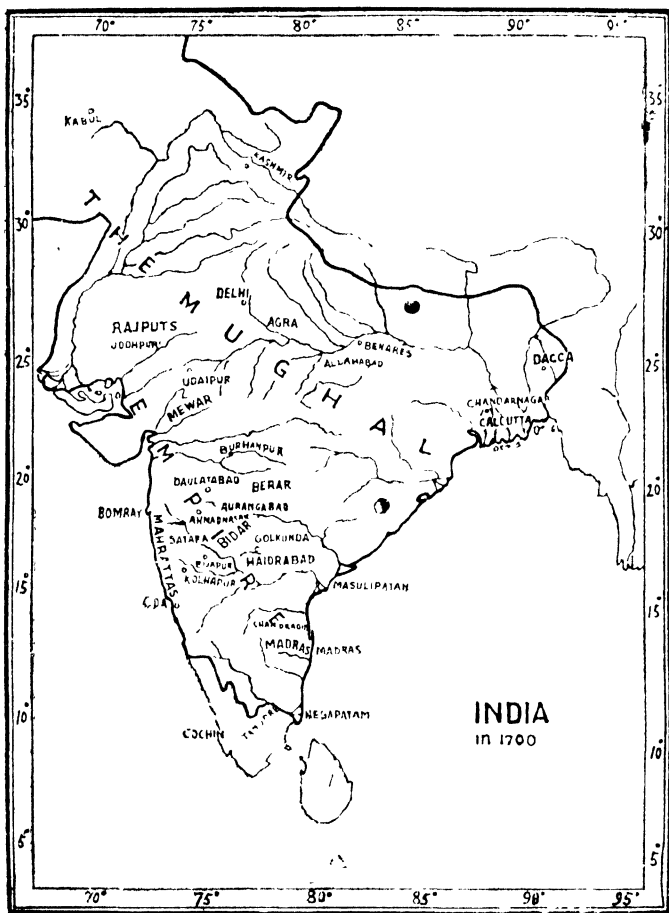
شہزادہ کام بخش بیجاپور اور گولکنڈے کا صوبہ دار تھا۔ پیرانہ سال شہنشاہ کی رحلت ہوتے ہی بہادر شاہ اور شہزادۂ اعظم آگرے کی طرف چلے۔ آگرے کے نزدیک جنگ جا ہوئی میں بھائی کو مار کر بہادر شاہ نے ۱۷۰۷ء میں تخت پر جلوس کیا۔ دو سال کے بعد کام بخش بھی لڑائی میں مارا گیا۔ ۱۷۰۸ء میں انبیر کے راجہ جے سنگھ۔ جودھپور کے راجہ اجیت سنگھ۔ میواڑ کے رانا امر سنگھ دویم۔ تینوں نے بلکر ایک ساتھ بغاوت کا علم سربلند کیا۔ اکثر مقاموں سے ان راجاؤں نے مغل افسروں کو نکال دیا۔ اوسی وقت سکھوں کا بلوہ ہوگیا اسلئے بادشاہ نے راجپوتوں سے مصالحت کرلی۔ اُسی وقت بادشاہ نے مرہٹوں کو فتنہ وفساد سے باز رکھنے کے لیے اور آپس میں لڑادینے کی تدبیر سے بھی ساہو کو رہا کر دیا۔

سکھ قوم کا آغاز۔ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ بابا نانک (۱۴۶۹ء سے ۱۵۳۸ء تک) نے ہندو مسلمانوں کے درمیان نزاع دُور کرنے کے لئے سکھ مذہب کی نبیاد ڈالی۔ نانک کے بعد سکھ مذہب کے دس گرُو ہوگئے۔ پہلے پہل سکھ لوگ بہت صلح پسند تھے۔ شروع کے چار گرؤں سے ان کا تعلق فقط مذہبی تھا۔ اِن میں سے چوتھے گرُو رامداس (۱۵۸۱ء میں مر گئے) نے اکبر کی دی ہوئی زمین پر امرتسر کا مشہور سکھ مندر بنوایا۔ رامداس کے بیٹے پانچویں گرُو ارجن نے سب سے پہلے مُلکی معاملات میں دخل دیا۔ انھوں نے گرنتھ صاحب کو بھی تالیف کیا۔ اِن کتابوں میں پہلے گرُوؤں کی تعلیمیں جمع کی گئیں۔ انھوں نے سکھوں پر ایک محصول "مسند" نامے لگایا تھا۔ ۱۶۰۶ء میں خسرو کی طرفداری کے

جرم میں جہانگیر نے انکو قتل کیا - ارجن کا بیٹا ہرگوبند چھٹواں گرو ہوا وہ بھی بڑا جنگجو تھا - وہ جہانگیر اور شاہجہاں کے دربار میں ملازم تھا - آخر اوس نے بلوہ کیا مگر مغلوب ہوکر پہاڑوں میں پوشیدہ ہوگیا وہیں انتقال کرگیا (۱۶۴۵ء) اوسمیں ایمانی جوش کم تھا - اور اوس کے چیلے زیادہ تر جاٹ تھے - اوس کا پوتا ہر رائے ساتواں گرو ہوا - اوس نے دارا کی طرفداری کی - مگر اورنگ زیب نے اوس کا یہ قصور معاف کردیا - اس فرقہ کے نویں گرو تیغ بہادر ہوئے - انھوں نے "سچا بادشاہ" اپنا خطاب مقرر کیا اسوجہ سے اورنگ زیب نے انکو بڑی سختی سے مقتول کیا - (۱۶۷۵ء)

سکھوں کے مذہبی اصول

بابا نانک نے نئے ہندو مذہب کے مسئلوں کو رد کرکے ایک ہی خدا کی تعلیم دی - اوُنھوں نے صوفیوں کے مسائل کو بھی اختیار کرلیا تھا - اونھوں نے ہندو مسلمان کے تفرقے کو محو کردیا - عبادت - ترک عیاشی - پاک مقاموں کی زیارت - غسل طہارت - خیرات - خدا کے نام کا وظیفہ - ان باتوں پر زور دیا - اس فرقے کے لوگوں کو - تن - من - دھن کے ساتھ گرو کے قدموں پر پناہ لینی ہوتی تھی اور انھیں کے ہاتھوں سے سکھ بھی بننا ہوتا تھا - وہ گرہستوں کو سب سے اچھا سمجھتے تھے - دسویں گرو گوبند سنگھ نے بہت ظاہری تکلفات اس مذہب میں داخل کئے - اوس نے معتقدوں کے نام کے آخر میں لفظ "سنگھ" شامل کیا اور یہ لازم کیا کہ کوئی جب سکھ بنے تو پانچ سکھ کم سے کم اوسوقت موجود ہوں - اور چینی کا شربت

کرپان سے گھولکر کچھ معتقدوں کے بدن پر چھڑکتے تھے اور باقی تبرک کے طور پر بانٹ دیتے تھے۔ اسی عہد میں سکھوں کو بال بڑھانے ضرور ہوئے نیلے کپڑے استعمال کرنے ہوئے۔ ہندو اور مسلمان طور کی عبادتیں ترک کردی گئیں۔ اس فرقے کے لوگ دھوتی کو متروک کرکے پاجامہ پہننے لگے۔ اپنے ساتھ کرپان رکھنے لگے۔ پان اور تمباکو مطلق چھوڑ دیا۔ گرو گوبند سنگھ کے مریدوں میں زیادہ تر جاٹ تھے۔ یہ بڑے فسادی ہوتے تھے۔

گرو گوبند سنگھ (۱۶۵۷ء سے ۱۷۰۸ء تک) گوبند سنگھ نویں گرو تیغ بہادر کے بیٹے تھے۔ ۱۶۶۶ء میں پٹنے میں پیدا ہوئے۔ یہ بڑی بہادری کیساتھ ناہان اور دوسرے پہاڑی راجاؤں سے لڑے تھے۔ مگر شکست کھاکر انھیں بھاگنا پڑا۔ انھیں دنوں میں گوبند سنگھ نے گرنتھ صاحب پر نظر ثانی کی۔ کچھ دنوں کے بعد بہادر شاہ کے طرفدار ہوکر ان کے بھائیوں سے جنگ میں مقابل ہوئے تھے۔ ۱۷۰۸ء میں گوداوری کے کنارے انھوں نے رحلت کی۔ وہ سکھوں کے آخر گرو ہیں۔ گوبند سنگھ کے مرنے کے بعد بندا نام ایک آدمی نے اپنے کو گوبند سنگھ کا اوتار ظاہر کیا۔ جلد ایک زبردست گروہ جمع کیا اور سرہند سہارنپور کے پرگنوں میں بڑا ہنگامہ برپا کیا۔ وہاں کے فوجدار کو شکست دی اور ہندو مسلمان سب کو آزار پہنچایا۔ چند سکھوں نے امرتسر سے لاہور پر حملہ کیا مگر شکست کھاکر پہاڑوں میں روپوش ہوا (۱۷۱۰ء) بہادر شاہ نے اپنے والد کے تعصب کے سبب اس لڑائی کو جہاد قرار دیا۔ ساٹھ برس کی عمر میں

سنہ ۱۷۱۲ء میں بہادرشاہ نے وفات پائی۔

بہادرشاہ کا چال چلن۔ یہ بادشاہ صلح پسند۔ ذیعلم۔ رُعب دار۔ اور فیاض تھا۔ وہ بھی اپنے والد کی طرح حکمتی تھا اور اپنے دلی خیالوں کو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ کسی سائل کو محروم نہ پھیرتا تھا۔ فی الجملہ غافل تھا۔ اسوجہ سے لوگ اوس کو "شاہ بیخبر" کہتے تھے۔ ہرچند کہ مثل اورنگ زیب کے متعصب نہ تھا مگر کامل دیندار تھا۔ ہندوؤں کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اونھیں بلند عہدے نہ ملے۔ نہ وہ پالکی پر سوار ہو سکتے تھے۔ سکھوں سے لڑتے وقت اوس نے کُل ہندوں کو ڈاڑھی منڈوانے کے لئے مجبور کیا۔

جہاندارشاہ۔ بہادرشاہ کی وفات کے بعد اوس کا بڑا بیٹا جہاندارشاہ (سنہ ۱۷۱۲ء۔ سنہ ۱۷۱۳ء) اپنے بھائیوں کو لڑائی میں مار کر بادشاہ ہوا۔ یہ محض بیکار تھا۔ فقط گیارہ مہینے بادشاہ رہنے کے بعد "سید بھائیوں" نے اسکو تخت سے اُتارا اور اوس کے بھتیجے کو تاج شاہی پہنایا۔

فرّخ سیر (سنہ ۱۷۱۳ء۔ سنہ ۱۷۱۹ء) جہاندار کا بھتیجا فرّخ سیر تخت پر بڑی شان و عظمت سے بیٹھا مگر کاروبار سلطنت کچھ بھی نہ کرتا تھا۔ صرف نام ہی کا بادشاہ تھا۔ اصل میں دونوں سید سب کام انجام دیتے تھے۔ ان سید بھائیونکا نام عبداللہ اور حسین علی تھا۔ ان میں ایک الہ آباد کا صوبہ دار تھا اور دوسرا بہار کا۔ تواریخ میں ان کا نام "بادشاہ گر" تھا۔ بادشاہ ایک مرتبہ بیمار رہا ہوا تب انگریزی کمپنی کے ڈاکٹر ہملٹن نے اوسکو اچھا کردیا۔ اس سے خوش ہوکر

(*Chap. 21.*)

1. Jahandar Shah, 2. Farrukhshiar, 3. Nadir Shah,
4. Alamgir (II), 5. Mahammad Shah.

بادشاہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو محصول ادا کرنے کے بغیر تجارت کی اجازت دی اور کلکتے کے قریب جوار میں اڑتیس گاؤں خریدنے کی بھی پروانگی دی۔ اس بادشاہ کے عہد میں سیدوں نے مرہٹوں کو دکھن صوبوں سے چوتھ اور سردیش مکھی وصول کرنے کی اجازت بھی دی تھی۔ اس بادشاہ نے ہندوؤں سے خوش سلوکی کی۔ جزیہ بند کر دیا اور اجیت سنگھ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ کچھ ہندوؤں کو بلند عہدے بھی ملے آخر سیدوں کے خلاف بادشاہ نے سازش کی اور سیدوں نے ۱۷۱۹ء میں بادشاہ کو قتل کر ڈالا تب سیدوں نے مسلسل چار بادشاہوں کو تخت پر بٹھایا اور اتارا۔

محمد شاہ (۱۷۱۹ء سے ۱۷۴۸ء) سیدوں نے انتہائے کار محمد شاہ کو تخت نشین بنایا۔ لیکن اس بادشاہ نے فریب سے ان دونوں بھائیوں کو مار ڈالا۔ محمد شاہ کو سادات کے ہاتھ سے مخلصی ضرور ملی مگر دور دور کے صوبہ دار اسے نہ مانتے تھے مرہٹے بھی اسوقت بہت زبردست ہو گئے۔ انھیں ایام میں متھرا کے جاٹ سردار چورامن نے راجہ اجیت سنگھ راٹھور سے ملکر بلوہ کیا۔ اور کئی بار سپاہ شاہی کو مغلوب کر دیا اور اجمیر۔ الور۔ نارنول لوٹ لئے۔ اوس کے مرنے کے بعد (۱۷۲۱ء) جاٹ کا فتنہ و غوغا موقوف ہوا۔ روہیلکھنڈ کے روہیلے سردار بھی بدایوں کے ساتھ ملکر بہت مفسدہ برپا کرنے لگے۔ مگر وہ پست کر دئے گئے (۱۷۲۲ء) دکھن کا صوبہ دار آصف جاہ حیدرآباد دبا کر خودسر ہو گیا۔ اسکی نسل کے لوگ آجتک ریاست حیدرآباد کے حاکم ہیں۔ شاہنشاہی عظیم مغلیہ کے شکوہ و تجمل ابتک اوسی ریاست میں پائے جاتے ہیں۔ سعادت خاں نامے ایک صوبہ دار نے ریاست اودھ کی بنیاد قایم کی

اور الہ وردی خاں بنگالے اور بہار میں خودسر ہوگیا۔ مرہٹوں نے مالوہ۔ گجرات۔ بندیلکھنڈ فتح کر لئے اور انبیر کے سوائے راجہ جے سنگھ کی مدد سے اونھوں نے راجپوتانے اور اور آگرے تک تباہ کر دیا۔ ۱۷۳۷ء میں باجی راؤ نے دلّی پر بھی چڑھائی کی۔ ایسی حالت میں نادرشاہ نے ہندوستان کی طرف رُخ کیا۔

نادرشاہ کا حملہ۔ (۱۷۳۹ء) نادرشاہ کی پیدائش (۱۶۸۸ء) ایک غریب گھر میں ہوئی تھی۔ مگر اٹھارہویں صدی کے شروع میں جب افغانوں نے ایران پر قبضہ کیا تب ہی نادر علی آہستہ آہستہ زور پکڑتا گیا۔ آخر وہ شاہ طہمسپ کا سالار بنا اور افغانوں کو ایران سے بھگا دیا۔ پھر طہمسپ کو ہٹا کر ۱۷۳۶ء میں خود شاہ ایران بنگیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں گرد و نواح کی ریاستیں فتح کر کے ۱۷۳۹ء میں ہندوستان پر لشکرکشی کی۔ محمد شاہ کے بُلانے سے آصف جاہ دکھن سے اور سعادت خاں اودھ سے آئے اور دونوں سردار لشکر ہوئے۔ ان دونوں میں موافقت نہ تھی۔ سوائے جے سنگھ اور کسی راجپوت بادشاہ اور رئیس نے ساتھ نہ دیا اور بادشاہی لشکر میں بدنظمی ہوگئی۔ محمد شاہ کی فوج کرنال کی لڑائی میں ہار گئی۔ وہاں سے نادرشاہ بادشاہ اور آصف جاہ کو قید کر کے دہلی آیا وہ وہاں محمد شاہ کے ساتھ شاہی محلوں میں رہنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد ایرانی سپاہیوں میں اور شہر کے بنیوں میں تنازع ہوگئی اسوقت دلّی والوں نے قریب تین ہزار ایرانی سپاہی قتل کر ڈالے۔ غصے میں آکر نادرشاہ نے قتل عام کا حکم دیا۔ صبح سے تیسرے پہر تک ہیبت ناک خونریزی ہوتی رہی سڑکیں خون سے سربسر سُرخ ہوگئیں۔ شریر ایرانیوں نے گھر جلا دیئے۔ عمارتیں

گرا دیں - گرہستوں کا مال و متاع لُوٹ لیا اور جسکو جہاں پایا وہیں کھپا دیا - سرا پا آراستہ شہر چند گھنٹوں میں گورِ غریباں کی طرح وحشت ناک ہوگیا - آخر جب محمد شاہ نے معافی مانگی تو نادر شاہ نے قتل موقوف کرنے کا حکم دیا - دلی کا سرکاری خزانہ لُوٹ کر رعایا کا تمام اسباب تاراج کرکے اور صوبوں کی مالگذاری بھی وصول کرکے کوہ نور ہیرا اور شاہجہاں کے تخت طاؤس پر قبضہ کرکے محمد شاہ کو خالی تخت پر بٹھا کر نادر شاہ یہاں سے روانہ ہوا - اسکے کل غارت کا حساب پندرہ کرور سے ستر کرور تک سمجھا جاتا ہے - اس حملے کے بعد نادر شاہ نے دریائے سندھ کے مغربی کنارے کا حصہ اپنی قلمرو میں شامل کر لیا - اب افغانستان اور مغربی سرحد اور سندھ بھی مغلوں کے ہاتھ سے نکل گئے - اسطرح گوشۂ شمال و مغرب دوسرے کے تابع ہوگیا اور آیندہ کے لئے اوسی طرف سے اور حملہ آوروں کے آنے کا خطرہ پیدا ہوگیا - اب مغلیہ بادشاہوں کے پاس صرف پنجاب - دلی اور آگرہ رہ گئے - نادر شاہ کے چلے جانے کے بعد مغل بادشاہوں کے پاس کچھ بھی نہ رہا اور چاروں طرف بدانتظامی کا شور ہوگیا - پنجاب میں سکھوں نے فتنہ و غارت کا ہاتھ بڑھایا اور دلی - سرہند - سہارنپور - میرٹھ وہردوار پر اپنا عمل دخل کر لیا - ایسے تلاطم کے عالم میں احمد شاہ ابدالی افغان سردار اور مرہٹوں نے پنجاب پر حملہ کیا -

احمد شاہ ابدالی - نادر شاہ کے مرنے کے بعد اوس کے ایک سردار فوج احمد شاہ ابدالی نے افغانوں کا سردار بنکر نزدیک کے سب مقام فتح کر لئے تھے -

اوس نے چار بار ہندوستان پر لشکر کشی کی۔ پہلی دفعہ محمد شاہ کے بیٹے احمد شاہ نے ۱۷۴۸ء میں اوس کو شکست دی۔ اوسی سال محمد شاہ کے انتقال کے بعد احمد شاہ تخت نشین ہوا۔ ابدالی نے پھر حملہ کیا اور بادشاہ نے مجبور ہوکر پنجاب سے ہاتھ اوٹھایا (۱۷۵۰ء)۔ اسی وقت آصف جاہ کی رحلت کے بعد اوس کا بیٹا غازی الدین وزیر بنا۔ اوس نے ۱۷۵۴ء میں بادشاہ کو قتل کیا اور جہاندار شاہ کے ایک بیٹے کو عالمگیر ثانی کا خطاب دیکر تخت پر بٹھایا۔ ابدالی نے ۱۷۵۶ء میں حملہ کرکے دلّی فتح کرلی۔ اس دفعہ بھی افغانوں نے دلّی کے باشندوں کو قتل کیا۔ اسکے بعد متھرا جیت کر بہت مندروں کو منہدم کردیا۔ عالمگیر ثانی کی نگرانی کرنے کے لئے ایک روہیلے سردار کو دلّی میں چھوڑکر ابدالی گھر پھر گیا۔ اوسی وقت پیشوا بالاجی باجی راؤ کے بھائی رگھوبا نے ۱۷۵۸ء میں پنجاب اور دلی کو فتح کرلیا۔ ادھر ابدلی جب وطن پھر گیا تو غازی الدین نے مرہٹوں کی امداد سے عالمگیر ثانی کو اپنے قبضے میں کرلیا۔ اس سے ڈر کر عالمگیر کے بیٹے عالی گوہر نے دلّی چھوڑدی اور فرار ہوگیا۔

اسکے بعد کے بادشاہوں کا حال۔ ۱۷۵۹ء میں عالمگیر کے مرنے کے بعد عالی گوہر نے شاہ عالم کا خطاب اختیار کیا اور انگریزی کمپنی سے پنشن لیکر آلہ آباد میں مقیم ہوا۔ جب مرہٹوں کے کہنے سے وہ پھر دلّی میں آیا تو انگریزی کمپنی نے اوسکی پنشن بند کردی۔ لیکن انگریزوں نے ۱۸۰۳ء میں دلّی فتح کرلی تب اوسے پھر وہی پنشن ملنے لگی۔ اوس کے انتقال کے بعد اوس کے بیٹے اکبر ثانی کو بھی پنشن اور بادشاہ کا خطاب ملا۔ آخر جب اکبر ثانی کے بیٹے بہادر شاہ دوم ۱۸۵۷ء میں

شریک غدر ہوا۔ تب سرکار انگریزی نے اوسکو رنگون بھیج دیا۔ یہی بہادر شاہ قدیم خاندان مغلیہ کا آخر بادشاہ تھا۔

شاہنشاہی مغلیہ کے زوال کے سبب ۔ تم کو معلوم ہے کہ اکبر نے اپنی آزادانہ ملکی خیال سے ہندوؤں کو اپنی شاہنشاہی کی ترقی کے لئے عمدہ عہدے دئے تھے۔ اسی لئے اوس عہد سے ہندو سرداروں کی جرأت سے کوئی بیرونی دشمن ہندوستان پر حملہ نہ کر سکتا اور نہ صوبہ دار بغاوت کر سکتے تھے۔ لیکن اورنگ زیب کے متعصّب اور خشکی ہونے کے باعث سے ہندو مخالف ہو گئے۔ جزیہ لگانے کے سبب ہندو ہر طرف آزاد و خودسر ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ نئی نئی قومیں مثلاً مرہٹے اور سکھ اور جاٹ اور بندیلے زور پکڑنے لگے۔ انکو دبانے کو قوت کمزور شہنشاہوں میں نہ تھی۔ موقع ملتے ہی صوبوں کے صوبہ دار بھی خودسر بننے لگے۔ تخت سلطنت یا صوبہ داری کے واسطے آپس میں لڑا مرے اور ہندو باغیوں سے مدتوں جنگ و جدل رہی ان دو سببوں سے مغلیہ قوت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور آخر وقت میں اس شاہی خاندان میں لائق لوگ بہت کم نکلے اس باعث سے انتہائے وقت میں مغلوں میں نہ اچھے سردار فوج نکلے اور نہ اچھے حاکم ملک۔ بادشاہ بھی اسوقت بیکار ہی ہوتے گئے انکی تعلیم و تربیت بخوبی نہ ہوئی اس سے بے اصول رہگئے۔ پھر دربار میں کئی فریق ہونے کے سبب کوئی کام درست ہوتا تھا۔ آخر وقت میں نادر شاہ اور اوس کے سپہ سالار ابدالی کی چڑھائیوں سے مغل لوگوں کی شاہانہ قوت نیست و نابود ہوگئی۔

خلاصہ

سنہ ۱۷۰۷ء سے سنہ ۱۷۱۲ء - بہادر شاہ

سنہ ۱۷۱۲ء سے سنہ ۱۷۱۳ء - جہاندار شاہ

سنہ ۱۷۱۳ء سے سنہ ۱۷۱۹ء - فرخ سیر

سنہ ۱۷۱۵ء .... انگریزی کمپنی نے ہملٹن کو سفیر کرکے بھیجا

سنہ ۱۷۱۹ء سے سنہ ۱۷۴۸ء - محمد شاہ

سنہ ۱۷۲۴ء .... جنوبی ہند اور اودھ خود مختار ہو گئے

سنہ ۱۷۳۹ء .... نادر شاہ کی چڑھائی

سنہ ۱۷۴۰ء .... بنگال خود مختار ہو گیا

سنہ ۱۷۴۸ء .... ابدالی کی پہلی لڑائی

سنہ ۱۷۴۸ء سے سنہ ۱۷۵۴ء احمد شاہ

سنہ ۱۷۵۴ء سے سنہ ۱۷۵۹ء عالمگیر ثانی

سنہ ۱۷۵۶ء .... ابدالی نے دلّی لے لیا

سنہ ۱۷۵۸ء .... راگھوبا نے دلّی لے لیا

سنہ ۱۷۵۹ء سے سنہ ۱۸۰۶ء شاہ عالم ثانی

سنہ ۱۸۰۶ء سے سنہ ۳۷ء اکبر ثانی

سنہ ۱۸۲۷ سے سنہ ۵۷ء بہادر شاہ ثانی

(۲۲) مغلیہ شاہنشاہوں کے عہد میں ملک کی حالت

ملکی انتظام - مغل شاہنشاہی قدیم سلطنت دہلی سے زیادہ وسیع تھی نظم ونسق تھا۔
سلطانوں سے بدرجہا بڑھکر تھا۔ صوبہ داروں کے کاروبار - فوج کا بندوبست - زمین
کی پیمائش - طرز وصول مالگذاری اِن سب باتوں کے قاعدے شہنشاہان مغلیہ نے
بہت عمدہ جاری کئے تھے - مگر پھر بھی سیاحان بیرونی کے بیانات دیکھنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ مغل حکمرانوں کے زمانے میں دارالخلافت سے جو ملک دُور
تھے وہاں کے صوبہ دار کبھی کبھی اپنی مرضی کے مطابق کام کر بیٹھتے تھے - سلطانوں کے
زمانے میں دُور دست مقاموں کے صوبہ دار بالکل خودمختار رہتے تھے لیکن
شہنشاہان مغلیہ کے تسلط میں اتنی آزادی نہ تھی - دُور دُور کے صوبہ داروں
اور ذی اختیار افسروں کی خودرائی کی مدافعت کرنے کے لئے دو تین سال کے بعد
ایک سے دوسرے صوبہ میں مبادلہ کر دیتے تھے - کبھی خود بادشاہ کے حضور ہی سے
فرمان جاری ہوتے تھے - انھیں فرمانوں کے مطابق صوبہ داروں کو کاربند ہونا پڑتا
تھا - واقعہ نویس لوگ بادشاہ کے پاس صوبے کے انتظام کی خبریں پہنچایا کرتے تھے
دیوان - فوجدار - اور صوبے کے ذی مرتبہ افسروں کی برخاستگی اور تقرری خود
شہنشاہ کرتے تھے - مغلیہ شاہنشاہ اپنی مرضی ہی پر کام کرنے والے تو ضرور تھے مگر سبھی
فرمانبردار رعایا کے بہی خواہ تھے - اورنگ زیب نے بھی رعایا کی بہتری کے لئے
بہت کچھ تدبیریں کیں - اُنھیں دنوں سے ہندو مسلمانوں کے ساتھ جو مختلف

طور کے سلوک ہوتے تھے اب وہ پاسداری باقی نہ رہی یہ شہنشاہ دونوں کو ایک ہی نظر سے دیکھنے لگے ۔ لیاقت کے مطابق ہندؤں کو بھی اعلیٰ عہدے ملتے تھے ۔ صوبہ کے انتظام کے علاوہ جس کا بیان ہو چکا ہے سرکار خاص کے انتظام کی نگرانی کے لئے آٹھ محکمے جدا گانہ تھے آمدنی و خرچ کی نگرانی وزیر کرتا تھا ۔ میر بخشی تنخواہ بانٹتا تھا ۔ خانساماں کو شہنشاہ کے کُل صرف کا بندوبست کرنا ہوتا تھا ۔ قاضی اور مفتی قاضی القضات کی ماتحتی میں اسلامی شریعت کے مطابق فوجداری مقدمات کا تصفیہ کرتے تھے ۔ یہ لوگ رشوت خوار بہت تھے ۔ صدر الصدور انتظام خیرات کرتے تھے ۔ محتسب خلقت کے افعال پر نظر رکھتا تھا ۔

زراعت اور قحط ۔ ان دنوں غلہ خوب پیدا ہوتا تھا اور باہر نہ جاتا تھا اس سے خوب سستا بکتا تھا ۔ لوگوں کو کھانے پینے کی تکلیف نہ تھی ۔ ایک بہشتی کو چار پیسہ روز ملتے تھے مگر چیزیں سستی تھیں کہ اوس کے گھر پانچ آدمیوں کے لئے کھانے کپڑے کا سامان ہو جاتا تھا ۔ اور اکبر اور جہانگیر کے عہد میں کسی کو غلے کی فکر ذرا بھی نہ تھی ۔ انواع و اقسام کے اناج کے علاوہ موتیوں کا حاصل کرنا ۔ سونے ۔ چاندی ۔ شیشے کی کان کھودائی ۔ نمک ۔ گڑ ۔ شکر بنانا ۔ تیل نکالنا ۔ افیون اور تمباکو بنانے کی حرفتیں چاروں طرف جاری تھیں ۔ کبھی کبھی موسم خاص پر بارش نہ ہونے سے قحط بھی پڑتا تھا ۔ لیکن ایک جگہہ قحط ہونے سے اوس کا اثر تمام مُلک پر نہیں پڑتا تھا ۔ کیونکہ اون دنوں آجکل کی طرح ریل ۔ دھوئیں کش نہ تھے ۔ اسوجہ سے سرکار کتنا ہی مطلوب ہو لیکن قحط زدہ لوگ پوری مدد نہیں پا سکتے تھے ۔ پھر بھی شہنشاہ
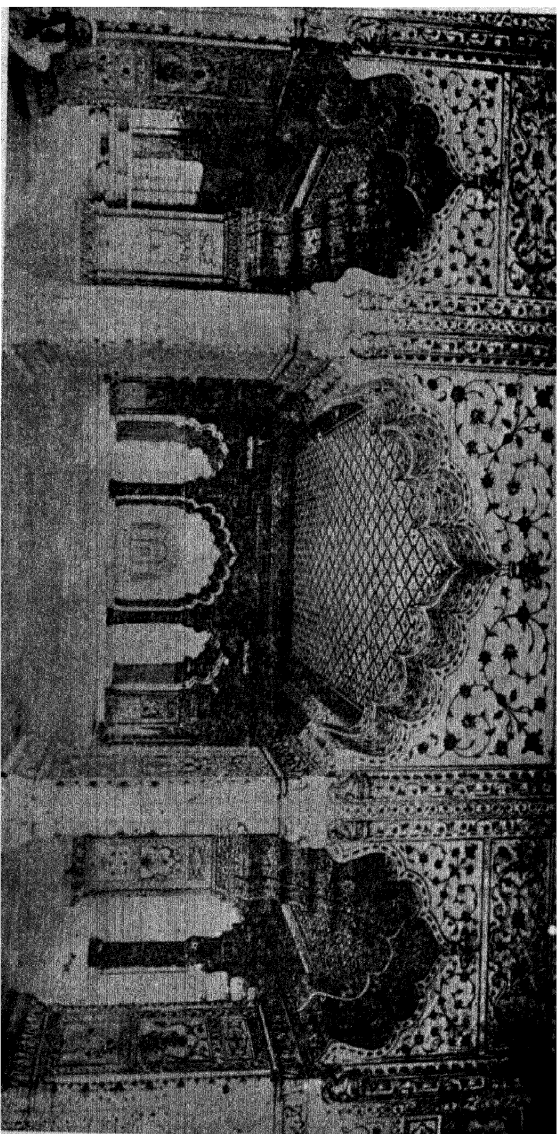
(Chap. 22.)

Diwan-i-Khas, Delhi.

خود اور دوسرے دولتمند لوگ غریبوں کو غلّہ بانٹتے تھے اور روپئے پیسے بھی تقسیم کرتے تھے
کسانوں کو تقاوی دیتے تھے۔ غرضکہ جہانتک ممکن ہوتا تھا قحط زدوں کی امداد کرتے تھے۔
سنہ ۱۶۳۳ء میں گجرات کے صوبے میں سخت قحط پڑا تھا۔ اوس وقت شاہجہاں نے جابجا
لنگرخانے جاری کردئے تھے۔ ان میں دوشنبہ کو پانچہزار روپئے غریبوں کو تقسیم ہوتے
تھے۔ اس نے ستر لاکھ روپیے کی مالگذاری معاف کردی تھی۔
کاریگری۔ شہنشاہی مغلیہ میں کاریگری اور تجارت کو بہت عروج تھا۔ تقریباً کُل
شہنشاہ بہت آرام طلب ہوتے تھے۔ اور بڑے توزک و احتشام سے رہتے تھے
ہر شہنشاہ نے بڑے بڑے قلعے اور عظیم الشان محل بنوائے اور شہروں کو بسایا۔ اسمیں
حرفت اور ہنرمندیوں کی بڑی افزونی ہوئی۔ مغل بادشاہوں کے حکم سے جو عمارتیں
بنی ہیں اون میں ہندو تعمیرات کے اثر صاف نمایاں ہیں۔ پتلے چھوٹے چھوٹے
کھمبے اور طاقچے اور نقش و نگار زیادہ تر ہندو طریق کے ہیں اور درمیانی بڑا گنبد
چاروں گوشوں کے مینار۔ بارہ دری کے ڈھنگ کے دالان۔ پھاٹک یہ چیزیں
اسلامی انداز کی ہیں۔ اسی مرکب انداز تعمیر پر اکبر نے قلعہ آگرہ اور اوس کے اندر
جہانگیری محل بھی بنوایا۔ اس کے علاوہ اس نے سکندرہ اور فتحپور سکری کی شاہانہ
عمارتیں اور اٹک کا قلعہ بنوایا تھا۔ یہ سب عمارتیں سنگ سُرخ کی بنی ہوئی ہیں۔
جہانگیر نے آگرے میں اعتماد الدولہ کا مقبرہ بنوایا۔ شاہجہاں کے عہد میں صنعت مغلیہ کا
فروغ سب سے بڑھ کر تھا۔ ان عمارتوں کے بنوانے میں سنگ مرمر کا استعمال بہت
ہوا ہے۔ تاج محل اسی پتھر کا بنا ہے۔ آگرے میں یہ روضہ جمنا کے کنارے نظر افروز

عالم ہے۔ قبر کے اوپر وسط میں ایک بہت عالیشان گنبد ہے۔ اور چاروں طرف چھوٹے چھوٹے گنبد ہیں۔ تاج محل کے چاروں گوشوں پر چار بلند مینار ہیں۔ اس کی دیوار پر چین کاری سے آراستہ ہے۔ تاج محل کے چاروں طرف اسلوب مغلیہ کا ایک نہایت وسیع باغ ہے اورنگ زیب مذہبی متعصب تھا۔ اس کے وقت میں کوئی نامی عمارت نہیں بنی تھی۔ مصوری کی ترقی بھی بہت ہوئی تھی۔ اسلامی اور ہندوستانی مذاق کو آمیز کرکے صورت نگاری کا ایک نیا طرز نکلا اور اسکا نام انڈو سیرین نک ہوا۔ اکبر اور شاہجہاں کے عہد میں اس ہنر کی بڑی ترقی ہوئی۔ اوستاد منصور۔ ابوالحسن۔ دسونت۔ بشن داس بڑے بڑے نامی مصور اسی زمانے میں ہوئے ہیں۔ فتحپور سکری کے محلوں میں جو تصویریں دیوار پر کھچی ہیں اور شاہزادہ دارا کا ترتیب دادہ موقع ابھی تک دیکھنے میں آتا ہے۔ انھیں دنوں ہندو راجاؤں کے درباروں میں راجپوتی طرز کی مصوری کا آغاز ہوا ہے۔ ان تصویر نگاروں کی تعلیم دربار مغلیہ میں ہوئی تھی۔ بس ان تصویروں میں مغلیہ طرز اور ہندو اسلوب کی آزمایش ہوتی تھی۔ جلپور اور اکثر مقاموں میں آجتک اسی طرز مرکب کی تصویریں بنائی جاتی ہیں۔ یہ ہنر اندنوں عورتوں کو بھی سکھایا جاتا تھا۔ بادشاہوں کی نظر توجہ سے موسیقی کی ترقی بھی خوب ہوئی۔ اسی وقت نئی نئی راگنیاں ایجاد ہوئیں۔ اور آلات موسیقی مثل ستار اور اسراج بنائے گئے۔ دستکاریوں میں ہاتھی دانت پر نقش و نگار۔ مٹی کے برتنوں کے بننے اور ان پر نقش بنانے کی بھی ترقی ہوئی۔

دربار کی تحریص سے امیر بھی بہت آرام طلب ہو گئے تھے۔ اس کا خاص سبب

یہ تھا کہ اون دنوں لوگوں میں دولت کی جمعیت بہت کم تھی۔ آجکل کی طرح بنک نہ تھے اور تجارت کے آسان وسیلے نہ تھے۔ پھر یہ قاعدہ تھا کہ سرکاری نوکر جب مرجاتے تھے تو انکی ملکیت سرکار میں جمع ہو جاتی تھی۔ اس سبب سے امیر فضول خرچ ہوتے تھے۔ اوس زمانے میں اور اور مہین کاریگریوں میں بھی بڑی بڑی خوبیاں پیدا ہوگئیں۔ بوٹی دار سوتی اور ریشمی کپڑے۔ کمخواب۔ طرح طرح کے شال۔ انواع و اقسام کے غالیچے اور سونے۔ چاندی و جواہرات کے زیور نہایت نفیس بنتے تھے۔ ڈھاکے کی مہین ململ بھی انھیں دنوں میں بنتی تھی۔ یہ کپڑے اتنے مہین بنتے تھے کہ ایک دھوتی انگوٹھی کے حلقے سے نکل جاتی تھی۔ اور اگر اوس دھوتی کو گھاس پر بچھا دیں اور پانی چھڑک دیں تو دھوتی کا کپڑا بالکل نہیں نظر آتا تھا۔ سرکاری کارخانے کھولکر اچھے مالوں کی کھپت کیجاتی تھی۔ پنجاب اور کشمیر میں دوشالے کے کارخانے تھے۔ اور احمد آباد۔ مچھلی پٹن اور ڈھاکے میں سوت اور ریشم کے کارخانے تھے۔ برنیئر فرانسیسی سیاح نے دلی کے ایک کارخانے کا بیان اپنے سفرنامے میں لکھا ہے "بڑے بڑے دالانوں میں کارخانے ہیں۔ کارخانے کے کام کئی ایک حصّے میں بانٹے ہوئے ہیں۔ ہر حصّے کا منتظم ایک داروغہ ہوتا ہے۔ اُسکے ماتحت سیکڑوں زرّین بوٹیوں کے کام کرنے والے۔ کپڑا بننے والے۔ مصوّر۔ سُنار بڑھئی۔ درزی۔ ریشم اور ململ کے کاریگر دن بھر کام کرتے ہیں۔ اونکو مزدوری روز دیجاتی ہے۔" شہنشاہ کی ضرورتوں سے جو کاریگری کی چیزیں بچ رہتی تھیں وہ عید یا کسی تقریب کے موقع پر امیروں اور راجاؤں کو دیجاتی تھیں اور فروخت بھی کیجاتی

تھیں۔ بادشاہ کو وقت بوقت نذر دینے کے لئے امیر اور راجہ بھی اپنے اپنے علاقے میں اچھے
اچھے کارخانے جاری رکھتے تھے۔

تجارت۔ یورپ کے سوداگروں کے علاوہ سندھ۔ گجرات۔ ملیبار۔ مچھلی پٹن اور اکثر
مقاموں کے مسلمان سوداگر عرب۔ ایران۔ مصر کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ شیواجی کے
پاس بھی کئی تجارتی جہاز تھے۔ اوس وقت میں سورت۔ مچھلی پٹن۔ ہجلی۔ سات گاؤں۔
پٹنہ۔ چاٹ گام اور کئی جگہ بڑے بڑے بندرگاہ تھے۔ سترہویں صدی میں افیون۔ نیل
سوتی اور ریشمی کپڑے۔ معدنی اور دریائی جواہرات۔ گھی۔ چینی۔ مصالحے۔ کثرت سے
باہر بھیجے جاتے تھے۔ باہر کی چیزوں میں پارہ۔ سیندور۔ مخمل۔ شیشہ آلات
لوہے کی بنی ہوئی چیزیں یہاں آتی تھیں۔ وسط ایشیا سے میوے۔ ہینگ۔ تبت و ہمالیہ
سے مشک۔ اون۔ سونا۔ تانبا۔ چنور۔ شہد۔ جزیرہ نمائی مالے سے مصالحے۔ پیگو سے
لعل اور عرب و ایران سے موتی۔ یہ سب چیزیں کثرت سے آتی تھیں۔ انکے علاوہ
عرب۔ ایران۔ تاتار سے عمدہ گھوڑے بھی آتے تھے۔

ادبیات۔ بادشاہ ادیبوں کی ہمت بڑھانے میں ہمیشہ مصروف رہتے
تھے۔ اکبر نے خود باوجود کم علمی کے اپنے دربار کو اوستادان ادب کا خاص مسکن
و ماوا بنا دیا تھا۔ ان دنوں فارسی میں بڑی بڑی تواریخیں اور مثنویاں لکھی گئیں۔
ابوالقاسم فرشتہ۔ ابوالفضل۔ بدیونی۔ خفی خاں بہت بڑے بڑے تاریخ نگار ہوئے ہیں۔ خود بابر۔ جہانگیر۔
اورنگ زیب۔ بہادر شاہ ظفر اچھے مصنف تھے۔ دو چار ہندوؤں نے بھی فارسی میں تواریخیں لکھی ہیں۔
رامائن۔ مہابھارت۔ اپنشد اور اکثر دینی کتابوں کا ترجمہ فارسی میں ہوا۔ ان دنوں سنسکرت زبان کی ترویج
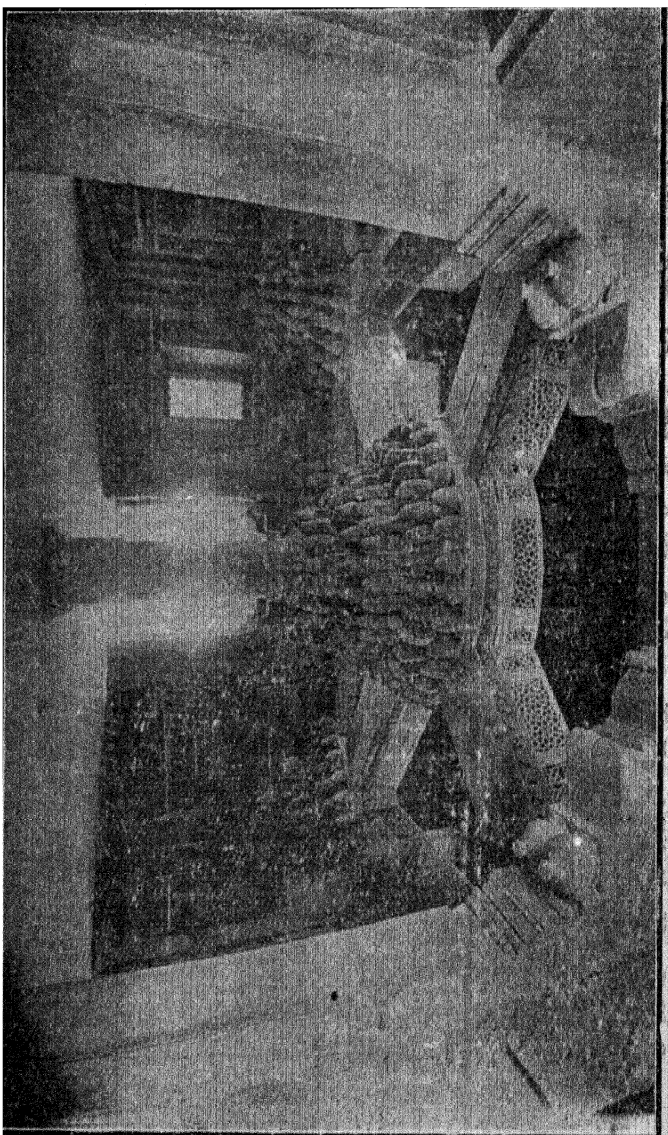
(*Chap. 22.*)

Diwan-i-Khas, Fatehpur-Sikri.

بھی ہو رہی تھی - اکبر اور دارا کے حکم سے بہت سنسکرت کتابوں کا ترجمہ تو ہوا ہی تھا اسکے علاوہ جہانگیر کا ایک سنسکرت کتب خانہ تھا - شاہجہاں نے انجمن کا ایک پنڈت مقرر کیا تھا - انہیں دنوں بنگالے میں نب نیائے نام کا نیا فلسفہ شروع ہوا - جگدیش ترکا لنکار - گدادھر بھٹاچاریہ - اس فن کے بڑے اوستاد ہوئے ہیں - دیسی زبانوں کا فروغ اس عہد میں بہت ہوا - ہندی میں تلسی داس (۱۵۳۲ء سے ۱۶۲۳ء) نے کاشی میں رامچرت مانس وغیرہ کتابیں لکھیں - جیپور کے باشندے بہاری لال نے ست ستی بنائی - شیواجی کے درباری شاعر بھوشن داس ہندی کے نامی شاعر ہوگئے - زبان مرہٹی میں تکارام عمدہ شاعر ہوئے - بنگلہ زبان میں کاشی رام داس نے مہابھارت لکھی اور مکند رام نے کبی کنکن چنڈی تصنیف کی اکبر - تانسین - رحیم وغیرہ مسلمانوں نے ہندی اشعار نظم کئے -

مذہب - ان ایام میں ہندو مذہب کی کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی لوگ بیشتر کی طرح نئے ہندو مذہب کو مانتے تھے - مگر اس مذہب میں ظاہرداریاں بہت ہوگئی تھیں - غیر ملکی سیاحوں کے بیان سے اور ان دنوں کی لکھی ہوئی ملکی زبانوں کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بنگالے میں وشنو طریقے کا فروغ کم کرنے کے لئے طرح طرح کے دیوتاؤں کی پوجا رائج کردی گئیں ان میں سے تنتر کی شکتی پوجا خاص ہے - منوچی ایک اطالیہ کا سیاح لکھتا ہے کہ دیبی کی مورت کے سامنے انسان کی قربانی چڑھتی تھی - عامۂ خلایق پر بد رسمیوں کا اثر بہت ہوا - لوگ گنگا ساگر کے سنگم میں ڈوب مرنا یا جگرناتھ کی رتھ سے پہئے کے نیچے

دیکر مرنا ثواب سمجھتے تھے۔ لوگ گنگا اور گائے کو بہت مانتے تھے۔ گجرات۔ جول اور سورت میں گئو پوجا اور اہنسا مت کا رواج تھا۔ ان مقاموں میں بیمار حیوانات کے لئے اسپتال تھے۔ رشوت دیگر لوگ گرہن کے وقت اشنان کرتے تھے اور دان بھی کرتے تھے۔ میگاسھتنس کی طرح ان دنوں کے سیاحوں نے بھی ہندوؤں کے اطوار و افعال کی بہت توصیف کی ہے۔ تمام ملک میں سنیاسی اور جوگی دورہ کیا کرتے تھے یا عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ ان ایام میں اسلام مذہب کے چند فرق ایجاد ہوئے۔ مگر چونکہ شہنشاہ کا مذہب سُنّی تھا اس لئے یہ طریقے دبا دئے گئے۔ اسلام شاہ سور کے عہد میں شیخ علائی اور شیخ عبداللہ نے مہدوی فرقہ جاری کیا یہ لوگ اپنے کو رسول اللہ کے برابر سمجھنے تھے۔ بہت لوگ گھر بار چھوڑ کر ان کے مرید ہوگئے۔ لیکن بادشاہ نے اس تحریک کو پست کردیا۔ اکبر کے عہد میں بایزید نے مغربی سرحد پر روشنیہ طریقہ جاری کیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں رسول اللہ کے برابر ہوں۔ وہ قرآن شریف کا منکر تھا۔ مغرب کی سب جدال پسند قومیں اسکے معتقد ہوگئے۔ پندرہ برس میں اکبر نے انکو منکوب کردیا۔ تصوف کا فروغ بھی اچھے درجے پر تھا۔ بہت ہندو مسلمان اس حلقے میں آگئے تھے۔ اکبر۔ دارا۔ شیخ علائی اس زمانے کے مشہور صوفی ہوئے۔ دین الٰہی کا بیان بخوبی ہوچکا ہے۔ پادریوں نے اپنا مذہب پھیلانے کی بڑی کوشش کی وہ چاہتے تھے کہ اکبر کو عیسائی بنائیں اور جہانگیر پر بھی انکی نظر تھی۔ پرتگالیوں نے بنگالے اور بمبئی علاقوں میں زبردستی بہت لوگوں کو عیسائی بنایا۔

جماعت ۔ سرکاری نوکری ملنے کی لالچ سے اون دنوں لوگ فارسی سیکھتے تھے ۔ سرکار کی طرف سے تعلیم اطفال کا کوئی مقرری انتظام نہ تھا ۔ مگر پھر بھی بڑے بڑے پنڈتوں اور مولویوں کا دل بڑھانے کے لئے سرکار کی طرف سے اونکو پنشن یا معافی جائداد دیجاتی تھی ۔ آجکل جیسے لوگ انگریزوں کی پوشاک اور انگریزی معاشرت کی نقل کرتے ہیں اسی طرح اوسوقت ہندو اسلامی ملبوس اور آداب قواعد کی متابعت کرتے تھے ۔ سر پر لمبے گھونگھروالے بال رکھنے ۔ شال دوشالہ اوڑھنا ۔ نادری جُبّہ چارقُب پہننا ۔ عطر جہانگیری استعمال کرنا ۔ ان باتوں کا بہت شوق تھا ۔ اون دنوں رسم میں داخل تھا کہ بڑے درجہ کے لوگوں کی خوشامد کریں ۔ شہنشاہ جو کچھ مُنہ سے کہیں درباری "کرامت ۔ کرامت" چلّاتے تھے ۔ تکلف اسقدر تھا کہ ایک پٹھان نے یہ قسم کھائی "اگر میری بات سچ نہو ۔ تو مجھے دلّی کا تخت نہ ملے" ۔ نجومیوں کو سب مانتے تھے ۔ بادشاہ سے لیکر ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بغیر جوتشی سے پوچھے کوئی کام نہ کرتا تھا ۔ تمباکو پینے کا رواج جہانگیر کے وقت میں پہلے پہل نکلا ۔ بادشاہ نے چاہا کہ بند کردے مگر بند نہ ہوسکا (سنہ ۱۶۱۷ء)

شاہی دربار میں عید اور نوروز کے علاوہ بعضے ہندو تہوار بھی بڑی شان سے رونق ہوتے تھے ان تہواروں میں رکھشا بندھن ۔ بسنت ۔ دیوالی ۔ ہولی خاص ہیں ۔ ایسے موقعوں پر کبھی کبھی بادشاہی محلوں میں خوشروز کا جشن ہوتا تھا ۔ اس میلے میں بلند اور شریف خاندان کی عورتیں دکانیں لگاکر طرح طرح کی چیزیں

بیچتی تھیں اور بادشاہ مول بھاؤ کر کے خریدتے تھے۔ اوس وقت ہاتھیوں کی لڑائی۔ جانوروں کا شکار۔ باز ہاتھ پر پالنا خاص شوق اور تفریح کی چیزیں تھیں۔ بڑے درجے کے لوگ شراب پیتے تھے یا افیون۔ مگر عامۂ خلایق۔ نشے سے پرہیز کرتے۔ پردے کی رسم بہت سخت ہو گئی تھی۔ مسلمان عورتیں بُرقع اوڑھتی تھیں۔ ہندو عورتیں گرہن کے وقت پردے کے اندر نہاتی تھیں۔ لیکن اوس زمانے میں بھی گجرات کی عورتیں پردے کی پابند نہ تھیں)۔ مندروں میں دیوداسیاں ہوتی تھیں۔ یہ عمر بھر بے شادی کے رہتی تھیں۔ بنگالے۔ گجرات۔ احمدنگر اور اکثر ملکوں میں کم عمری کی شادی رائج تھی۔ تمام ملک میں ہندو رانڈیں ستی ہو جاتی تھیں۔ غلامی مثل بیشتر کے تھی۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ قرضدار لوگوں کو قرض کے وبال میں عیال و اطفال کے ساتھ بیچ دیتے تھے۔ ایک سیّاح لکھتا ہے کہ اس زمانے میں شادی کے وقت دولھا اور دلھن کو گائے کے سامنے پانی میں کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ راجپوتوں میں پہلے کی طرح بہادری قایم تھی۔ مہاراجہ جسونت سنگھ جب ہار کر وطن آئے تو اون کی رانی نے قلعے کا پھاٹک بند کر دیا۔ جلوس کے دن میواڑ کے رانا ٹیکا ڈور کی رسم ادا کرتے تھے یعنے نزدیک کے دشمن راجہ پر حملہ آور ہوتے تھے۔ ٹاڈ نے لکھا ہے کہ فرّخ سیر کے مرنے کے بعد مارواڑ کے مہاراجہ اجیت سنگھ نے اپنی بیٹی کو پھر ہندو بنا کر اپنے گھر میں رکھ لیا۔

مغلوں کا کام - انگریز مورخوں کا قول ہے کہ مغلیہ شاہنشاہی کی بنیاد زبردستی کے اصول پر پڑی تھی - مگر ذرا غور کریں تو ہم صاف سمجھ لیں کہ اون کا خیال بالکل غلط ہے - شاہنشاہی کی بنیاد کو مستحکم رکھنے کے لئے لوگوں میں محبت اور خلوص پیدا کرنے کی ضرورت ہے - مغلوں نے ایسا ہی کیا تھا - رعایا کو مذہبی معاملوں میں آزادی تھی - اون کی قومی رسم و رواج میں کبھی دست اندازی نہیں کی - گاؤں کے قدیم بندوبست میں مداخلت نہیں کی - اسطرح ان بادشاہوں نے مستحکم شاہنشاہی قایم کر لی تھی - شاہنشاہی قوت قائم رکھنے کیلئے ملکی معاملوں میں ہندو اور مسلمان ایک رائے تھے - گپت راج کے ٹوٹنے کے بعد تمام ہندوستان میں مغل شہنشاہوں کے برابر حکومت کسی نے نہیں قایم کی - شہنشاہی مغلیہ کا اقتدار تقریباً تمام ہند میں ہو گیا تھا - اس کے بہت سے صوبوں میں درباری زبان ایک ہی فارسی تھی - ملک کا انتظام ایک ہی ڈھنگ کا تھا - ایک ہی سکّہ اور ایک ہی طور کا ادب قاعدہ ایک ہی ہنرمندی ایک ہی ادبیات اور ایک ہی بادشاہ کا فرمان جاری کر کے مغلوں نے دکھنی ہند کو اُتری ہندوستان کے ساتھ ملا دیا تھا - اوسی وقت سے باہری مُلکوں کے ساتھ تجارت جو ہوئی تو اس مُلک کا زر الاین جاتا رہا ہے۔ سب ہے مغلوں کی ڈالی ہوئی بنیاد پر انگریزوں نے آج اپنی سلطنت کی عمارت قایم کی ہے - یا یہ کہئے کہ مغلوں نے جس کام کو شروع کیا تھا انگریزوں نے ترقی دیکر اوسی کو پورا کیا -

اسلام کا فیض ۔ اس کتاب کے دوسرے حصّے کو ختم کرنے کے پہلے ہندوستانی
شائستگی میں جو جو فیض اسلامی مذہب سے پہونچے اور جو جو نئے خیال اور نئی فکریں
اوس فیض سے یہاں پیدا ہوئیں اس کے بارے میں کچھہ مختصر کہنے کی ضرورت
ہے ۔ ملکی سیاستوں میں یکرنگی کا خیال اسلام کے ورود کے پہلے اس ملک میں
بہت کم تھا ۔ پرانے ہندو راجہ ملک فتح کرتے تھے مگر زیادہ تر مفتوحہ ملکوں کو
سونپ دیتے تھے ۔ اسوجہ سے سیاست ملکی کے احاطے میں یکرنگی کم باقی رہتی
تھی اور بلوہ و فساد پیدا ہوتے تھے مگر جب سے اہل اسلام یہاں آئے اوسوقت
سے سیاست ملکی کے احاطے میں یکرنگی کا ڈھنگ بڑھتا گیا اور چونکہ سرکار ایک
تھی زبان ایک ہی تھی اطوار و افعال اور ادب قاعدے ایک ہی طرح کے تھے
پس ان باتوں کا حاصل یہ ہوا کہ یہاں کے باشندوں کو ایک ہی قومیت رکھنے
کا خیال پیدا ہو گیا ۔ اسلام کے آنے کے بعد ہی اس ملک میں تواریخی ادب
کی ترقی ہوئی ۔ قدیم ہندوؤں نے تواریخ نگاری میں سنہ و سال کی ترتیب
بہت کم رکھی ہے ۔ اوسی زمانے میں اہل یورپ کے ساتھ بحری راستے سے
ہمارا علاقہ پیدا ہوا ۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ آج یورپ کی ایک قوم ہمارے ملک پر
حکومت کر رہی ہے ۔ ہندو مسلمانوں کی مساوات نمود کرنے کے لئے ایک
نئی زبان اُردو اور نئے نئے طریقے ۔ جیسے نانک کا طریقہ ۔ کبیر کا طریقہ ۔ دادو کا
طریقہ ۔ صوفی مشرب یہ سب رائج ہو گئے ۔ اس کے ساتھ ہی ۔ عربی ۔ فارسی
ترکی زبان کے بہت سے لفظ دیسی زبانوں میں مل گئے ۔ عمارتوں کے بنانے

میں ہندو اور اسلامی طرز کے ملاپ سے ایک نیا اسلوب عمارت پیدا ہوا۔ مصوروں میں انڈو سارا سینک اور راجپوت طرز شروع ہوا۔ فن سپاہگری اور علم موسیقی میں بھی ترقی کا سلسلہ ٹوٹا نہیں۔ ہندو مسلمانوں کے اتفاق سے نتیجے اسی وقت کے ہندوستان کی شائستگی قائم ہوئی ہے۔

(۲۳) مرہٹوں کے پیشوا

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مرہٹے راجاؤں کے بڑے وزیروں کا خطاب پیشوا تھا اور رفتہ رفتہ یہ خطاب موروثی ہو گیا۔ پیشوا لوگ قومیت میں چت پاون برہمن تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہمارا خاندان پرسرام کے وقت سے شروع ہوا ہے۔ بالاجی وشوناتھ بھٹ ساہو راجہ کا خاص وزیر اور خاندان پیشوا کا مورث اعلیٰ تھا۔

بالاجی وشوناتھ بھٹ (۱۷۱۳ء سے ۱۷۲۰ء) انکے آبا و اجداد میں کئی شخص قریوں کے سردار رہ چکے تھے۔ بالاجی نے راجہ رام کے وقت میں ایک چھوٹی ملازمت مرہٹوں کے دربار میں پائی۔ ترقی کرتے کرتے وہ صوبہ دار ہو گیا۔ اس کے بعد دربار کا خاص عہدہ دار بنگیا۔ ساہو کی آزادی کے بعد جب تارا بائی اس سے برسر جنگ ہوئی تو بالاجی ساہو کا طرفدار ہوا اور اوس کی بڑی مدد کی۔ ان دنوں اوس نے تارا بائی کی فوج کے کئی سرداروں کو شکست دی اور کچھ لوگوں کو سمجھا بجھا کر ساہو کا شریک کر دیا اور اپنی حکمتوں سے تارا بائی

اور اوس کے بیٹے کو قید کرلیا۔ (۱۷۱۲ء) اِن تدبیروں سے جب ساہو کو راجہ
بنادیا تو خود پیشوا کا خطاب اختیار کیا (۱۷۱۳ء) پہلے پہل اوسی نے بڑے
افسروں کو تنخواہ کے بدلے جاگیر دینے کا قاعدہ جاری کرنے کے بعد مہاراشٹر
چکر کی بنیاد پڑی۔ دلّی میں جس وقت سید بھائیوں کا ستارہ اوج پر تھا۔
اوسی وقت سیدوں کی مدد سے محمدشاہ نے دکن کے چھ صوبوں کی چوتھ
اور سردیش مکھی وصول کرنے کا حق اوس کو دیا۔ اوس کی زوجہ رادھا بائی لکھی
پڑھی تھی۔ سنہ ۱۷۲۰ء میں بالاجی کا انتقال ہوا۔

باجی راؤ۔ (سنہ ۱۷۲۰ء سے سنہ ۱۷۴۰ء) صرف بائیس[۲۲] برس کی عمر میں
باجی راؤ پیشوا ہوا۔ وہ اپنے والد کی طرح ذیعلم نہ تھا مگر مرد میدان جنگ تھا۔
اوس نے بالاجی کے آخر وقت میں جنگ و پیکار میں داہنے ہاتھ کے برابر
مدد دی تھی۔ اوس کا مقصود یہ تھا کہ شہنشاہی مغلیہ کو برباد کرکے ہندو مرہٹہ ریاست
قایم کرے۔ پیشوا ہونے کے بعد ہی اوس نے ساہو کو صلاح دی۔ ”آیئے
ہم لوگ تنے کو کاٹ ڈالیں۔ اور شاخیں خود بخود گر پڑیں گی۔ ہماری اتفاق
رائے سے کارفرما ہوجیے تو ہم اٹک کے قلعے کے اوپر مرہٹوں کی فتح کا جھنڈا
گاڑ دیں گے“۔ جواب میں عالی ہمتانہ ساہو نے یہ کہا کچھ شک نہیں۔ آپ
ہماری فتح کا جھنڈا بہشت تک گاڑ دیں گے۔ سنہ ۱۷۲۴ء میں اوس نے مالوہ پر
حملہ کیا اور ملہر راؤ ہولکر اور رانوجی سیندھیا کو راجہ ساہو کا نائب بنادیا۔ اسکے
بعد انھیں دونوں نے اندور اور گوالیار ریاستوں کی بنیاد ڈالی۔ اسی اثناء میں

دکن کا صوبہ دار آصف جاہ بنا بنایا خود مختار ہوا تھا۔ وہ اپنی ریاست کو بڑھایا چاہتا
تھا اور مرہٹوں کو چوتھ دینے سے بچنا چاہتا تھا۔ اِسلئے اوس نے کوشش کی کہ مرہٹے
آپس میں لڑ جائیں۔ مگر باجی نے اوسے شکست دی اور مجبور کردیا کہ چوتھ
دے اور ساہو کو مرہٹوں کا راجہ تسلیم کرے (۱۷۲۸ء) لیکن نظام دکن شکست
کھاکر بھی چُپکے نہ بیٹھے۔ اس کے بعد ہی اونھوں نے گجرات کے مرہٹہ سپہ سالار
ترمبک راؤ دبھاڑے اور ستارہ کے نائب الریاست سری پتی راؤ کو پیشوا سے
منحرف ہونے کا مشورہ دیا۔ باجی راؤ نے دبھاڑے کو مقتول جنگ کیا
اور گجرات کا مالک ہوگیا اور وہاں کی مالگذاری کا آدھا حصّہ خود لیا۔ اسیوقت
پیلاجی گائکواڑ دبھاڑے کا مددگار ہوکر گجرات میں آیا وہی بڑودہ کے راجاؤں
کے خاندان کا بانی تھا۔ ادھر سری پتی راؤ کی حرکتوں سے ناراض ہوکر باجی راؤ
کو بھی نائب الریاست کا خطاب دیدیا۔ پس نظام اپنے عزم میں ناکامیاب
ہوئے۔ آخرکار نظام نے باجی راؤ سے صلح کرلی۔ اسی وقت نظام اور
باجی راؤ میں یہ معاہدہ ہوا کہ پیشوا اور نظام اُتر اور دکھن میں اپنی اپنی ریاست
بڑھانے کے باہم مزاحم نہوں گے۔ اسی معاہدے کے مطابق باجی راؤ نے
مالوے اور بندیلکھنڈ کے ہندو سرداروں کی مدد سے صوبہ دار محمد خان بنگش
کو شکست دیکر مالوہ فتح کیا (۱۷۳۳ء) اس کے بعد ہی گجرات کے صوبہ دار
ابھے سنگھ کو شکست دیکر داموجی گائکوار نے گجرات پر بھی قبضہ کرلیا (۱۷۳۵ء)

سنہ ۱۷۳۶ء میں باجی راؤ یکایک دلّی تک پہونچ گیا شہر کے باہر لوٹ کر وہاں سے چلا آیا۔ اسی طرح پیشوا نے دلّی کے بادشاہ کو مرہٹوں کی روز افزوں طاقت کا نمونہ دکھایا۔

مرہٹوں کی قوت دیکھکر نظام اسقدر خائف ہوا کہ بادشاہ سے صلح کرلی۔ محمد شاہ نے خوش ہوکر نظام کو دکھنی صوبوں کے علاوہ گجرات اور مالوہ بھی دیدئے اور کہا کہ آپ جاکر پیشوا کو ان صوبوں سے ہٹا دیجئے۔ نظام نے بندیلکھنڈ فتح کرلیا اور بغیر کسی مزاحمت کے بھوپال تک پہونچ گیا۔ وہاں باجی راؤ نے اُسے گھیر لیا۔ اسی وقت نادر شاہ کی آمد سُنکر نظام نے باجی راؤ سے صلح کرلی اور دلّی کی طرف روانہ ہوا۔ (سنہ ۱۷۳۸ء) اس صلح کے مطابق مالوہ اور دریائے چمبل و نربدا کا درمیانی حصّہ پیشوا کے ہاتھ میں آگیا۔ پھر باجی راؤ نے پرتگالیوں کو شکست دی اور سالیٹ بسین۔ چول۔ اپنے دست تصرّف میں لایا۔ آخرکار نظام کے بیٹے ناصر جنگ کو زیر کرکے اوس سے اندور کے نزدیک کی کچھ جاگیر چھین لی۔ اسی جگہہ سنہ ۱۷۴۰ء میں بیالیس برس کی عمر میں باجی راؤ نے دنیا سے کوچ کیا۔

ان دنوں باجی راؤ کے برابر بہادر اور دلیر سردار کوئی نہ تھا۔ لڑائی کے وقت معمولی سپاہی کی طرح کام دیتا تھا۔ وہ صورت میں بہت شاندار اور رُعب دار تھا۔ ساہو بھی اس سے ڈرتا تھا۔ محمد شاہ نے اوس کی ایک تصویر دیکھی جسمیں وہ میدان کارزار میں دانہ کھا رہا ہے۔ یہ دیکھکر بادشاہ کو

بہت تعجب ہوا۔ مستانی نام ایک مسلمان عورت اوس نے گھر میں ڈال لی تھی۔
اس سبب سے اوس کے خاندان کے لوگ بھی اوس سے ہمیشہ ناخوش رہتے تھے
مرنے کے وقت وہ ساڑھے چودہ لاکھ روپیے کا قرضدار تھا۔ پھر بھی مرہٹوں کی
قوت قایم کرنے والوں میں باجی راؤ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

بالاجی باجی راؤ۔ (سنہ ۱۷۴۰ء سے ۱۷۶۱ء) باجی راؤ کے بعد اُسکا
بیٹا بالاجی باجی راؤ پیشوا ہوا۔ پیشوا ہونے کے دن مہاراج ساہو نے کہا اپنے
باپ دادا کے ہمقدم ہو کر مرہٹوں کی فتحمندی کا جھنڈا اٹک کے قلعہ پر نصب
کردینا۔ اوس وقت وہ فقط اُنیس ۱۹ سال کا تھا۔ انھیں دنوں ساہو جی کے
حُکم سے رگھوجی بھونسلے نے چاند صاحب کے حملے سے تنجور کے مرہٹے
راجہ کو بچانے کے لئے کرناٹک پر چڑھائی کی۔ وہاں وہ کچھ عرصے تک لُوٹ
مار کرتا رہا۔ یہی وقت تھا کہ فرانسیسی گورنر ڈوما نے رگھوجی کو نیچا دکھایا تھا۔
اسکے بعد ہی پیشوا کی اجازت لیکر رگھوجی نے بنگالہ تاراج کرنے کے لئے
بھاسکر پنتھ کو بھیجا۔ بنگالے کے نواب علی وردی خاں نے اڑیسہ دیکر
رگھوجی سے صلح کرلی۔

ساہو کے مرنے کے بعد (سنہ ۱۷۴۸ء) جب تارا بائی کا پوتا رام راجہ مرہٹوں کا
فرمانروا بنا اوسی وقت بالاجی نے پُونا کو اپنا خاص شہر قایم کیا تب ہی سے پیشوا ہی
مرہٹوں کا اصلی راجہ بنا اور شیواجی کے اولاد کی کوئی پرسش نہ رہی
اس طرف حیدرآباد کی نظامت میں بھی تغیرات تھے۔ مظفر جنگ کے

مارے جانے کے بعد (سنہ ۱۷۵۱ء) آصف جاہ کے بڑے بیٹے غازی الدین اپنے چھوٹے بھائی صلابت جنگ سے حیدر آباد کی ملکیت چھیننا چاہتے تھے۔ اونھوں نے پیشوا سے مدد مانگی۔ اس کے بدلے غازی الدین نے برار کا ایک حصّہ پیشوا کو دیدیا۔ جب غازی الدین مارے گئے تو پیشوا نے برار اور رگھوجی نے گاویل گڈھ دبا لیا۔ پھر سنہ ۱۷۵۹ء نظام کو شکست دیکر پیشوا نے احمد نگر۔ دولت آباد۔ بیجا پور۔ اسیر گڈھ سب فتح کر لیا۔ اسطرح مرہٹے جنوبی ہند کی خاص قوت بنگئے تھے۔ اب پیشوا نے شمالی ہند میں مرہٹوں کا دخل کرنا چاہا۔ موقع بھی اچھا ملگیا۔ کیونکہ نادرشاہ کے چلے جانے کے بعد پنجاب اور دلّی میں بڑا اتھلکہ تھا۔ سنہ ۱۷۵۶ء میں افغان سردار احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر چڑھائی کی۔ اوس نے پنجاب جیت کر دلّی لے لی۔ ہندو ریاست قایم کرنے کے لئے پہلے افغانوں کو پنجاب سے ہٹانے کی ضرورت ہوئی۔ اس وجہ سے جب احمد شاہ ابدالی وطن پھر گیا تو پیشوا کے بھائی رگھوناتھ راؤ (رگھوبا) نے سنہ ۱۷۵۸ء میں احمد شاہ ابدالی کے بیٹے کو زیر کرکے تمام پنجاب افغانوں کے ہاتھ سے نکال لیا۔ اسوقت مرہٹے ترقی کی انتہا تک پہونچ چکے تھے۔ سندھ ندی سے بنگالے تک اور ہمالیہ سے راس کماری تک ان کا اقتدار ہوگیا تھا۔

تیسری) جنگ پانی پت۔ (سنہ ۱۷۶۱ء) بجھتے ہوئے چراغ کیطرح

مسلمانوں کا اقبال زوال کے پہلے ایک مرتبہ اور چمک گیا۔ اودھ کے نواب شجاع الدولہ۔ روہیلے سردار۔ احمدشاہ ابدالی۔ مسلمانوں کے حامی ہوکر اون کا شکوہ ہندمیں برقرار رکھنے کے لئے مرہٹوں سے آمادۂ جنگ پیکار ہوگئے۔ ادھر پیشوا کا بھتیجا راؤ سداشیو بھاؤ مرہٹوں کی فوج سالار ہوکر شمالی ہند میں وارد ہوا اور دلّی پھر فتح کرلیا۔ سداشیو بہت مرد جری تھا مگر بڑا ضدی۔ خود پسند۔ سخت مزاج تھا۔ ہولکر اور دوسرے بڑے سرداروں نے اوسکو مرہٹوں کے دستور کے مطابق اُسکو بیقاعدہ لڑائی کرنے کی صلاح دی۔ سداشیو نے اون کی صلاح پر عمل نہ کیا۔ اوس نے فرانسیسی قاعدے کے مطابق توپ رکھکر روبرو لڑنے کا منصوبہ کرلیا۔ پھر بادشاہی مقبروں پر لوٹ مار کرنے کے لئے جاٹوں کے راجہ سورج مل اور دوسرے راجپوت سرداروں کے ساتھ گھر چلا گیا۔

پانی پت کے میدان میں سنہ ۱۷۶۰ء میں ایک بار پھر فوجیں اکتوبر میں آمادۂ حرب ہوکر مقابل ہوئیں۔ پہلے دشمن پر وار کرنے کی ہمت کسیکو نہ ہوئی۔ دونوں طرف کے سپاہی خندق کھود کھود کر اپنے اپنے مورچے مضبوط بناتے تھے۔ غلّے کی کمی کے سبب قریباً تین مہینوں کے بعد مرہٹے ہوشیار ہوئے اور سداشیو بھاؤ نے حملہ کرنے کا عزم بالجزم کیا (۶ر جنوری) اوسکے لشکر کی پہلی صف نے بڑی جرأت سے حملہ کیا اور روہیلوں کے سردار اور اودھ کے نواب کو مجبور کردیا۔ لیکن دوپہر کے

بعد جب مرہٹے تھک گئے تھے تب احمد شاہ نے افغانوں کی ایک تازہ دم فوج مرہٹوں پر پس پشت سے حملہ کرنے کے لئے بھیجی اور خود ایک تازہ دم رسالہ لیکر سامنے سے مستعد جنگ ہوا۔ اس دو طرفی چڑھائی کا صدمہ مرہٹوں کی فوج برداشت نہ کرسکی اور تین بجے دن کے قریب مرہٹوں کی تمام فوج بھاگنے لگی ابدالی نے تعاقب کیا اور بہت فرار کرنے والوں کو تہ تیغ کیا۔ سداشیو بھاؤ اور پیشوا کے بیٹے وشواش راؤ اور بہت نامی گرامی مرہٹے مقتول ہوئے۔ سندھیا اور نانا فرنویس نے بھاگ کر اپنی جان بچائی پیشوا کو اس محاربہ کی خبر ان لفظوں میں بھیجی گئی "دو موتی گل گئے۔ ستائیس سونے کی اشرفیاں تلف ہوگئیں اور تانبے اور چاندی کا تو کوئی حساب ہی نہیں"۔ یہ خبر وحشت اثر سنکر باجی راؤ کا دل ہزار پارہ ہوگیا اور عرصۂ قلیل کے بعد راہی ملک عدم ہوا۔ ساری فوج برباد ہوگئی اور اسوجہ سے مرہٹوں کو شمالی ہند سے کنارہ کرنا پڑا۔

شکست کا نتیجہ۔ اس شکست ہونے سے مرہٹوں کی نگاہ میں پیشوا کا رعب جاہ کم ہوگیا۔ چنانچہ سیندھیا۔ ہولکر۔ بھونسلے۔ گائکوار۔ مرہٹوں کے سرداروں نے نئی ریاستیں قایم کیں اور بجائے خود حاکم بالادست ہوگئے۔ گوالیار میں سیندھیا۔ اندور میں ہولکر۔ گجرات میں گائکوار۔ ناگپور میں بھونسلے۔ دکھن میں پیشوا راج کرنے لگے۔ شیواجی کی اولاد برائے نام راجہ رہگئی۔ اور ستارہ اور کولہاپور انکے خاص مقام ہوئے۔ آپس کی

نزاع سے کمزور ہو جانے کے سبب پیشواؤں کو بار بار انگریزوں کی مدد لینی پڑی۔ آخر انکی ریاست انگریزوں نے اپنے قبضہ میں کر لی۔ اس لڑائی کے بعد شمالی ہند میں بہت بدانتظامی ہو گئی۔ احمد شاہ ابدالی کا لشکر باغی ہو گیا۔ اور وہ وطن پھر گیا۔

اب دیکھنا چاہیے کہ مغلیہ سلطنت کی قوت تو اس کے پہلے ہی معدوم ہو گئی تھی۔ پانی پت کی تیسری لڑائی سے مرہٹوں کی قوت پست ہو گئی اور اس سبب سے کوئی ملکی قوت نہ رہی کہ تمام ہند پر اپنا وقار دکھلائے اب باقی رہے۔ غیر ملکی لوگ۔ انمیں انگریز سبھوں سے طاقتور معلوم ہوتے تھے۔ اونھوں نے ۱۷۵۷ء میں بنگالے پر قبضہ کر لیا تھا اور سنہ ۱۷۶۱ء میں فرانسیسیوں کو بھی بہت ہی سخت نیچا دکھاتا تھا۔ اب انگریزی قوت نے رفتہ رفتہ تمام ملک ہند پر اپنا جاہ و جلال نمودار کر دیا۔ کس شکل سے یہ لوگ کامیاب ہوئے اس کا بیان آیندہ کے حصے میں کیا جائے گا۔

خلاصہ

سنہ ۱۷۱۳ء سے سنہ ۱۷۲۰ء تک ...... بالاجی بشوناتھ بھٹ

سنہ ۱۷۲۰ء سے سنہ ۱۷۴۰ء تک ...... بالاجی راؤ پیشوا

سنہ ۱۷۳۸ء .... بالاجی راؤ نے مالوہ جیتا

سنہ ۱۷۴۰ء سے سنہ ۱۷۶۱ء تک .... بالاجی باجی راؤ پیشوا

سنہ ۱۷۴۸ء .... ساہوجی - آصف جاہ محمد شاہ نے انتقال کیا

سنہ ۱۷۶۱ء پانی پت کی تیسری لڑائی

مطبوعہ سلیمانی پریس۔ محلہ گائگھاٹ شہر بنارس

SELECT OPINIONS.

DR. D. B. SPOONER, B.A., PH. D., Sometime Director-General of Archaeology in India, Simla: "*I have been struck with the judicious character of your account.*"

MR. K. P. JAISWAL, M. A. Bar-At-Law, Editor, Journal of the B. & O. Research Society, Patna: "*It is very good; the treatment is quite upto the mark and the language is just what is desired.*"

DR. RADHA KUMUD MUKERJI, M. A, P.R.S., PH. D., University Professor of Indian History, Lucknow University: "*I have found it to be singularly up-to-date both in the matter presented and in the manner and plan of presentation. It should rank very high among the numerous Matriculation text-books of Indian History*"

DR. SHAFAAT AHMAD KHAN, M.A., D. Litt., University Professor of Modern Indian History, Allahabad University: "*It is fairly well written and will be very useful to the students.*"

Dr. TARA CHAND, M.A., D. Phil., Principal, K. P. University College, Allahabad: "*I am impressed with its freshness of outlook and statement.*"

Dr. BENI PRASAD M. A., Ph. D. Reader in Politics Allahabad University: "*I am inclined to think very highly of your book.*"

"THE LEADER," Allahabad: "*The book marks a clear advance in the aims and methods of teaching and studing history in our schools.......... ..It is not devoid of touches of originality.*"

"THE SEARCHLIGHT" Patna: "*This is an attempt to write a history of India in Hindi from a real historical point of view in the light of recent important historical discoveries. It is written in a very simple and easy style.*

Printed by Pt. Shyam Narayan Sharma at the

BHUMIHAR-BRAHMAN PRESS, BENARES CITY.

AND

Published by P. N. Ray M. Sc.,

Raja Harishchandra Road, Benares City.